

185494



افسانوں کا چوڑا

پہا و شاہ کا میسر

جو حضرت ابو ظفر سراج الدین محمد ہمدانی سابق شہزادہ الی

دہلی پر غدر ۱۵۷۱ء میں برطانی گورنمنٹ نے جلا مانتا

اور

جسمینِ غدر کے تمام حالات اور اسباب پسندیدہ

دھچپ مگر عبرتناک بحث کی گئی ہے

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی نے ترجمہ کرایا

اور کارکن حلقہ المذاہبہ دہلی نے بامہ جولائی ۱۹۲۰ء عیسوی

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ

یہ صحیح ہے نئے گناہوں کی ارواح کے نام

۱۳۵۵ ۵۵۲

یہ کتاب غدر کے نام کے ان بے گناہ لوگوں کی ارواح کے نام منسوب کی جاتی ہے جو غدر کے ہنگامے میں کسی غیر کسی خطا اور جرم کے مارے گئے یا گئے۔

ان میں انگریز مجرموں، جنگوں، ہنگاموں، قتل کیا یا اذیت دی، درہند ہستانی بھی ہیں۔ ان کی فوج کے ہاتھ سے مظالم ہوئے۔ یہ دُعا کی پیشکش ان پہلی مجرموں کے نام نہیں ہے، جو غدر کا باعث ہوئے۔ بلکہ ان کے نام ہے جو غدر کی عدالت میں بے گناہ تھے۔ اور ناکردہ گناہ ظلم و ستم کا شکار بنے۔

وہ سب ناک میں مل چکے۔ مگر ان کی تکلیفوں کی یاد اب تک ہمارے سامنے ہے۔ اور اس قسم کی کتابیں مدتوں ان کے مصائب یاد دہانی رہیں گی۔

دوسرے
نیم جولائی ۱۹۲۰ء
حرف نظامی
مجھ پرینا بسیرا دہلی

یامین

۱۸۸۶

ہوا

۶۸۶

۶۱۴۲

۲۱۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بہادر شاہ کا مقدمہ

مقدمہ ہذا کی کارروائی دہلی میں ۲۷ جنوری ۱۸۸۶ء کو زیرِ تحت ایک یورپین فوجی کمیشن کے جو بیکم صاحب بہادر میجر جنرل بینی۔ سی۔ بی۔ کمانڈنگ ڈیویژن و حسب ہدایت سر جان لارنس چیف کمنڈر پنجاب مقرر کیا گیا تھا۔ عمل میں آئی۔

پریسیڈنٹ

نصف کمرل فاس۔ افسر تہ مخانہ

ممبران

(۶۹۶)

میجر پاور سال نمبر ۶۰

میجر ریڈ منڈر سال نمبر ۶۰

میجر سائرس کپتی نمبر ۶

کپتان راتھن کپتان سکھ پیدل نمبر ۶

مترجم

مستر جیمس مرنی۔

وکیل سرکار

میجر ایف۔ جے۔ بیرٹھ ٹی بی جی اینڈ وکیٹ جنرل۔

پہلے روز کی کارروائی

دیوان خاص قلعہ دہلی میں پہلا اجلاس ۲۴ جنوری ۱۸۵۷ء کو بوقت صبح شروع ہوا
پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، وکیل سرکار موجود تھے۔

ملزم محمد بہادر شاہ سابق شاہ دہلی کو لایا گیا۔

اجلاس کے متعین کرنے اور لفٹننٹ کرنل ڈاس کو پریسیڈنٹ بنانے کے
احکام پیش ہوئے اور پڑھے گئے۔ افسران متعینہ کے نام ملزم کی موجودگی میں پڑھے
ملزم سے عدالت کا سوال آپ کو موجودہ ممبران جوری و پریسیڈنٹ کے مقدمہ کی
سماعت کرنے میں کوئی اعتراض ہے۔ ؟

جواب۔ مجھے کچھ اعتراض نہیں ہے

ممبران جوری و پریسیڈنٹ سے حلف لیا گیا۔

گواہان کو عدالت سے چلے جانے کی ہدایت کی گئی۔

فرو قرار داد جرم جو لگائی گئی مندرجہ ذیل ہے

فرو قرار داد جرم

اول یہ کہ گورنمنٹ ہند کے پیشنہ خوار ہونیکے باوجود دہانوں سے ہم۔ ارمی اور سکیم
اکتوبر ۱۸۵۷ء کے درمیان مختلف اوقات میں محمد نجف ناٹا طوبیہ دار جنٹ
نہ خانہ اور دیگر متعدد اشخاص، ویسی افسروں اور سپاہیوں کو جوائنٹ اینڈ اپنی

۱۰۔ کی فوج کے ملازم تھے۔ غدر اور بغاوت کرنے کی ترغیب اور امداد دی۔
 ۷۔ یہ کہ امی اور یکم اکتوبر کے درمیان انہوں نے اپنے بیٹے مرزا مغل کو جو گورنمنٹ
 ہند کی رعایا تھا اور دیگر نامعلوم باشندگان دہلی و مالک مغربی و شمالی کو جو گورنمنٹ
 ہند کی رعایا تھے سلطنت کے خلاف ہتھیار اٹھاتے ہیں مدد دی اور سازش کی۔
 ۸۔ یہ کہ سلطنت برطانیہ کے رعایا ہونے کے باوجود انہوں نے خود گورنمنٹ کی
 وفاداری نہیں کی جو کہ ان کا فرض تھا اور دہلی میں امی شہزادہ یا اس کے قریب
 قریب اپنے تئیں بادشاہ ہند مشہور کیا اور شہر دہلی پر ناجائز طور سے قبضہ کر لیا اور وہ
 امی تا یکم اکتوبر شہزادہ کے درمیان مرزا مغل اپنے فرزند اور محمد نجف خان صوبہ جا
 تو پنانہ سے سازش کی اور علم بغاوت بلند کیا۔ برطانیہ عظمیٰ کے خلاف جنگ کرنے
 پر آمادہ ہوئے۔ گورنمنٹ برطانیہ کا تختہ الٹ دینے کی غرض سے ہتھیار بند تپاہیوں
 کو مغویانہ دہلی میں جمع کر کے متذکرہ سلطنت کے خلاف لڑنے کے لئے آمادہ کیا۔
 ۹۔ یہ کہ امی شہزادہ یا اس کے قریب قریب قلعہ دہلی کے اندر ۲۹ مئی
 انگریزوں کو جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے قتل کر لیا، یا قتل کرنے میں حصہ لیا۔
 ۱۰۔ امی و یکم اکتوبر کے درمیان انگریز افسران و برطانوی رعایا کے جس میں عورتیں اور بچے شامل
 تھے قتل کرنے میں مدد دی اور قاتلوں سے ملازمت، ترقی اور عہدے دینے کا وعدہ کیا۔ مزید برآں
 انہیں مختلف ایوان ایسکے نام حکام جہاں کے گزہ عیسائیوں، انگریزوں، ہندی حوچین، ان میں قتل کریں
 بموجب ایکٹ ۱۷۷۱ شہزادہ اس قسم کا طرز عمل نہایت سنگین جرم ہے۔

دہلی

فریڈرک - میریٹ میجر جنرل
 ڈیوٹی جج ایڈووکیٹ جنرل - دوکیل سرکار
 جنوری ۱۸۵۷ء

سوال علیہا و رشا بموجب بیان مذکور آیا آپ مجرم ہیں یا نہیں؟

جواب - مجرم نہیں ہوں۔

تمام گواہان کو پیش کیا گیا۔

پیروی

وکیل سرکار کا عدالت کو مخاطب کرنا۔

محضرین۔ قبل اس کے کہ کوئی کارروائی کی جائے۔ یہ دریافت کر لینا ضروری ہے کہ آیا آپ صاحبان کے روبرو گواہان پیش کئے جائیں جو ثبوت جرم کی شہادت دیتے ہیں؟ اسپر کا فی غور کر لیا گیا ہے کہ گذشتہ بغاوت سے تعلق رکھنے والے حالات اگر فرد قرار داد جرم میں نہ بھی شامل ہوں تب بھی یہاں باضابطہ درج کر لئے جائیں۔ کسی گذشتہ تاریخ فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ بادشاہ کی زندگی چونکہ ضمانت شدہ محفوظ ہوتی ہے۔ لہذا یہ تفتیش فرد قرار داد جرم کے ساتھ نہ شامل کی جانی چاہئے، بلکہ ایسے جملہ معاملات مثل خط و کتابت متعلقہ وغیرہ علیحدہ پیش کرنے مناسب ہیں۔

میں نہیں جانتا کہ آیا عدالت اس حالت میں کہ کوئی خاص الزام موجود نہیں ہے اس خط و کتابت متعلقہ کو داخل کرنے کی مجاز ہے یا نہیں لیکن یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ہر ایک تفتیش جبکہ ملزم سے تعلق ہو قابل اطمینان اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ ملزم کو بھی موقع دیا جائے کہ کسی تحریر یا شہادت کے ذریعہ ان الزامات کو جو اپنے قائم کئے گئے ہیں رد کر سکیں۔ میں یہ صلاح دیتا ہوں کہ بہتر ہوگا، اگر ان الزامات کو کہ خاص صورت میں مرتب کر لیا جائے تاکہ جرم بابریت صاف طور پر ثابت ہو سکے۔ میری یہ صلاح پسند کی جا چکی ہے۔ لہذا فرد جرم کو جو میں نے ابھی پڑھی ہو عدالت میں پیش کرتا ہوں۔ لیکن صاف طور پر یہ بتایا جائے کہ تفتیش کا دائرہ محدود نہیں ہے۔ یعنی صرف ان قائم کردہ جرم پر جو باقاعدہ اجلاس میں پیش کئے جا چکے ہیں اکتفا نہیں ہوگی۔

وہ خطا جو میں نے سرکاری طور پر میر جرنل بینی۔ سی۔ بی کمانڈنگ ڈویژن

کو لکھا تھا، جس میں ملزم کے خلاف جرائم کی تفتیش کا ذکر تھا اور جسے محدث نے بہت پسند کیا تھا، اب عدالت میں پیش کرنا ہوں

نمبر ۵۹

دہلی جنوری ۵۔ ۱۲۵۷ھ

جناب۔ میں آپ کی آگاہی کے لئے اطلاع دیتا ہوں کہ راجہ بلب گڑھ کے مقدمہ کی تجویز ختم کر چکنے کے بعد میں طیار ہوں یہ تفتیش کرنے کے لئے کہ آیا محمد بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی بھی بغاوت میں شامل تھے یا نہیں؟ ایسی تفتیش کو قابل اطمینان بنانے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقدمہ کی صورت اختیار کرنے۔ یعنی بادشاہ پر الزامات قائم کئے جائیں اور انہیں پوری کرنے کے لئے کہا جائے میرے خیال میں کسی دوسرے طریقے سے بادشاہ کا جرم یا بریت ثابت نہیں ہو سکتی اور ہر دوسرے طریقہ کا فیصلہ بے انصافی اور ایک طرفہ کارروائی کے الزام سے بری نہ ہو سکے گا۔ اگر کسی امر واقعہ پر جو تفتیش میں آئے یا ملے فیصلہ کیا جائے تو بہت ہی موزوں ہوگا کہ مقدمہ کے دونوں رخ سے اور سمجھے جائیں۔ ایسا فیصلہ خواہ وہ سزا کا ہو یا بریت کا، موافق ہو یا مخالف، مستند اور قطعی فیصلہ تسلیم کیا جائے گا۔ انہیں مشورہ دیتا ہوں کہ یہ طریقہ اختیار کیا جائے۔ کیونکہ صرف یہی ایک طریقہ ہے جس سے عدالت۔ ملزم، اور عوام کسی اطمینان بخش نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ اگر آپ نے میری رائے کی تائید کی تو میں فی الفور فرجام طیار کر دوں گا جس کی بنا پر سابق بادشاہ دہلی باخوذ کئے جائے تھے ہیں۔ اس کی ترتیب میں وہی طریقہ برتوں گا جو عام طور سے ایسی حالت میں برتا جاتا ہے۔

• صلاح کا طالب آپ کا نیا زمند

• فریڈ۔ جے۔ ہیریٹ میجر۔ ڈپٹی ایڈوکیٹ جنرل

اس پر یہ حکم لکھا گیا۔

میں ڈپٹی جج ایڈووکیٹ جنرل کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔

این پی۔ میجر جنرل۔

کمانڈنگ ڈپٹی فیلڈ فورس۔

یہ خط مسٹر سائڈرس قائم مقام کسٹرن ڈپٹی کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا۔ اور یہ قرار پایا کہ اس صلح پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ فرور قرار واد جرم طیار کی گئی اور مقدمہ باضابطہ شروع ہو گیا لیکن پہرہی وہ پہلا خیال کہ بغاوت سے تعلق رکھنے والے تمام معاملات کی تحقیق پوری طرح کی جائے ترک نہیں کیا گیا، اس بات کا ذکر یہاں کرنے سے میرا منشا یہ ہے کہ ان واقعات کو بھی شامل کر لیا جائے جو ظاہر اب علاقہ معلوم ہونگے۔ اس افتحا جی بیان کو ختم کرنے کے بعد میں مقدمہ ہڈ کے متعلق کچھ الفاظ کہتا ہوں جو یقیناً بجائے خود اثبات جرم ہیں۔

بلحاظ ملزم کے مرتبہ کے، اور پولیٹیکل نقطہ نظر سے ان کے عروج و زوال کو پیش نظر رکھتے ہوئے، مقدمہ معمولی مقدمہ نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے تاریخ کے صفحات پر محفوظ رہنے والا معاملہ ہے۔ مقدمہ حقیقتاً اہم اور نادر ہے۔ حالانکہ اسکا خاتمہ ایک فیصلہ پر ہو گا۔ تاہم وہ فیصلہ ہزار ہا لوگوں کی نظر سے گزرے گا اور لوگ اسے ایسے جذبات سے دیکھیں گے جن سے کوئی اور فوجداری کا مقدمہ نہ دیکھا گیا ہو گا۔

ذیل میں خط نمبر ۱۹ مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۴۵ء سے اقتباس کیا گیا ہے۔ جو

سی سائڈرس قائم مقام کسٹرن ڈپٹی نے میجر جنرل پی سی بی کمانڈنگ ڈپٹی فیلڈ فورس کو تحریر کیا تھا۔ جو اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ عدالت کے اختیارات کیوں صرف فیصلہ ہی تک محدود رکھے گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ میجر جنرل ولسن نے ملزم سے آوے کر لیا تھا کہ تمہیں سزائے موت دید جائے گی۔ مسٹر سائڈرس کا خط بموجب

ہدایت سر جان لارنس لکھا گیا ہے اور اس کے اقتباس درج ذیل ہیں :-
میں ساتھ ہی ساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ بادشاہ سابق کی زندگی کا پتہ
تھنسن نے ذمہ لے لیا ہے۔ اور یہ بھی جرنل دلسن کی ہدایت کے بموجب کیا گیا ہے
پس فوجی کمیشن کو مجاز نہ ہو گا کہ انہ کوئی سزا مقرر کرے یا اپنی تحقیقات کی بنا پر تجویز
جرم کرے۔

میں مقدمہ ہذا کے متعلق تحریری شہادات جو مجھے دستیاب ہو سکیں پیش
کرتا ہوں اور ہر وقت اپنے مفرد و بھرپور دوسرے و گواہان کو ہم پچانے کے لئے
موجود ہوں۔

میرے پاس درنیکر تحریری شہادت ہے جسے سترحمیس مرنی ڈپٹی کلکٹر
محصول سرکاری دہلی نے مزید تصدیق سے ترجمہ کیا ہے جو اعلیٰ درجہ کے زبان دان
ہیں۔ اور اگر آپ منظور فرمادیں تو وہ خود کو آپ کی مرضی کے موافق بطور مترجم پیش
کر سکتے ہیں۔

تحریری شہادت بہت لمبی چوڑی ہے۔ اور اسے حتی الامکان مختصر کرنے
کے لئے میں نے پانچ حصوں میں منقسم کیا ہے۔ اول۔ کاغذات متفرقہ۔ دوم
وہ جن میں قرض کا بیان ہے۔ سوم۔ وہ جن میں سپاہیوں کی تنخواہ کا مذکور ہے
چہارم میں تمام فوجی معاملات کا ذکر ہے۔ اور پنجم وہ جس میں واردات قتل کا حال
اور یہ خاص طور سے چہارم سے علاوہ رکھتا ہے۔

اس تحریری شہادت کے بیشتر حصہ کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ
خود ملزم کے لکھے ہوئے احکام ہیں اور اسکی گرفت کے لئے گواہی طلب کی
جائے گی۔ دیگر کاغذات کنی ہی اسی طور سے ترتیب دی جائے گی۔ یا جیسا صورت
حالات کے مناسب ہو گا کیا جائے گا۔ لیکن مجھے خوف ہے کہ چند کاغذات ایسے

ہی آپ کے روبرو پیش کئے جائیں گے جن کا کوئی تین ثبوت نہ ہوگا کہ وہ کہاں سے آئے اور جن کی طرف یہ منسوب ہیں کون ہیں۔ اس صورت میں عدالت کو خیال ہوگا کہ پوری تحقیقات نہایت ضروری ہے اور یہ کبھی پوری نہ ہو سکے گی اگر شہادت جو بجائے خود معتبر ہو صرف اسوجہ سے کہ خفیہ ضابطہ سے منطبق نہیں ہو سکتی رد کر دی جائے۔ آپ ان مشکلات کو پیش نظر رکھیں گے جو کسی تحریر کے اثبات میں حاصل ہو جاتی ہیں اور جبکہ منسوب الیہ انکار کی کافی وجوہات رکھتا ہے کہ وہ تیسری اس کی لکھی ہوئی نہیں ہیں اور اسے ملزم سے کوئی تعلق نہیں۔ زبانی شہادت پر مجھے اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں وہ معتد ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن یہ ذہن نشین ہو جانا چاہئے کہ ہر ہندوستانی جلسے میں بطور گواہ کے عدالت میں پیش کروں گا۔ وہ ضرور اپنے اظہار کو مفید مطلب بنانے کے لئے کچھ نہ کچھ تغیر و تبدل کر لیا۔ اور غدر کے ان مستند واقعات کی موافقت نہ کر لیا جو کتا ہمیں اول ہی سے علم ہے۔ میں اب تحریری شہادت سے شروع کرتا ہوں اور پہلی شہادت تحریری ملزم و نیز ان افراد کی جو بغاوت میں شریک تھے ثبوت ہستغاثہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔

ایف بی۔ ہیئر نیٹ میجر۔

ڈپٹی جج ایڈووکیٹ جنرل ووکیل سرکار

دیباں ووکیل سرکار نے نہایت دلچسپ خطوط عدالت کے سامنے

پیش کئے جن میں بعض بہادر شاہ کے نام ان کے امراء۔ رعایا افسران

فوج وغیرہ کے ہیں اور بعض خود بادشاہ کے مذکورہ لوگوں کے نام

ہیں اکثر خطوط پر خود بادشاہ کی تحریریں اور دستخط موجود ہیں

کئے گئے تھے میں نے ان خطوط کو علیحدہ چھپوایا ہے ورنہ یہ کتاب

بادشاہ کے دستخط انپر ہیں اور مکند لال ملزم کے اسپیشل سکریٹری کی مہر ہے، نمبر ۵۶ گواہ کو دکھایا جاتا ہے، اسے وہ مکند لال کی تحریر بتاتے ہیں اور بادشاہ کی خاص مہر شاہی ثبت ہے۔

جج ایڈوکیٹ پیر متذکرہ کا غذات کا ترجمہ نمبر ۳۶ تک پڑھتا ہے۔
اب دھانی بنگلے ملزم پیشی بڑھانے کی درخواست کرتے ہیں۔ عدالت دوسرے روز گیارہ بجے تک کے لئے مقدمہ ملتوی کر دیتی ہے

دوسرے روز کی کارروائی

جمعرات - ۲۸ جنوری ۱۸۵۶ء

آج پیر عدالت بوقت گیارہ بجے صبح قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی پریسیڈنٹ ممبران مترجم اور ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔
ملزم عدالت میں حاضر کئے گئے۔

حکیم حسن الدخاں عدالت میں طلب کئے گئے۔ اور گڈنتہ تصدیق کی یاد دہانی کی گئی۔

اب ملزم استدعا کرتے ہیں کہ ایک تافون پیشہ غلام عباس نامی انکی طرف سے عدالت میں باریاب کیا جائے تا انہیں قانونی مدد مل سکے۔

عدالت منظور کرتی ہے اور غلام عباس اپنے مقام پر بلایا جاتا ہے۔

پیر مترجم اصلی کا غذات کو پڑھتا ہے جس کا ترجمہ جج ایڈوکیٹ نے کل پڑھا تھا اور ملزم کے مددگار کو بھیایا جاتا ہے کہ کل گواہ نے ہر ایک کا غذ کی کسی شہادت دی۔ جب مترجم اصلی فارسی کا غذات کو نمبر ۳۶ تک پڑھ چکا ہے، تو جج ایڈوکیٹ نمبر ۵۶ تک انگریزی ترجمہ پڑھتا ہے۔

مذموم غشی کی حالت طاری ہو گئی۔ لہذا عدالت دو بجکر بیس منٹ پر دوسرے روز گیارہ بجے تک کے لئے برخاست کی گئی۔

تیسرے روز کی کارروائی

یوم جمعہ - ۲۹ جنوری ۱۸۵۷ء

عدالت گیارہ بجے دیوان خاص، واقع قلعہ دہلی میں منعقد ہوئی۔
پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، راج، ایڈوکیٹ، سب موجود ہیں۔
مذموم عدالت میں لئے گئے اور غلام عباس مختار بھی موجود تھا۔
مترجم نمبر ۶ تک اصلی فارسی کا خلاصہ پڑھتا ہے کل جبکو راج ایڈوکیٹ نے
انگریزی میں پڑھ کر سنایا تھا۔ وکیل غلام عباس گواہ کی حیثیت سے اظہار ویتا ہے۔
راج ایڈوکیٹ اظہار ویتا ہے۔

سوال - امیری شہداء کو جب باغی فوجیں میرٹھ سے آئی تھیں، تم کہاں تھے۔
جواب - میں اس دیوان خاص میں تھا۔

سوال - تم نے جو کچھ اس موقع پر دیکھا ہو بیان کرو۔

جواب - آٹھ بجے صبح پانچ یا چھ سواریوں کی آمد سن لی گئی۔ اور وہ بادشاہ کی نشاندہ
کے باہر تھے۔ پہلے انہوں نے نہایت زور زور سے چلانا شروع کیا جس پر بادشاہ نے
اپنے غلاموں کو دیکھنے کے لئے کہا کہ کون لوگ شور مچاتے ہیں۔ ایک غلام برآمدہ میں آیا
اور سواریوں سے تھوڑی دیر گفتگو کرتے رہنے کے بعد بادشاہ کے پاس واپس چلا گیا
مجھے نہیں معلوم کہ اس نے بادشاہ سے جا کر کیا کہا۔ مگر اسی وقت بادشاہ نشہ گاہ
سے ملے ہوئے دوسرے کمرے میں آئے اور مجھے طلب کیا۔ انہوں نے مجھ سے
کہا کہ یہ سواری میرٹھ میں بغاوت پھیل کر چلے آ رہے ہیں اور اب چاہتے ہیں کہ مذہب

کی حمایت میں انگریزوں سے لڑیں اور انہیں قتل کریں" پھر مجھے فی الفور کپتان ڈگلز کے پاس جانے کی ہدایت کی اور کہا کہ انہیں سب حال بتا دینا اور انتظام کے لئے درخواست کرنا۔ بعد ازاں اپنے کسی شاہی خدمتگار سے حکم دروازہ بند کر لیا۔ حسب الحکم میں کپتان ڈگلز کے پاس گیا اور پیام سنا دیا۔ کپتان ڈگلز سنتے ہی میرے ہمراہ ہوئے اور کہا کہ کیا معاملہ ہے؟ خیر بچہ لونگا، پھر وہ اسی دیوان خاص میں لئے اور بادشاہ بھی ان سے ملنے کے لئے یہیں آگئے۔ بادشاہ میں اسوقت خاصی طاقت تھی اور بدلتے کسی کے سارا دئے صرف لکڑی ٹیکے ہوئے آگئے تھے۔ پہلے انہوں نے کپتان ڈگلز سے دریافت کیا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ کیا معاملہ ہے؟ یہ فوجی سوار لئے ہیں اور اپنی حسب منشاء کارروائی بہت جلد شروع کرنا چاہتے ہیں۔ حکیم حسن الدفان اور میں اسوقت موجود تھے۔ کپتان ڈگلز نے درخواست کی کہ نشستگاہ کا دروازہ کھلو اور یہ بچے تاکہ میں ان سواروں سے دو بدو گفتگو کر سکوں، بادشاہ نے کہا کہ میں ایسا کرنے دوں گا۔ کیونکہ وہ لوگ قاتل ہیں اور مبادا تمہارے ساتھ بھی کوئی خراب برتاؤ نہ کر بیٹھیں۔ کپتان ڈگلز نے پہرہ دروازہ کھلوانے کے لئے اصرار کیا مگر بادشاہ اس پر رضا مند نہیں ہوئے اور کپتان ڈگلز کا ہاتھ تمام کر کہا کہ میں نہیں جانے نہ دوں گا۔ اس وقت حکیم حسن الدفان نے دوسرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ اگر آپ کو بات چیت ہی کرنی ہے تو برآمدہ میں سے کر لیجئے، چنانچہ کپتان ڈگلز دیوان خاص اور کمرہ شاہی کے درمیان کٹھڑی میں لئے اور اس جگہ کو دیکھنے لگے جہاں وہ تمام سوار جمع ہو رہے تھے۔ میں بھی کپتان ڈگلز کے ہمراہ کٹھڑی میں گیا وہاں تیس چالیس سوار نیچے کھڑے نظر آئے جن میں سے بعض کے پاس بڑے تلواریں تھیں اور بعض سپتولیں اور کارٹوس ہاتھ میں لئے ہوئے تھے اور کئی ایک پل کی طرف سے چلتا رہے تھے ان کے ہمراہ بیدل بھی تھے جو شاید پائیس تھے جن کے سروں پر ٹھنڈاں تھیں۔ کپتان ڈگلز نے سواروں کو لٹکار کر کہا "ابو ہریرہؓ

یہ شاہی بیگمات کے کمرے ہیں۔ تھان کے پاس کھڑے ہو کر بادشاہ کی بے عزتی کر رہے ہو یہ سنتے ہی وہ سب ایک ایک کر کے راج گھاٹ کے پھاٹک سے چلے گئے۔ مان کے جانے کے بعد کپتان ڈکلس بادشاہ کے پاس پھر حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے قلعہ اور شہر کے دروازے بند کرنے کے لئے کہا تاکہ باقی اندر نہ داخل ہو سکیں۔ کپتان ڈکلس نے بادشاہ کو اطمینان دلایا کہ خوف کی کوئی بات نہیں ہے اور انکا فرض ہے کہ خاطر خواہ انتظام کریں، یہ کہہ کر کپتان ڈکلس چلے گئے اور بادشاہ اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے۔ میں اور حکیم حسن الدخان دونوں یہاں دیوان خاص میں آکر بیٹھ گئے۔ اس کمرہ میں ہمیں بیٹھے ہوئے ایک گھنٹہ گزرا ہو گا کہ کپتان ڈکلس کا خدمت گار ایک رتھ لے کر دوڑا آیا جس میں حکیم حسن الدخان کو طلب کیا گیا تھا۔ احسن الدخان کے اصرار سے میں بھی ان کے ہمراہ ہویا۔ جو شخص ہمیں لینے کے لئے آیا تھا کئے لگا کہ کپتان ڈکلس اب وقت طغیہ خان میں ہیں۔ گرد ہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ اپنی قیام گاہ پر چلے گئے ہیں۔ اس وقت میں نے شہر کے ایک حصہ موسومہ دریائے گنج میں بہت دھواں اٹھتے دیکھا اور راہگیروں کی زبانی سنا کہ سوار جنگلوں پر فریر کر رہے ہیں۔ پھر ہم گشت کرتے ہوئے کپتان ڈکلس کی جائے رہائش لاہوری دروازہ قلعہ پر پہنچ گئے تو معلوم ہوا کہ تیسرے کمرہ میں ہیں درمیانی کمرہ میں ہمیں مسٹر سیمن فرزیٹ۔ حکیم حسن الدخان کپتان ڈکلس سے ملنے اندر چلے گئے اور میں مسٹر فرزیٹ کی درخواست پر ان کے ہمراہ واپس ہویا۔ جو بادشاہ سے دو توپیں اور چند پیدل سپاہ کپتان ڈکلس کی قیام گاہ کی حفاظت کے لئے مانگے جا رہے تھے میں اور مسٹر فرزیٹ میزوں سے اتر گئے۔ ان کے ہمراہ ایک صاحب اور نئے جنکا نام مجھے معلوم نہیں۔ مسٹر فرزیٹ کے پاس ایک تلوار تھی اور ان کے ہمراہی کے ایک ہاتھ میں پستول اور دوسرے میں بندوق تھی۔ مسٹر فرزیٹ نے میرے جلد ہونے کی خواہش کی گو وہ خود بھی آ رہے تھے مگر میں پہلے ہی پہنچ گیا۔

بادشاہ کے کمرہ میں پہنچ گئیں نے انہیں خبر کرائی اور جب وہ باہر آئے تو میں نے
 مسٹر فریڈ کی درخواست گوش گزار کر دی۔ بادشاہ نے سنتے ہی تمام فوج کو جو اس وقت
 حاضر تھی مح ایسے افسروں کے جو میسر ہو سکیں دو توپیں لیکر فوراً کپتان ڈگلز کے
 مقام پر پائش پر پہنچنے کا حکم دیا۔ اسی وقت حکیم حسن الدخاں بھی لگے۔ انہوں نے
 بادشاہ سے کہا کہ کپتان ڈگلز نے دو پالکیوں کے لئے درخواست کی ہے تاکہ ان
 دو لیڈیوں کو جو ان کے مکان میں مقیم ہیں حرم سرا میں لجا کر پوشیدہ کر دیا جائے
 بادشاہ نے حکیم حسن الدخاں سے بندوبست کرنے کے لئے کہا۔ اور مقرب خدمت گزاروں
 کو دو پالکیاں اور ان کے اٹھانے کے لئے مستعد کھارڈن اور روانہ کرنے کا حکم دیا اور کہا
 انہیں سید ہی راہ سے نہ لائیں بلکہ پائین باغ سے چکر دیکر لائیں تاکہ باغی سواروں
 کو جو قلعہ میں گھس گئے ہیں یہ نہ معلوم ہونے پائے۔ بادشاہ احکام دیکر اندر کھڑے
 ہوئے جلدی کی تاکید کر رہے تھے اور حکیم حسن الدخاں ان کے قریب کھڑے تھے
 تھے تھوڑی دیر بعد ایک خدمتگزار جو پالکیاں لینے گیا تھا واپس آکر کہنے لگا کہ پالکیاں
 روانہ کر دی گئی ہیں۔ پالکیوں والے بھی تھوڑے عرصہ بعد پلٹ آئے۔ اور کہا مسٹر
 فریڈ قتل کر دئے گئے۔ یہ دس بجے سے قبل کا واقعہ ہے۔ حکیم حسن الدخاں نے
 پھر دوسرا آدمی صحیح خبر لانے کے لئے روانہ کیا۔ ونیز یہ کہ کپتان ڈگلز کہاں ہیں
 وہ لوگ بھی کچھ دیر بعد واپس آئے اور کہا صرف مسٹر فریڈ ہی نہیں بلکہ کپتان ڈگلز اور
 انکی ہمراہی لیڈیاں سب قتل کر ڈالے گئے۔ بادشاہ تو یہ سن کر اندر چلے گئے مگر میں
 حکیم حسن الدخاں کے ہمراہ نہایت سرا سیمہ ہو کر دیوان خاص کے کمرہ میں چلا آیا۔ فوراً
 بعد ہی پیدل سپاہ کے دونوں دستے جو قلعہ کے پھاٹکوں پر متعین تھے۔ میرٹھ
 کے باغی سواروں کو ہمراہ لئے ہوئے دیوان خاص میں داخل ہوئے۔ جہاں ان
 لوگوں نے بندوبست اور پستول ہوا میں فیر کئے اور ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔

بادشاہ شورغل سنکر اندر سے نکل آئے اور دیوان خاص کے دروازے پر کھڑے ہو کر اپنے خدمتگاروں سے کہا، لوگوں کو شور مچانے سے منع کرو اور سپاہیوں کو آگے آنے کے لئے کہو۔ پھر شور فرو ہو گیا اور افسر سوار بدستور گھوڑوں پر چڑھے ہوئے بادشاہ کے پاس چلے گئے اور کہا وہ چاہتے ہیں کہ کار تو سوں کا استعمال ایک نخت مستر کر دیا جائے جو ہندو اور مسلمان دونوں مذہب کے خلاف ہیں۔ کیونکہ ان میں سوار اور گائے کی چربی ہے۔ اور انہوں نے حال ہی میں میرٹھ کے تمام انگریزوں کو قتل کر ڈالا ہے اور اب بادشاہ سے امداد طلب کرتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ میں نے تمہیں طلب نہیں کیا تھا یہ تم نے بڑی بد ذاتی کا کام کیا۔ اسیر ایک سو یا دوسو کے قریب پیدل جو میرٹھ سے آگئے تھے، آگے بڑھے اور دیوان خاص میں داخل ہو گئے، اور کہا تا وقتیکہ حضور بادشاہ ہم میں شامل نہ ہوں ہم مردہ لوگ ہیں۔ اور کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ پھر بادشاہ ایک کرسی پر بیٹھ گئے اور سپاہی، سوار، افسر یکے بعد دیگرے آئے گئے اور زمین بوس ہو کر بادشاہ کو اپنا ہاتھ ان کے سروں پر رکھنے کے لئے درخواست کی۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور وہ لوگ جو دل میں آیا کہتے رہے اور جیب بہت اڑو ہام ہو گیا تو میں وہاں سے چلا گیا۔ اس وقت خوب شور و ہنگام مچا ہوا تھا اور سب لوگ متفق ہو کر بلند آواز سے چلا رہے تھے۔ بعدہ بادشاہ اپنے کمرہ خاص میں چلے گئے اور سواروں نے صحن میں گھوڑے باندھ کر اور تمام باغی سپاہ کے دیوان عام میں اپنے بستر کھوکھو لکر بچاؤ کے قلعہ کے چاروں طرف پہرہ تعینات کر دیا گیا اور میں حکیم حسن العرفاں کے کمرہ میں جا کر لیٹ گیا۔ شام کو چار یا چار بجے کے بعد بہت شور و غل مچا اور باہر نکل کر دیکھا تو سیکرین کی طرف سے بہت گرد و غبار اٹھتا ہوا نظر آیا۔ یہی وقت یہ معلوم ہوا کہ باغیوں نے سیکرین پر حملہ کیا ہے۔ لیکن بعد میں بتایا گیا کہ برطانوی فوج نے سیکرین کو اڑا دیا ہے۔ قریب پانچ بجے کے میں نے

یہ سنا کہ باغیوں نے انگریز مرد و عورت اور بچے سات آٹھ کی تعداد میں گرفتار کر لئے ہیں۔ اور انہیں قتل کرنے کے لئے بادشاہ سے اجازت طلب کرتے ہیں مگر بادشاہ نے کہا کہ ان قیدیوں کو مجھے دید و میں انہیں حفاظت سے رکھوں گا۔ انہوں نے اس شرط پر قیدیوں کو بادشاہ کے محلے لے گیا کہ گارو کے سپاہی باغیوں میں سے مامور کئے جائیں گے اس پر بادشاہ نے انہیں کمرہ میں مقید کر دیا اور حکم نافذ کیا کہ قیدیوں کے لئے کھانا باقاعدہ طور پر بادشاہ کے خرچ سے مہیا کیا جائے۔ غروب آفتاب کے بعد میں ارادہ کر رہا تھا کہ شہر میں اپنے مکان کو جاؤں۔ اور جب دیوان عام کے صحن میں پہونچا تو میں نے دیوان دہلی رجسٹ کے بہت سپاہی موجود پائے میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو سیدھا مکان کو چلا گیا۔ دوسرے روز صبح کو جب میں قلعہ میں آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ توپوں کی آواز جو میں نے دس یا گیارہ بجے شب کو سنی تھی وہ ہندوستانی توپخانہ دہلی نے بادشاہ کی سلامی میں داغی تھیں۔ مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا اسکی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ نے عنان حکومت دوبارہ اپنے ہاتھ میں لی ہے یا کچھ اور؟ تب میں دیوان خاص میں آیا۔ اور حکیم حسن الدخاں سے ملکر دریافت کیا کہ آیا بادشاہ نے اس بدامنی کو فرو کرنے کی کوئی تدبیر کی ہے یا نہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بادشاہ نے ایک خط لکھتے گورنر اگر وہ کو اس مضمون کا بذریعہ سائنڈنی سوار روانہ کیا ہے۔ پندرہ روز کے بعد پھر میں نے ان سے دریافت کیا کہ اس خط کا کوئی جواب آیا یا نہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ سوار تو واپس آگیا ہے لیکن نہ جواب لایا اور نہ رسید لایا وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے خط پہونچا دیا۔ اور اس کا جواب پندرہ روز کے بعد آئے گا۔ پہلے دن کے واقعہ کے بعد میں نے قلعہ جانا چھوڑ دیا، چوتھے یا پنچویں روز کبھی کبھی چلا جاتا تھا۔ اور بادشاہ کو سلام کر کے واپس آ جاتا تھا۔ بعد کے واقعات کی نسبت میں کچھ نہیں جانتا سوال یہ تم نے یہ بھی سنا کہ مسٹر فریزر کو کس نے قتل کیا؟ کیا بادشاہ کے ملازموں نے

کیا تھا یا کسی اور نے۔

جواب۔ اسوقت تو یہ مشہور تھا کہ سپاہیوں نے ولید کیا اور مسٹر فریڈرہوہ میں اسے لگے۔ لیکن بعد میں میں نے یہ سنا کہ انہیں ایک لوہار نے قتل کیا ہے جس کی دکان کپتان ڈگلز کے مکان کے نیچے بازار میں واقع ہے۔ لیکن میں نہیں بتا سکتا کہ اب وہ کہاں ہے یا اس کا کیا نام ہے۔

سوال۔ بادشاہ کا وہی افسروں کے سر پر ہاتھ رکھنا کیا معنی رکھتا ہے کیا اس سے انکی خدمات کا قبول کرنا منظر تھا؟

جواب قریب قریب ایسا ہی تھا لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ اسوقت بادشاہ کے کیا خیالات تھے۔

سوال۔ بادشاہ کا اقتدار کب وہلی میں منتہر کیا گیا یا بادشاہ کا عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لینا کب عام طور پر مشہور ہوا تھا؟

جواب مجھے معلوم نہیں کہ کوئی باقاعدہ تشہیر اس امر کی کی گئی تھی یا نہیں ممکن ہے کہ ایسا ہوا ہو اور میں نے نہ سنا ہو لیکن بادشاہ کا اقتدار غدر ہی کے روز سے قائم ہو گیا تھا۔

سوال۔ کیا اسیوجہ سے توپوں کی سلامی دی گئی تھی؟

جواب۔ میں یہ نہیں جانتا۔ میں نے توپوں کی آواز سنی جو بطور سلامی داعی گئی تھیں کردہ لوگ بادشاہ کے زیر حکم ہو گئے ہیں۔

سوال۔ تمہیں یاد ہے کتنی توپیں داعی گئی تھیں؟

جواب عام طور شاہی سلامی میں اکیس توپیں داعی جاتی ہیں، میرے خیال میں شاید اتنی ہی داعی گئی ہوں گی۔

سوال۔ بادشاہ نے سب سے پہلا دربار عام کس روز منعقد کیا تھا؟

جواب۔ انہوں نے غدر کے پہلے ہی روز سے دربار منعقد کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور فوجی سواروں کو پہلے باریاب کیا تھا وہی پہلا دربار سمجھا جاسکتا ہے۔
سوال۔ غدر سے پہلے بادشاہ اور ان کے خاندان میں کیا تم اکثر ہار کرتے اور ان سے ملتے جلتے تھے؟

جواب میں روزمرہ قلعہ آیا کرتا تھا، اور لفٹنٹ گورنر کے کینٹ سے جو خط و کتابت ہوتی وہ میرے ہی معرفت ہوتی تھی، میں بادشاہ کا ملازم تھا اور میرا تقرر سر تھینکس سٹیکٹ کے اثر اور ذریعہ سے ہوا تھا۔

سوال۔ کیا تمہیں یہ جاننے کا موقع ملا تھا کہ قلعہ میں کیا ہوا کرتا ہے یا اس گفتگو کا جو غدر سے پہلے ہوا کرتی تھی؟

جواب۔ مجھے یہ مواقع حاصل تھے مگر میں نے کبھی کوئی خاص بات نہیں سنی۔
سوال کیا تم پر بادشاہ اور ان کے مقربین کو اتنا اعتماد تھا کہ وہ ان کی باتوں یا مذاہیر کو جو گورنمنٹ برطانیہ سے چھپانا چاہتے ہوں تم پر ظاہر کر دیں۔

جواب۔ میرا شمار ان لوگوں میں نہ تھا جن سے ایسے معاملات کے متعلق رائے لیجاتی یا آگاہی کی جاتی تھی۔ البتہ حکیم حسن الدفان و محبوب علی خاں زیادہ معتد سمجھے جاتے تھے۔

عدالت بوقت چار بجے دوسرے روز گیارہ بجے تک کے لئے برخاست ہو گئی

چوتھے روز کی کارروائی

یوم سپنچر۔ ۳۰ جنوری ۱۸۵۸ء

عدالت آج گیارہ بجے پہر منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب موجود تھے۔

ملزم عدالت میں لائے گئے۔
غلام عباس گواہ پر طلب کئے گئے اور گزشتہ بیان کے سلسلہ میں اظہار
لیا گیا۔

نچ ایڈوکیٹ اظہار لیتے ہیں

سوال - کیا تمہیں غدر سے پہلے ملزم کے خطوط دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے؟
جواب - جی ہاں میں نے بارہا دیکھے ہیں اور اب بھی ان کا خط پہچان سکتا ہوں
سوال - جو کاذبات عدالت میں پیش کئے گئے ہیں۔ اور ملزم کے خود تحریر کردہ ہیں
نیز ان پر مرہ شاہی ثبت ہے کیا تمہیں ان کے اصلی ہونے میں شبہ ہے۔
جواب - کاذبات علی العموم بادشاہ کے ہاتھ کے ہیں اور شاید دو کاذبات پر شبہ ہو
سوال - جب انگریز عورتیں اپنے قلعہ میں قتل کئے گئے کیا تم اس وقت موجود تھے؟
جواب - جی نہیں میں قلعہ میں موجود نہیں تھا لیکن بعد میں سنا کہ کچھ لوگ قتل
کئے گئے ہیں۔

سوال - تمہیں معلوم ہے انہیں کس نے قتل کیا؟ کیا بلوائیوں میں سے کوئی تھا
یا بادشاہ کے خاص ملازموں نے انکو قتل کیا تھا؟

جواب - میں یقینی کچھ نہیں بتا سکتا۔ البتہ دو یا تین روز جب میں قلعہ میں آیا اور حکیم
حسن الدخاں سے دریافت کیا کہ کیوں انہوں نے موقع واردات لوگوں کو
اس فعل سے باز نہیں رکھا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے جو کچھ ہو سکا کرتا رہا۔
لیکن باغی بازار سننے والے نہیں تھے۔

سوال - کیا حکیم حسن الدخاں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ موقع واردات پر موجود تھے
نچا اب نہیں انہوں نے نصاف ظاہر نہیں کیا کہ آیا وہ وہاں موجود تھے یا نہیں
سوال - اس واردات میں کتنے انگریز قتل کئے گئے تھے؟

جواب۔ پہلے مجھے قتل اور معلوم نہیں تھی۔ یا ممکن ہے معلوم ہوا اور بھول گیا ہوں۔
لیکن ابھی گزشتہ دس بارہ روز میں معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ قتل اور میں مع عورتوں
اور بچوں کے پاس تھے۔

سوال۔ کیا ملازم کے پاس سے یہ لوگ قتل کئے گئے؟

جواب۔ میں اس معاملہ میں زیادہ کچھ نہیں جانتا۔ جو کچھ حکیم حسن الدغا سے سنا ہے
وہ یہ ہے کہ بادشاہ نے قتل کرنے سے منع کیا تھا مگر انکی خلاف مرضی ایسا کیا گیا۔

سوال۔ تمہیں معلوم ہے قتل کے دمانے میں ملازم ڈائری در و زنا چھ لکھتا تھا
اگر ایسا ہے تو وہ کون شخص تھا؟

جواب۔ مجھے معلوم نہیں اس وقت ڈائری تھی یا نہیں مگر غدر کے پیشتر البتہ ڈائری تھی
سوال۔ کیا مرزا مغل دہلی کی باغی افواج کے کمانڈران چیف مقرر کئے گئے تھے
اور اگر کئے گئے تھے تو کب اور کس نے کیا تھا؟

جواب۔ مرزا مغل بیشک فوجوں کے کمانڈران چیف مقرر ہوئے تھے اور عام طور
پر یہ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے فوجوں کے کہنے سے کیا تھا

سوال۔ غدر سے پہلے ہندوستانی فوج کی ناراضگی کی بابت تم نے کچھ سنا تھا
جواب۔ جی ہاں میں نے سنا کہ چرب کار تو سوس کے استعمال کی وجہ سے کلکتہ میں
دو رجمنٹوں نے بغاوت کی تھی اور پھر وہ منتشر کر دی گئیں۔

سوال۔ غدر سے پہلے تیس سنا کہ دہلی کی رجمنٹوں کو کسی طرح بھی بدول کیا گیا۔
جواب۔ نہیں۔

عدالت نے اظہار لئے

سوال۔ اگر بڑوں کے قتل کے بعد کیا تم نے ان کی لاشیں، خون یا اور کوئی نشان
دیکھا جس سے معلوم ہو کہ وہ قتل کئے گئے ہیں؟

جواب۔ میں نے یہ کچھ نہیں دیکھا۔

سوال۔ کیا تمہیں وہ جگہ معلوم ہے جہاں یہ عورتیں بچے وغیرہ قتل کئے گئے۔
جواب۔ میں سنا ہے کہ وہ محکم میں قتل کئے گئے جو لاہوری دروازہ سے قلعوں
داخل ہوتے ہوئے ملتا ہے اور چوترہ کے پاس ہی ہے مگر کوئی خاص جگہ نہیں بتا سکتا
سوال۔ تمہیں معلوم ہے لاشوں کا کیا حشر ہوا؟
جواب۔ مجھے نہیں معلوم کہ انکا کیا حشر ہوا۔ مگر اتنا سنا ہے کہ گاڑیوں میں ڈال کر بے
کئے تھے۔

بج ایڈوکیٹ کا مکرانہ مار لینا

سوال۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ انگریز عورتیں اور بچے قتل کئے جانے کے قبل ہی
سے قید کر لئے گئے تھے اگر کئے گئے تھے تو کہاں؟
جواب۔ میں نے سنا ہے کہ وہ قید کر لئے گئے تھے اور انہیں بادشاہ کے باورچیخانے
یا اسی کے متعلقہ کمرہ میں بند کیا گیا تھا۔
سوال۔ انہیں کسے روز بند رکھا گیا؟
جواب۔ آٹھ یا دس روز۔

سوال۔ غدر کے زمانہ میں ملزم کی مہر شاہی کس کے پاس رہتی تھی۔
جواب۔ وہ ملزم کے خاص کمرہ میں رکھی تھی۔

سوال۔ کیا اس کا استعمال صرف بادشاہ تک محدود تھا۔
جواب۔ مہر کی کسی بادشاہ کے حکم کے بغیر نہیں لگائی جاتی تھیں۔
ملزم ہوالاات جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گوئیہ پر ملزم کے مددگار کی حیثیت سے اپنی جگہ پر جا بیٹھے ہیں۔

فارسی کے کاغذات ضمنی متفرقات میں نمبر ۵ سے ۵ تک جزا راجبہ

بلجہ گڑھ کی تجویز مقدمہ میں عدالت کے روبرو صبح مان لئے گئے تھے اور بدو ن کسی شہادت کے اب پھر صبح تسلیم کئے گئے اور ان کا ترجمہ پڑھا گیا۔ حکیم حسن السدھاں پھر طلب کئے گئے اور گزشتہ بیان کا اظہار کیا گیا۔ کاغذات نمبر ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ضمن قرض، میں ترتیب دیکر گواہ کو دکھائے جاتے ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ انپر ملزم کی مہر خاص ثبت ہے گواہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ سوا نمبر ۴ کے تمام کاغذات کند لال کے ہاتھ کے ہیں جو ملزم کا سیکرٹری تھا کاغذات ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، گواہ کو دکھائے جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ۲، ۳، ۴، ۵، اور ۱۳ کو بالکل نہیں جانتے بقیہ کے لئے وہ حسب ذیل شہادت پیش کرتے ہیں۔ نمبر ۱، کند لال کے ہاتھ کا ہے اور بادشاہ کی مہر ثبت ہے۔ نمبر ۱ پر بھی بادشاہی مہر ہے مگر خط نہیں پہچانا جاسکتا۔ نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، پر احکام خاص بادشاہ کے ہاتھ میں ہیں۔ لیکن گواہ ان کا خط نہیں پہچان سکتا ان سولہ ضمن قرض کے کاغذات کا ترجمہ پڑھا گیا۔

عدالت یکم فروری ۱۸۵۵ء کو گیارہ بجے تک کیلئے درخواست کر دی جاتی ہے۔

پانچویں روز کی کارروائی

یوم دوشنبہ یکم فروری ۱۸۵۵ء

دیوان خاص قلعہ دہلی میں آج پھر عدالت کا اجلاس شروع ہوا۔

پریسیڈنٹ، ممبران۔ مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل وغیرہ موجود ہیں ملزم عدالت میں لائے گئے۔

مترجم ضمن قرض کے تمام کاغذات نمبر ۱ میں پڑھتا ہے جس کا ترجمہ گزشتہ تاریخ پر کیا گیا تھا۔

پیر کا غذات پڑھے جاتے ہیں۔

پچھری بوقت چار بجے شام دوسرے روز گیارہ بجے تک کے لئے ملتوی کر دی جاتی ہے۔

چھٹے روز کی کارروائی

یوم شنبہ مورخہ ۲ فروری ۱۷۵۸ء

عدالت دیوان خاص قلعہ دہلی میں آج بوقت گیارہ بجے پھر منعقد ہوئی۔

پریسڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل تمام موجود ہیں۔

مقدمہ عدالت میں لائے گئے غلام عباس ان کا مددگار بھی حاضر ہے۔

مترجم اصلی فارسی کا غذات کو پڑھتا ہے جب تک کل ترجمہ پڑھا گیا تھا

حکیم ابن السدخال عدالت میں طلب کئے گئے اور ان کا اظہار لیا جانے لگا۔

ڈپٹی جج ایڈوکیٹ اظہار لیتے ہیں۔

سوال ان چھ کا غذات کو دیکھو اور بتاؤ کہ ان میں سے کسی کا بھی خط پہچان سکتے ہو؟

چھ کا غذات فارسی کے ضمن ”قتل“ میں ترتیب دیکر گواہ کو دکھائے جائیں

جواب۔ نمبر ۱، ۲، ۳، ۴ پر مقدم کے ہاتھ کے لکھے ہوئے احکام ہیں کا غذات نمبر ۲، ۳، ۴،

۵، خیرات علی کے لکھے ہوئے ہیں جو سخت خان گورنر جنرل کا محرر تھا۔ اس شخص کی

عادت تھی کہ کا غذات پیشتر سے تیار کر رکھتا اور بادشاہ کی ہر وغیرہ بھی ثبت کرویتا

بعد میں بادشاہ کی منظوری پر کا غذات روانہ کیا کرتا تھا۔

سوال۔ کا غذہ نمبر ۵ کی بابت جانتے ہو؟

جواب۔ جی نہیں میں خط نہیں پہچان سکتا۔

سبیل۔ کیا ممکن ہے کہ یہ دفتر میں کہنے کی قفل ہو اور کسی نے محو نے لکھا ہو جب تک

خط تم پہنچا دیتے ہو؟

جواب۔ جی ہاں مجھے محمد بخت خاں کے دفتر کے کسی منشی کا خط معلوم ہوتا ہے
چھ کاغذات پر ترتیب دے گئے اور ڈپٹی جج ایڈوکیٹ نے الکا ترجمہ
اور مترجم نے اصلی فارسی میں انہیں پڑھا۔

کاغذ چیر الف کا نشان تھا مع اس کے اصلی لفافہ کے چیر دہلی پوسٹ
آفس کی مہر ہے لایا گیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ۲۵ مارچ ۱۸۵۷ء
کو دہلی کے ڈاک خانہ میں ڈالا گیا تھا اور ۲۷ مارچ ۱۸۵۷ء کی مظاہر کرتی ہو
کہ یہ اس وقت آگرہ پہنچا۔

جج ایڈوکیٹ نے بیان کیا کہ یہ اہم دستاویز مسٹر کالون سابق لفٹنٹ
گورنر آگرہ کے کاغذات میں پائی گئی۔ پھر اس کا ترجمہ پڑھا گیا۔

جج ایڈوکیٹ نے گواہ کے اظہار سے

سوال۔ کیا تم محمد حسن عسکری دہلوی سجادہ نشین کو جانتے ہو؟

جواب۔ جی ہاں جانتا ہوں وہ دہلی دروازے کے قریب ہی رہتے تھے اور
اکثر بادشاہ کے پاس آیا بایا کرتے تھے۔

سوال۔ کتنے روز ہوئے جب تم نے انہیں دیکھا تھا؟

جواب۔ میرا انگلشیر کے دو بارہ دہلی پر قبضہ پانے کے قریب قریب میں روز
قبل دیکھا تھا۔

سوال۔ تم جانتے ہو وہ کہاں گئے اور ان کا کیا حشر ہوا۔

جواب۔ انہیں جوں نہیں جانتا

سوال۔ وہ کس زمانے میں بادشاہ کے پاس اکثر آتے جاتے رہتے تھے۔ اور یہ
بھی جانتے ہو سب سے پہلے وہ کب بادشاہ سے ملے تھے۔

جواب - سب سے پہلی ملاقات کو تقریباً چار سال ہوئے بادشاہ کی ایک دختر انکی مرید ہو گئی تھی۔ اس نے بادشاہ کے سامنے حسن عسکری کی پاکبازی کی بے حد تعریف کی اور بادشاہ نے بیماری کی حالت میں اپنے لئے دعا کر کے اور تعویذ وغیرہ دینے کے لئے انہیں بلایا۔ گزشتہ ایک یا دو سال سے انکی آمد و رفت بہت بڑھ گئی تھی۔ یہ دختر دہلی دروازہ کے قریب حسن عسکری کے مکان سے ملے ہوئے مکان میں رہتی تھی اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اسکی بیوی بن گئی تھی۔

سوال - کیا یہ شخص حسن عسکری توت اعجاز کا جھوٹا مدعی تھا۔ یا آئندہ واقعات وحقیقت بتا دیتا تھا۔

جواب - وہ خواب کی تعبیریں بیان کرتے آئندہ ہونے والے واقعات کا پتہ بتانے اور صاحب کشف مائے جالتے تھے

سوال - کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب انگریزوں اور شاہ ایران میں جنگ چھڑی تھی اسوقت وہ اسکے متعلق کچھ کہتا تھا۔

جواب - صرف برطانیہ اور ایران کے درمیان جنگ چھڑنے ہی کے وقت نہیں بلکہ دو سال قبل انہوں نے بادشاہ سے چار سو روپیہ حاصل کیا تھا جو ایک شخص کو جس کی بابت کہا جاتا تھا کہ مکر جارا ہے دئے گئے تھے۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ حج کے بہانہ شاہ ایران کے پاس روانہ کیا گیا ہے اس شخص کا نام شیدی قبر تھا وہ جشی تھا اور غالباً حبش ہی سے آیا ہوگا۔

سوال - تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیوں ظاہر کیا گیا کہ یہ شخص مکر جارا ہے جبکہ اس کی منزل مقصود شاہ ایران تھا؟

جواب - میں اس دہوکہ دہی کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مجھے چڑیا جاکے مل جاسوس اور بارہ خبر دی تھی کہ شیدی قبر حج کو نہیں بلکہ ایران جارا ہے۔ اور وہ بار کے

دیگر نذیریوں سے بھی پوچھنے سے یہی معلوم ہوا۔

سوال۔ تم نے کبھی سنا کہ اس شخص کے ایران بھیجے سے کیا مدعا تھا؟

جواب۔ نہیں لیکن قلی خان اویسبت، بادشاہ کے دو مقرب ملازموں سے سنا تھا کہ حسن عسکری نے شیدی قبر کو بوقت شب چند کاغذات دے کر چنبرہ شاهی ثبت تھی پھر اسے ایران روانہ کر دیا گیا۔

سوال۔ کیا قلعہ دہلی میں ایران و انگریزوں کی جنگ کا ہمیشہ تذکرہ ہوا کرتا تھا۔ اور بادشاہ کو اس گفتگو سے کبھی تھی؟

جواب۔ نہیں۔ محل میں کچھ اسی مضمون پر خصوصیت سے بحث نہیں ہوتی تھی۔ البتہ ہندوستانی اخبارات قلعہ میں آتے رہتے تھے اور ان میں نقل و حرکت کے حالات مرقوم ہوتے تھے۔ لیکن بادشاہ کو میں نے اس طرف دلچسپی کا اظہار کرتے کبھی نہیں دیکھا۔

سوال۔ کیا مسلمانان دہلی کو اس جنگ سے وابستگی تھی اور اسے مذہبی جنگ کی نقطہ نظر سے دیکھتے تھے۔

جواب۔ نہیں۔ مسلمانان دہلی سنی ہیں اور اہل ایران شیعہ اسلئے انہوں نے ذرا بھی وابستگی ظاہر نہیں کی

سوال۔ تمہیں معلوم ہے کہ گزشتہ مارچ میں یعنی دس قبل بادشاہ نے حسن عسکری کو کسی خاص کام کے لئے بیس اشرفیاں دیں تھیں۔

جواب۔ وہ انکو ہمیشہ رو پہنچتے ہی رہتے تھے۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ آپ کو کس کام یا کس خاص موقع کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

سوال۔ کیا تم نے کبھی یہ بھی سنا کہ کوئی شخص کہ جائیو لے کارواں کے ہمراہ قسطنطنیہ گیا ہے۔

جواب۔ نہیں میں نے کبھی شخص کے قسطنطنیہ روانہ کئے جائیکا حال نہیں سنا۔

سوال۔ تم دہلی میں کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جس کا لقب محمد درویش ہو۔

جواب میں نہیں جانتا۔

سوال۔ کیا غدر سے چند ماہ پہلے جامع مسجد دہلی یا شہر کے کسی اور مقام میں کوئی تحریک

شده کاغذ سپر شاہ ایران کی مہر تھی چسپاں کیا گیا تھا!

جواب۔ جی ہاں غدر سے چند ماہ قبل میں نے سنا تھا کہ شاہ ایران کا اعلان جامع

مسجد چسپاں کیا گیا ہے۔

سوال۔ کیا تم نے کبھی سنا کہ وہ کاغذ کیونکر وہاں آیا!

جواب۔ نہیں لیکن یہ سنا ہے کہ مضمون ایسا ہی تھا جیسے شیخ مسلمان لکھتے ہیں

سوال۔ کیا عمروا تسلیم کر لیا گیا تھا کہ وہ کاغذ اصلی ہے۔

جواب۔ اسکی اصلیت کا عوام کو یقین نہیں تھا۔ علی العموم انہیں اس میں اشتباہ تھا

سوال۔ کاغذ کا مضمون کیا تھا!

جواب۔ میں نے سنا ہے کہ اس میں مذکور تھا کہ مسلمان تعصب و تفرقہ کو علیحدہ

رکھیں اور موجودہ وقت میں باہم متحد ہو کر ایک ہی علم کے زیر سایہ جہاد کریں۔

سوال۔ کیا اس اعلان سے شہر میں جوش و اضطراب نہ پیدا ہو گیا تھا۔

جواب۔ نہیں کسی بڑی حد تک نہیں

سوال۔ کیا قلعہ میں یا ملزم کو اس اعلان کا ذکر کرتے ہوئے تھے سنا۔

جواب۔ ملزم نے میرے سامنے کچھ نہیں کہا۔ لیکن قلعہ کے دیگر چند اشخاص کا تذکرہ

کرتے سنا تھا۔

سوال۔ کیا کہنی کے الحاق اودہ سے دہلی کی مسلمان آبادی میں بھیننی کو ذرا خلی

کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔

جواب۔ اس سے ذرا بھی ناراضگی نہیں پیدا ہوئی، بلکہ مسلمانانِ دہلی کو بڑی خوشی ہوئی، کیونکہ اہلِ لکھنؤ شیعہ تھے اور انہوں نے مولوی امیر علی کو جو سید اور سنی تھے قتل کر دیا تھا۔

سوال۔ کیا غدر سے کچھ روز پہلے جامع مسجد پر فرقہ مسلم کی ناراضگی کا کوئی اثر پڑا یا اشتہا چسپاں کیا گیا تھا؟
جواب مجھے یاد نہیں کہ کوئی کیا گیا ہو۔

سوال۔ کیا کبھی دہلی کے ہندوستانی اخبارات نے بغاوت سے پہلے انگریزوں سے جہاد کرنے کی ضرورت ظاہر کی تھی۔

جواب۔ انہوں نے کبھی نہیں کی وہ ایسا کرتے تو مرکاری حکام خود محسوس کر سکتے تھے۔
مذہب سوالات جرح سے انکار کرتے ہیں۔

کاغذِ لغت مترجمِ اصلی فارسی میں پڑھ کر سکتا ہے۔
عدالت کل اظہار کیجئے تک کے لئے برخواست ہو جاتی ہے۔

ساتویں روز کی کارروائی

یومِ بدہ - ۳۱ فروری ۱۸۵۷ء

عدالت دیوانِ خاص قلعہ دہلی میں آج گیارہ بجے سے منعقد ہوئی
پریسیڈنٹ، ممبرانِ مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل تمام موجود ہیں۔
مذہب عدالت میں حاضر کئے گئے اور انکا مددگار غلام عباس بھی حاضر ہے۔
حکیم حسن المذہب خان طلب کئے گئے اور اظہار دینے لگے۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار کئے۔

سوال۔ تمہارے محمد درویش کی عرضی سن لی۔ کیا تم جانتے ہو کہ کوئی چیز کھڑی ہے

کے نوان یار و عنایتا بنے کے سکے یا کپڑا، بادشاہ نے حسن عسکری کے وظائف یا عمل پڑھنے کے لئے روانہ کئے تھے۔

جواب۔ جی ہاں یہ تمام اشیاء حسب معمول بھیجی جاتی تھیں مگر میں یہ نہیں جانتا کہ کسی خاص مطلب سے روانہ کی جاتی ہوں جیسا کہ عرضی میں مذکور ہے۔

سوال۔ تم نے کہا تھا کہ جاٹ مل دربار کا جاسوس تھا۔ کیا مخبری کرنے کے صلہ میں بادشاہ اسے کچھ دیتے تھے۔

جواب۔ نہیں وہ بادشاہ کا ملازم نہیں تھا۔ بلکہ گورنمنٹ برطانیہ کا اخبار نویس تھا سوال۔ پھر یہ کیونکر ہوا کہ اسے اس راز سے آگاہی ہو گئی اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ کے اخبار نویس کو ایسا اہم معاملہ سے مطلع کیا جائے؟

جواب۔ جاٹ مل محل کے آس پاس خبریں جمع کرنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ اور اس معاملہ کو سن کر اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس راز سے آگاہ ہوں۔ اس وقت میں اس سے بالکل لاعلم تھا۔ اور بعد میں جو کچھ میں نے سنا اس سے جاٹ مل کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ گواہ جاتے ہیں جاٹ مل سابق اخبار نویس لفٹنٹ گورنر اگرہ عدالت میں طلب کیا گیا اور اقرار لے گئے۔

جنج ابد و کیٹ نے اقرار لے لے۔

سوال۔ کیا حسن عسکری نامی شخص کو تم جانتے ہو۔

جواب۔ جی جانتا ہوں۔

سوال۔ کیا وہ اکثر ملزم کے پاس حاضر رہتا تھا۔

جواب۔ جی ہاں

سوال۔ بادشاہ اور اس کے درمیان کیا راہ و رسم تھی جو معلوم ہو بیان کرو۔

جواب۔ یہ بادشاہ کے پاس آتے اور کچھ ٹھہر کر دم کیا کرتے تھے وہ خود کو صاحب کشف و کرامت

جتھے اور پیشینگوئیاں و خواب کی تعبیریں بیان کرتے تھے (یہاں ملازم خود بخود بتاتے ہیں کہ بے شک حسن عسکری میں یہ تمام فضائل ہیں جو بیان کئے جا رہے ہیں) حسن عسکری کا قول تھا کہ اکثر ہائے غیب کی آوازیں انہیں آیا کرتی ہیں۔ جب انہیں طلب کیا جاتا تو فی الفور بادشاہ کے پاس حاضر ہو جاتے تھے اور اکثر بے بلائے بھی چلے آتے تھے خصوصاً رات کے وقت جب کبھی انہیں بادشاہ سے مشورہ کرنا ہوتا۔

سوال۔ تم نے کبھی کسی خاص خواب کی نسبت کچھ سنا جس کی تعبیر عسکری نے بادشاہ کو بتائی ہو۔

جواب۔ جی ہاں اس وقت جبکہ ایرانی افواج ہرات میں آئیں تو میں نے سنا ہے کہ حسن عسکری نے خود کا دیکھا ہوا خواب بادشاہ سے بیان کیا تھا کہ اس نے مغرب سے ایک بگولہ نمودار ہونے دیکھا جس کے تعاقب میں ایک سیلاب عظیم آیا اور ملک کو روندنا ہوا نکل گیا مگر اس سیلاب سے بادشاہ کو بالکل پریشانی و تکلیف نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ اسی سیلاب میں اپنے تخت پر بیٹھے رہے پھر حسن عسکری نے اس کی یہ تعبیر بیان کی کہ شاہ ایران مشرق میں برطانوی طاقت کو تباہ و برباد کر دیگا۔ اور بادشاہ کو تخت پر بٹھا کر از سر نو عثمان سلطنت ان کے ہاتھ میں دیگا اور کفار یعنی برطانوی قتل کئے جائیں گے۔

سوال۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس شخص حسن عسکری کے ذریعہ شاہ ایران کے پاس خطوط بھیجے گئے یا اس سے سلسلہ پیام رسانی رہا ہو۔

جواب۔ جی ہاں میں جانتا ہوں کہ خطوط بھیجے جاتے تھے۔ ڈیڑھ یا دو سال ہوئے کہ ایک قافلہ مکہ چلا رہا تھا۔ ایک شخص شیدی قبر نامی نے جو محل کے تمام حبشیوں کا سردار تھا اس قافلہ کے ہمراہ جانے کی اجازت چاہی مینظوری مل گئی اور حسب دستور اسے ایک سال کی تحواہ پیشگی دیدی گئی اور کہا جاتا ہے کہ سترہ ہجری

بادشاہ کی طرف سے ایک درخواست بحضور خداوند تعالیٰ بھیجی گئی تاکہ اسے
 بیجا کرخانہ کعبہ میں چسپاں کر دیا جائے دس یا بارہ روز بعد میں نے سنا کہ شیدی
 قبر کا کد جا محض فریب تھا۔ بلکہ دراصل وہ بادشاہ دہلی کا خط شاہ ایران کو دینے
 کے لئے بیکر ایران گیا ہے۔ میں نے بہ بادشاہ کے قاصد خواجہ بخش اور ایک مقرب
 خاص سے جب کا نام مجھے یاد نہیں سنا ہے۔ اس وقت میں نے کپتان ڈگلز
 کو اطلاع کی جنہوں نے کہا کہ یہ نہایت اہم بات ہے اور مجھے زیادہ تحقیقات
 کرنے کی ہدایت کی۔ کیونکہ بادشاہ دہلی کو شاہ ایران سے اس قسم کی خط و کتابت
 کرنے کی ممانعت تھی۔ میں نے حکیم احسن الدخاں سے دریافت کیا کیونکہ جو فقیہ
 معاملات تحریری وقوع میں آتے تھے۔ انہیں خبر دیتی تھی۔ حکیم احسن الدخاں
 نے انکار کیا کہ انہیں اسکی مطلق خبر نہیں اور اگر ایسا کیا گیا ہے تو ان کی لاعلمی
 میں ہوا ہو گا۔ میں نے کپتان ڈگلز کو مطلع کر دیا اور اپنی تحقیقات بدستور جاری
 رکھی۔ اور کوئی بیس روز کے بعد اصل حال تحقیق ہو گیا۔ میں بھول گیا کہ کس سے
 یہ معلوم ہوا تھا کہ حیدر حسین کمانڈنٹ توپخانہ ملزم، اور حسن عسکری نے ملکر
 چند خطوط شیدی قبر کے ذریعہ ایران روانہ کئے ہیں۔ میں نے یہ کپتان ڈگلز کو
 جا کر بتا دیا اور کہہ دیا کہ لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ یہ خبر میرے بھی کانوں میں پڑ
 چکی ہے۔ لہذا اب وہ محتاط رہتے ہیں اور اب میں سراغ نہیں لگا سکتا۔
 نیز کپتان ڈگلز سے میں نے یہ کہا کہ لاہور کے پاس شیدی قبر کو گرفتار کر نیک
 بندوبست کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تحقیق نہیں ہے کہ وہ کوئی راہ سے
 گیلے۔ لہذا اس معاملہ کو طول دینا فضول ہے۔
 سوال۔ کیا سمرائے بنگ ایران پر اہل قلع و بادشاہ بہت بحث کیا کرتے تھے۔
 جواب۔ جی ہاں۔ محل اور شہر میں اکثر بھی بحث چمڑی ہوئی تھی۔

سوال - کیا تم جانتے ہو کہ مذہبی جنگ کی رو سے اسپر وشنی ڈالی جاتی تھی ؟
جواب - جی ہاں ہر حصہ ملک میں عموماً یہی خیال کیا جاتا تھا کہ مذہبی جنگ ہے اور
شاہ ایران فقیاب ہو گا مگر بعض لوگ جنہیں حقیقت امر سے آگاہی تھی کہا کرتے تھے
کہ شاہ ایران انگریزوں سے عہدہ برآ نہ ہو سکے گا۔

سوال - کیا تم جانتے ہو کہ کمپنی کی فوج کے دیسی سپاہیوں یا افسروں سے ملازم
یا ان کے کسی معتدے کو بھی سلسلہ جنبانی کی ہویا کرنے کی کوشش کی ہو ؟
جواب - نہیں کسی سلسلہ جنبانی کی نسبت جو ملازم یا ان کے ایجنٹوں نے کی ہو کبھی
نہیں سنا۔ البتہ ساڑھے تین سال قبل پہلی مرتبہ دس یا بارہ مسلمان سپاہیوں
نے اور دوسری بار چھ یا سات نے ملازم کے مرید ہونے کی استدعا کی تھی جسے ملازم
نے بھی منظور کر لیا تھا۔ اس معاملہ کو سر جان تھیونلس مشکافٹ نے دستخطات
کی تھی اور تدارک کر دیا تھا۔

سوال - کیا کمپنی کے اودہ کو لے لینے پر بھی بادشاہ یا اہل قلعہ بحث کرتے تھے ،
اگر کرتے تھے تو کس نقطہ نظر سے ؟

جواب - جی نہیں الحاق اودہ کی بابت میں بے صرف دو مرتبہ گفتگو کرے سنا ہو
جس میں سے ایک مرتبہ جبکہ فوجیں کا پور جا رہی تھیں تو ملازم نے مسٹر فرزیر اور
کپتان ڈگلز سے دریافت کیا تھا کہ کیا کمپنی نے اودہ لے لیا ہے ان دونوں نے
بیان کیا کہ انہیں اس بات کی کوئی خبر نہیں ملی۔

سوال - کیا حسن عسکری نے بادشاہ کی مدت عمر یا انگریزوں پر آئندہ کامیابیوں
کی کوئی پیشنگوئی کی تھی۔

جواب - جی ہاں یہ کہا تھا کہ اس نے اپنی عمر کے بیس سال بادشاہ کی عمر میں چڑھا
لیکن انگریزوں پر فتح پانے کا ذکر کیا ہو یہ کبھی نہیں سنا۔ صرف اس کے خواب کا

ڈکوسنا تھا جو بتا چکا ہوں۔

سوال۔ کیا تھے محل میں کبھی یہ سنا کہ پلاسی کی لڑائی کے سو برس بعد انگریزوں کی حکومت مٹ جائے گی؟

جواب۔ جی نہیں۔ کبھی نہیں۔

سوال۔ کیا تمہیں معلوم تھا کہ قبل بغاوت ایسٹ انڈیا کمپنی دہلی کی جینٹین کسی طرح ناخوش تھیں؟

جواب۔ میرے قلعہ میں آتے جاتے وقت ان کی ناراضگی کا کچھ پوچھنی سا احساس ہوتا تھا۔ لیکن غدر سے بیس یا پچیس روز قبل سپاہیوں میں انبارہ کے مکان جلا ڈالنے کا ذکر آپس میں ہوتا تھا۔ اور مجرب کار تو سوں کے بھی تذکرے کرتے اور انہیں استعمال نہ کرنے کی پیمان باندھتے تھے۔

سوال۔ کیا اس مضمون یعنی سپاہیوں کی ناراضگی کا قلعہ میں ہی تذکرہ ہوتا تھا؟

جواب۔ جی ہاں سپاہیوں کی ناراضگی بسبب مجرب کار تو سوں کے استعمال کے اور انبارہ کے مکانات جلا ڈالنے کا چرچہ عام طور سے قلعہ میں ہوا کرتا تھا۔ لیکن بادشاہ کے منہ سے یا ان کے سامنے کبھی میں نے نہیں سنا۔ غدر سے چند روز قبل قلعہ کے پھانگ والے سپاہیوں سے یہ سنا تھا کہ اگر میرٹھ کی فوجوں کو مجرب کار تو سوں کے استعمال کے لئے مجبور کیا گیا تو یہ قرار پایا ہے کہ وہ دہلی کی فوج سے اکڑ جائیں اور یہ سازش ایک ہندوستانی انسر کے ذریعہ عمل میں آئے گی جو کورٹ مارشل ڈیوٹی میں میرٹھ جائیگا؟

سوال۔ کیا یہ بات مٹنے کسی پر ظاہر کی تھی یا اسکی رپورٹ کسی سے کی تھی؟

جواب۔ جی نہیں۔ یہ ایک فوجی معاملہ تھا ویسے ہی مجھے اسکی رپورٹ نہیں کرنی تھی کیونکہ میری تمام رپورٹیں صرف بادشاہ کی ذات تک محدود رہتی تھیں۔

سوال - جب باغی افواج میرٹھ سے آئیں اسوقت تم یہاں موجود تھے؟
 جواب - میں اپنے مکان میں شہر کے اندر موجود تھا میں نے سنا کہ میرٹھ کے چند سواروں
 نے سلیم گروہ پل کے محمول وصول کرنے والے کو قتل کر دیا ہے اور محمول کا
 مکان جلا ڈالا ہے میں نے ان خبروں پر چنداں اعتبار نہیں کیا اور خبروں کا خط
 لکھتا رہا۔ اسے پورا کر کے میں قلعہ میں آیا۔ وہاں معلوم ہوا کہ کپتان ڈگلس مسٹر فریزر
 مسٹر ہینرین مسٹر پیٹ اور مسٹر نکسن ہیڈ کلرک کشن آفس، کلکتہ دروازہ کی طرف باغیوں
 کا تدارک کرنے کے لئے گئے ہیں۔ میں بھی فوراً انکے تعاقب میں روانہ ہوا، اور
 وہاں جا کر دیکھا کہ وہ کلکتہ دروازہ دکشتی کے پل کے پاس ایک دروازہ تھا پر
 پہنچ گئے ہیں۔ جب یہ لوگ وہاں انتظام کر رہے تھے کہ کسی نے اگر خبر دی کہ باغی
 براہ دروازہ زینت المساجد شہر میں داخل ہو گئے اور دریا گنج میں جا پونچے
 اور جنگلوں پر فیر کر رہے ہیں۔ وہاں دراصل بلند ہو رہا تھا۔ یہ صبح آٹھ بجے کا وقت
 ہے اس کے تھوڑی دیر بعد تین سوار دریا گنج کی طرف سے ایک انگریز کے تعاقب
 میں دوڑے چلے آئے تھے۔ ایک نے اسپر پستول کا فیر کیا مگر نشانہ خطا کر گیا
 یہ انگریز میگزین کے راستہ کی طرف فرار ہو گیا۔ اسوقت مسٹر فریزر نے دروازہ
 کے ایک محافظ سپاہی کی بدوق لیکر ایک سوار کو گولی مار دی۔ دیگر سواروں
 نے انکے گھوڑے کو گھائل کر دیا، مسٹر فریزر اپنی بگھی میں سوار ہو گئے۔ انکے ساتھ
 کپتان ڈگلس اور مسٹر ہینرین پیدل ہوئے اور یہ سب کے سب قلعہ کی طرف
 چلے گئے۔ مسٹر ہینرین کے شانہ پر کہنی سے کچھ اوپر ایک سوار کی پستول کی گولی
 سے شدید زخم آ پڑا۔ مسٹر فریزر کے قلعہ کی طرف جاتے ہوئے چند سوار اور آپرٹ
 ایک نے پیغٹ کی طرف سے آکر پستول کا فیر کیا۔ مگر مسٹر فریزر بال بال بچ گئے
 اسوقت کپتان ڈگلس کا چیرا سی بختا اور۔ مسٹر فریزر کی بگھی کے نیچے پیٹھا ہوا تھا

کپتان ڈگلز نے جب اپنے آپ کو سواروں سے گھرا ہوا پایا تو شہر کی خندق میں
 کو مہ پڑے اور چند نوکیلے پتھروں پر گرنے سے کپتان موصوف کے سخت چوٹ
 آئی۔ اس وقت سوار جا بجا انگریزوں کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے اسی اثنا میں ہتھیار
 اور چند ہندوستانی ملازموں نے موقع پا کر کپتان ڈگلز کو خندق سے باہر
 نکالا۔ دیکھا تو انہیں سپوشی طاری تھی، پھر انہیں قلعہ کے دروازہ پر ان کے کمرے
 میں پہنچا دیا گیا جب ذرا ہوش آیا تو انہوں نے اپنے پاس کے لوگوں کو مسٹر چیچن
 کے اٹھالنے کی ہدایت کی اور کہا کہ انہیں ضرب شدید آئی ہے۔ ان کے حکم کی تعمیل
 کی گئی۔ مسٹر فریزر قلعہ کے لاہوری دروازہ کے نیچے کی پوشیدہ راہ سے ایک
 انگریز کو ہمراہ لے کر جو اسی روز کلکتہ سے آیا تھا، جا رہے تھے۔ انہوں نے "پران"
 قاصد کو بادشاہ کے پاس تو پیش لانے کے لئے روانہ کیا اور خود بھی مخفی راستہ کے
 دبانہ پر پہنچ گئے۔ انہیں دیکھ کر ایک انہوہ کثیر جس میں مرد اور ہر عمر کے بچے
 موجود تھے اس طرف دوڑا۔ اور پاس جا کر لاف زنی کرتا رہا۔ مسٹر فریزر دشمنی اور
 ذلت کی علامتیں دیکھ کر سخت مرعوب ہوئے اور کپتان ڈگلز کے مکان کی
 طرف لوٹے۔ سیڑھیوں تک پہنچنے پر پائے تھے کہ حاجی لوہار نے ان کے قتل کرنے
 کی غرض سے تلوار کھینچ لی مسٹر فریزر جن کی تلوار نیام میں تھی، اسے اونچا اٹھا کر
 پھرتی سے پٹے اور حوالدار سے کہا "یہ کیا ہے"۔ اس پر حوالدار نے دکھانے
 کے لئے مجمع کو منتشر کر دیا۔ لیکن جو ہنی مسٹر فریزر نے پیٹھ پھیری، اس نے جھک
 کر لوہار سے کچھ کہا جس کا منشا یہ تھا کہ اسے پھر حملہ آور ہونا چاہئے۔ لوہار کی ہمت
 بندھ گئی اور اس نے بڑھ کر مسٹر فریزر کی گردن پر سیدی ہی طرف سے نہایت بگڑا
 اور کاری زخم لگایا۔ مسٹر فریزر فوراً گر پڑے۔ ان کے گرنے ہی تین شخص خالق
 داد۔ ایک قبولی پیمان مغل بیگ یا مغل جان اور شیخ دین محمد جو ڈیوڑھی

میں چھپے ہوئے تھے دوڑے اور ان کے سبز چہرہ اور سینہ پر سلسل
 کی وار کئے۔ جس سے مسٹر فریزر کا بالکل کام نام ہو گیا۔ شیخ دین محمد ایک مسلح
 شخص تھا۔ جسے بادشاہ سے تنخواہ ملتی تھی اور خالق واد و مل بیگ بھی محبوب
 بلخان بادشاہ کے وزیر عظم کے ہتیار بند سپاہی تھے ان تینوں نے مسٹر
 فریزر کو ہلاک کر کے کپتان ڈگلز کے مکان کی راہ لی اور انہوہ کثیر کو ہراہ لے
 ہوئے سیڑھیوں پر چڑھنا شروع کیا جب وہ زمین سے گر چکے تو ماکن نامی گورنٹ
 ملازم نے جو کپتان ڈگلز کا رولی تھا اندر جا کر بلوائیوں کے گھس آنے کی اطلاع
 کی اور اسے دروازہ بند کر دینے کی تاکید کی گئی۔ جب اندر سے دروازہ بند کر دیا
 گیا تو کمرہ کے جنوبی رخ سے صد ہا آدمی دوڑ کر براہ زمینہ اوپر چڑھ گئے اور وہاں
 سے اندر داخل ہوئے اور جو دروازہ ماکن نے بند کر دیا تھا اسے ان تینوں
 قاتلوں اور ان کے مسلح گروہ کے لئے کھول دیا جنہوں نے مسٹر فریزر کو گرنے
 کے بعد قتل کر ڈالا تھا۔ ان لوگوں نے یکے بعد دیگرے کپتان ڈگلز مسٹر جینین
 ریورینڈ مسٹر جیننگس۔ مس جیننگس بس کلیفارڈ اور وہ تمام جو کپتان ڈگلز کے
 مکان میں تھے سب کو قتل کر ڈالا۔ نو وار د جو اسی روز کلکتہ سے آیا تھا بھاگ نکلا
 اور قلعہ کی فصیل کے باہر نکلنے کی تدبیر کرنے لگا۔ وہ اسی تجس میں مرزا کوچک کے
 مکان تک قلعہ کے دہلی دروازہ کے متصل جا پہنچا۔ کسی نے اس پر فیر کیا جس
 سے اسکا شانہ زخمی ہو گیا۔ وہ فی الفور لوٹا اور کپتان ڈگلز کے جنوبی زینہ تک
 پہنچے پہنچتے دو ٹکڑے کر ڈالا گیا۔ اس قتل کاری میں صرف پندرہ منٹ کا
 وقفہ صرف ہوا تھا۔ اور میں نے یہ ماکن۔ بختاور۔ پران، اور کشن کے بیانات
 سے حاصل کیا ہے۔ لیکن مسٹر فریزر کی موت کے وقت تک تمام واقعات میرے
 چشم دید ہیں۔ اب چارنچ چکے۔ عدالت یوم جمعہ تاریخ ۵ فروری تک کیلئے ملتوی کر دی گئی ہے

آنکھوں میں روز کی کارروائی

یوم جمعہ مورخہ ۵ فروری ۱۸۵۷ء

عدالت آج قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی، جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

ملزم اپنے مشیر قانونی کے ہمراہ عدالت میں لائے گئے۔

گواہ جات مل پھر طلب کیا گیا اور گزشتہ اخبار کی یاد دہانی کی گئی۔

جج ایڈوکیٹ نے اخبار لے لئے۔

سوال۔ جب انگریز کپتان وٹکس کے کمرے میں مار ڈالے گئے تو سپاہیوں اور

عوام نے پھر کیا کیا؟

جواب۔ ان کے مارے جانے کے بعد میں فوراً شہر میں اپنے مکان پر چلا آیا

اور قلعہ میں کئی روز نہیں گیا۔

سوال۔ بادشاہ نے کب عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور کیا اس وقت

توپوں سے سلامی دی گئی تھی؟

جواب۔ میرٹھ کی فوجوں کے آنے کے تین چار روز بعد انہوں نے تمام سرکاری

مال اور بارود جو شہر کے باہر تھی اور سلعہ، سب پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک ہفتے

کے بعد مختلف محکموں کو احکام جاری کئے کہ سرکاری کاروبار کی عرضیاں

انہیں بھیجیں۔ گیارہ مئی کو بوقت شب چوبیس توپوں کی سلامی سر کی گئی۔

مگر مجھے علم نہیں کہ کس بنا پر بعض کہتے ہیں کہ میرٹھ کے علم آنے کی خوشی میں

توہنیں سر ہوئیں اور بعض کا خیال ہے کہ ملزم سلیم گڈہ گئے ہوئے تھے ان کی

سلامی میں توہنیں داغی گئیں۔

سوال - مرزا مغل کا نذر انجیف کب بنائے گئے؟

جواب - غدر کے آٹھ یا سات روز بعد ایسی افسران سے مشورہ لینے لگے تھے۔ اور ان کے احکام بھی جاری ہونے شروع ہو گئے تھے۔ لیکن ایک مہینہ بعد ان کا تقرر عام طور سے شائع ہو گیا اور خلعت فاخرہ ملا۔ نیز اسی سلسلے میں بادشاہ کے دوسرے بیٹے اور پوتے جبرئیل اور کرنیل بنائے گئے اور ہر ایک کو خلعت دیا گیا۔
سوال - حسن عسکری غدر کے زمانے میں کیا کام کرتا رہا؟ کیا وہ بادشاہ کا خاص مشیر رہا تھا؟

جواب - وہ بادشاہ سے سابقہ دستور ملتے ہے اور بظاہر اگوئی مشہور کام نہیں کیا۔ بادشاہ کی ایک دختر حسن عسکری کی مرید تھی۔ لیکن لوگ کہتے تھے کہ ان دونوں میں ناجائز تعلقات ہیں۔

سوال - تمہیں معلوم ہے کہ میگزین پر حملہ کرنے کی نیت سے قلعہ سے سیڑھیاں لگئی تھیں؟

جواب میں نے سنا تھا کہ میگزین پر حملہ کرنے کے لئے سیڑھیاں لگائی گئیں، مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کہاں سے لائی گئی تھیں؟

سوال - کیا کبھی تنے سنا کہ دیہات میں غدر سے چند ماہ پیشتر روٹیاں تقسیم کی گئیں اگر ایسا کیا گیا تھا تو اس سے کیا مقصود تھا؟

جواب - جی ہاں میں نے اس کی بابت سنا تھا بعض لوگ کہتے تھے کہ آفات سے بچنے کے لئے خدا کی نذر مانی گئی تھی۔ بعض کا خیال تھا کہ گورنمنٹ کی طرف سے تقسیم کی گئی ہیں اور ان کا مطلب یہ ہے کہ تمام آبادی عیسائیوں کا سا کھانا کھائے۔ پھر جو کچھ بچا گیا۔ اور اس طرح اپنے مذہب سے محروم کیا جائے گی۔ کچھ لوگوں کا قول ہے کہ گورنمنٹ نے روٹیاں تقسیم کر کے دوسروں کا مذہب بگاڑ دیا اور عیسائیت کو

فرقہ دہی کا قصد کیا ہے۔ پھر سنا گیا کہ سب کو اس کے افساد کی کوشش کے لئے آمادہ ہونا چاہئے۔

سوال - جب دیہات میں ایسی چیزیں بھیجے گا ہندو اور مسلمانوں میں عام رواج ہے تو کیا بغیر وجہ یا بے سوچے سمجھا سکا ہی مفہوم سمجھا جاسکتا ہے۔

جواب - جی نہیں۔ یہ عام رواج ہرگز نہیں ہے۔ میری پچاس سال کی عمر آئی مگر اس سے پہلے کبھی میں نے ایسی بات نہیں سنی۔

سوال - کیا کبھی یہ بھی سنا ہے کہ چپاتیوں کے ہمراہ کوئی پیام بھیجا گیا تھا؟

جواب - جی میں نے کبھی نہیں سنا۔

سوال - کیا چپاتیاں کسی خاص ہندو یا مسلمان نے تقسیم کی تھیں؟

جواب - وہ بلا امتیاز ہر دو مذہب کے دیہاتیوں کو تقسیم کی گئی تھیں۔

سوال - گیارہ مئی کے کے ٹروز بعد تم پھر قلعہ میں گئے تھے۔

جواب میں نے جب شہر میں سنا کہ انگریز قتل کئے جا رہے ہیں۔ مجھے ٹھیک

تاریخ یاد نہیں لیکن ابتدا غدر سے ساٹھ آٹھ روز بعد میں مجمع کے ہمراہ قلعہ گیا تھا۔

اس وقت صبح کے آٹھ بجے تھے جب میں پہلے صحن میں پہنچا تو انگریزوں کو حوض کے

کنارے ایک قطار میں بیٹھے ہوئے دیکھا جن کے ہاتھ پیچھے موڑ کر کمر کے پاس بندھ

ہوئے تھے۔ کچھ مرد، اور عورتیں، بچے تھے۔ میرے پہنچنے ہی میرے ٹھکے کے ایک

باغی سپاہی نے جو فاصلہ پر گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔ انپر پستول کا فیر کیا۔ نشانہ

خطا کر گیا اور بادشاہ کے ایک ملازم کو گولی جا لگی جو قیدیوں کی پشت پر کھڑا ہوا تھا

انجام کار وہ شخص گر کر مر گیا۔ اس حادثہ کی وجہ سے جماعت نے فیصلہ کیا کہ

انگریزوں کو تلوار سے قتل کیا جائے بادشاہ کے مصاحبین اور چند باغیوں نے

اس مقصد کے لئے تلواریں کھینچیں۔ مگر مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہاں ٹھیروں۔

اور ان کا قتل مشاہدہ کر سکوں، لہذا میں مکان چلا گیا۔ اور اس کے بعد ستا کہ بادشاہ کے نوکروں اور باغی سپاہیوں نے انہیں قتل کر ڈالا۔
سوال۔ اس حادثہ کے وقت کیا کوئی توپ خوشی کا اظہار کرنے کے لئے سر کی گئی تھی؟
جواب۔ نہیں میں نے نہیں سنی؟

سوال۔ کیا بادشاہ نے ان قیدیوں کے قتل کرنے کی رائے دی تھی؟
جواب۔ اول روز سپاہیوں کی یہ استدعا کہ انگریز قتل کر لئے جائیں۔ بادشاہ نے منظور نہیں کی۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ دوسرے روز سبقت علیاں مصحاب خاص جو اپنی وحشیانہ عادت میں مشہور تھا، سپاہیوں کے پاس گیا اور انگریزوں کے قتل پر زور دیا۔ چنانچہ بادشاہ نے بھی حکم دیدیا کہ انگریز ان کے حوالہ کرنے جائیں۔ پھر سپاہیوں نے انہیں قتل کر ڈالا یہ تھا جو کچھ میں نے اپنے گھر سے سنا۔ قتل کئے جانے کی صبح دروان خاص کے دروازے پر سبقت علیاں نے کھڑے ہو کر باواؤ بلند کہا کہ بادشاہ نے انگریزوں کے قتل کی اجازت دیدی ہے۔ اور بلوم کے ہتھیار بند سپاہیوں کو قتل میں شریک ہونے کی ہدایت کی۔

سوال۔ کیا تم اسے خیال میں اگر بادشاہ چاہتے تو انگریزوں کو اور خصوصاً ان کے بیوی بچوں کو بچا سکتے تھے؟

جواب۔ میں نے شہر میں سنا تھا کہ بادشاہ انگریزوں اور خاص کر انکی عورتوں بچوں کو بچانا چاہتے تھے۔ مگر سپاہیوں کے غیظ و غضب کی مخالفت کرنے کی انہیں جرأت نہیں ہوئی۔

سوال۔ کیا بادشاہ کے زنان خانہ میں کافی جگہ نہیں تھی جہاں انگریز عورتوں مرفع اور بچوں کو چھپا دیا جاتا

جواب۔ ضرور تھی۔ وہاں تو اتنی گنجائش تھی کہ اگر پانچ سو آدمی چھپائے جاتے

تو پتہ نہ لگ سکتا کیونکہ وہاں کوئی خفیہ راستے اور تہ خانے تھے۔ جہاں باغی لوگوں سے
چکر عصمت مآب عورتیں روپوش ہو سکتی تھیں؟
سوال۔ برٹش افواج کے محاصرہ کرتے وقت تم دہلی میں موجود تھے۔

جواب۔ میں غدر شروع ہونے سے تین ماہ متواتر دہلی میں مقیم رہا حتیٰ کہ شاہی
آرمیوں نے گورنمنٹ کے ملازموں کی تلاشیاں اس سبب پر لینی شروع کر دیں کہ
وہ گورنمنٹ کو خبریں پہنچا رہے ہیں۔ میں اس وقت فرار ہو گیا اور شہر میں اس وقت تک
قدم نہ رکھا جب تک کہ گورنمنٹ نے دوبارہ دخل نہ پایا۔

سوال۔ قلعہ میں انگریزوں کے قتل کے بعد کیا کچھ اور انگریز بھی مارے گئے تھے؟
جواب۔ مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ دوبارہ قتل کے لئے کوئی انگریز باقی رکھا گیا ہو
البتہ قتل نہ کورہ کے قبل میں نے سنا تھا کہ اڑتیس یا چالیس انگریز تہ خانہ میں روپوش
ہو گئے تھے۔ مگر بھوک سے تنگ آکر باہر نکل آئے اور مار ڈالے گئے۔

سوال۔ کیا سپاہیوں کو علاوہ محرب کار تو سوں کے تنے اور کوئی شکایت کرتے سنا۔
جواب۔ نہیں میں نے کبھی نہیں سنا۔

سوال۔ محاصرہ کے زمانے میں کمپنی کی حکومت کی نسبت سپاہی عموماً کیا مانے رکھتے تھے۔
جواب۔ وہ عموماً گورنمنٹ کی بہت شکایت کرتے تھے کہ وہ ہمارے مذہب اور قوم
کی نیکنی کرتی ہے۔ انگریزوں کے قتل کا جتنی عہد کر چکے تھے۔ وہ جو زخمی پڑے ہوئے
تھے نہایت خوشی سے کہتے تھے کہ انگریزوں نے جو بے پرواہی ہمارے ساتھ برتی اس کے
مقابلہ میں ہمارا مر جانا اچھا۔

سوال۔ انگریز گورنمنٹ کے برخلاف کیا ہندو اور مسلمانوں کے جذبات میں کچھ فرق تھا؟
جواب۔ جی ضرور تھا۔ مسلمان تفرقہ طور پر گورنمنٹ برطانیہ کو الٹ دینے کے ورپے
تھے مگر پڑے بڑے ہندو تاجروں و ساہوکاروں میں اس پر اظہارِ افسوس کیا جاتا تھا۔

سوال۔ مگر ہندو اور مسلمان سپاہیوں کے جذبات میں تو کوئی اختلاف نہیں تھا۔
کیا دونوں انگریزی حکومت کے خلاف تھے۔؟

جواب۔ فوج میں تو ہندو اور مسلمان ہر دو کے جذبات عموماً یکساں تھے۔

سوال۔ تم سمجھتے ہو کہ میرٹھ کی سپاہ کا قلعہ میں انتظار تھا۔؟

جواب۔ جی ہاں انکا انتظار کیا جاتا تھا۔ اتوار کو میرٹھ سے خطوط آئے تھے جن میں پیخبر
تھی کہ ۸۶ سپاہیوں کو پابہ زنجیر کر لیا گیا ہے۔ اور انجام کار معاملہ بالکل خطرناک صورت
اختیار کر لیا۔ چنانچہ قلعہ کے دربان تک اپنے جذبات و خیالات کو پوشیدہ نہ رکھ سکے
علانیہ کہنے لگے کہ انہیں امید ہے کہ میرٹھ میں بغاوت کر کے فوجیں دہلی آئیں گی۔

سوال۔ تمہارے پاس کوئی وجوہات ہیں کہ ملزم کو بھی اسکی اطلاع دیدی گئی تھی
اور خبردار کروایا گیا تھا؟

جواب۔ نہیں۔ میرے پاس کوئی وجہ نہیں ہے۔

سوال۔ کیا کسی وجہ سے تم فیصلہ کر سکتے ہو کہ ملزم کو میرٹھ سے آئیوالی فوجوں کا پیشتر سے
علم تھا؟

جواب۔ میرے مشاہدہ میں قبل یا بعد کوئی ایسی بات نہیں آئی جس سے میں یہ نتیجہ
اخذ کر سکوں۔

سوالات جرح اور ملزم۔

سوال۔ تم نے پرسوں اپنی شہادت میں بیان کیا تھا کہ ایک انگریز جان بچانے کی
کوشش میں مرزا کو چپک کے مکان تک پہنچا دیا۔ جہاں اسے گولی مار دی گئی کیا مرزا کو چپک
اسوقت مکان میں تھا؟

جواب۔ جی نہیں اس قسم کے تفصیلی واقعات نہیں بتا سکتا؟

سوال۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ مشرف فریز کے قاتلوں کو میں نے کھڑا کیا تھا یا فوج نے؟

انہیں ایسا کرنے کی ہدایت کی تھی۔ ۱

جواب۔ جہاں تک مجھے علم ہے بادشاہ کو قتل سے پہلے خبر نہیں تھی۔ باغیوں نے فوج کے ایما اور ترغیب سے انہیں قتل کیا۔

سوال۔ انگریز مقتولین کی لاشوں کو میں نے لیجانے کی خواہش ظاہر کی اور سپاہیوں نے مجھے اجازت نہیں دی، کیا یہ تم نے سنا ہے؟

جواب۔ جی نہیں۔ اسکا مجھے علم نہیں۔

سوال۔ کیا تم خوب جانتے ہو کہ میں نے اپنے مسلح مصاحبوں کو انگریزوں کے قتل کا حکم دیا تھا یا بست علی خاں نے غلط اڑایا تھا؟

جواب۔ میں کہہ نہیں سکتا

عدالت نے انہیں مار لئے

سوال۔ جبوقت قتل ہونے سے پیشتر تھے انگریزوں کو بندھا ہوا دیکھا تھا۔ کیا بادشاہ کے مقبرہ افسر و ملازم موجود تھے۔

جواب۔ جی نہیں معن میں انہیں سے کسی کو بھی میں نے نہیں دیکھا۔ اللہ مرزا مغل بادشاہ کے صاحبزادے اپنے مکان کی چھٹ سے کھڑے ہوئے معن کا تماشہ دیکھ رہے تھے اور اسی وقت دوسرے صاحبزادے اور پوتے بھی اپنے اپنے مکانوں میں سے معن کا نظارہ کر رہے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قتل کا نظارہ ہی کرنے کھڑے تھے۔

سوال۔ کیا ان میں سے کسی نے عورتوں اور بچوں کے پچانے کی کوشش کی۔ یا اس کے برعکس کیا؟

جواب۔ جی نہیں وہ صرف کھڑے تماشہ ہی دیکھتے رہے یہ بچے پکا تھا کہ انگریز قتل کئے جائیں گے۔

گواہ جاتا ہے۔

کپتان فارسط اسسٹنٹ کمشنر آف آرڈیننس طلب کئے جاتے ہیں۔ اور طے کیا جاتا ہے۔

نچ ایڈوکیٹ نے اظہارئے

سوال کیا گذشتہ مئی کی گیارہ تاریخ کو تم وہلی میں تھے؟

جواب میں تھا۔

سوال کیا اس وقت میرٹھ سے آئی ہوئی باغی فوجوں کو تنے دیکھا تھا؟

جواب میں نے دیکھا تھا۔ پہلے غالباً ایک رجمنٹ سواروں کی آئی جس کے بعد

ہی گیارہویں اور بارہویں ویسی پیدل رجمنٹوں نے بھی براہ میرٹھ اکر پل عبور کیا۔

یہ لوگ سنگینوں کو جب کائے ہوئے چلائے تھے۔ فوجی قاعدہ سے صغیر بندہ

ہوئی تھیں۔ اس سے قبل میں نے انہیں نہیں دیکھا مگر سنا البتہ تھا کہ علی الصبح

بوقت سات بجے سواروں کا ایک دستہ پل سے گذر کر وہلی میں داخل ہو چکا ہے۔

جس وقت یہ فوجیں پل عبور کر رہی تھیں میں میگزین میں تھا۔ انکی آمد کے متورے

عرضہ قبل میرٹھ فوسل مشکاف نے مجھ سے کہا تھا کہ باغی فوجوں کے میرٹھ سے آنے کی

افواہ ہے۔ اور دو تو ہیں باہر نکلوانی چاہی تھیں تاکہ ان سے پل توڑ دیا جائے اور

باغی دریا کو عبور نہ کر سکیں۔ لیکن نہ تو وہاں جانور تھے کہ توپوں کو باہر نکالا جاتا اور

نہ گولہ انداز، جو توپ چلائے۔ لہذا اسٹرولف پائی نے میرے ساتھ اس رائے پر اتفاق

کیا۔ اور کہا کہ سب سے بہتر تجویز تو یہ ہے کہ میگزین کے دروازے بند کر کے جائیں۔

اور جتنی المقدور سبکی حفاظت کی جائے ہنہ مجھ رکھا تھا کہ اگر شام تک ہم میگزین پر

قابلض رہ گئے تو یقیناً میرٹھ سے انگریزی فوجیں آجائیں گی اور ہمیں مدد مل جائیگی

نواور دس بجے کے درمیان آرتیسویں رجمنٹ ویسی پیدل کے صوبہ دار سے

جو میگزین کے دربانوں کا افسر تھا اور باہر ہا کرتا تھا۔ کڑکی میں سے مجھے اطلاع کی کہ بادشاہ دہلی نے میگزین پر قبضہ کرنے کی نیت سے ایک فوجی گارڈ بھیجا ہے۔ اور انگریزوں کو محل میں طلب کیا ہے۔ اور اگر وہ اسے نامنظور کریں تو میگزین سے نکل کر کہیں جانے پر پابین اسوقت کوئی گارڈ نہیں تھا۔ صرف ایک پیام رسال کہرا تھا۔ وہ خوش پوش اور معزز مسلمان معلوم ہوتا تھا۔ ہم نے صوبہ دار دربان سے کہا کہ وہ کسی فرمان یا پیام پر التفات نہ کرے اور سوامیرے یا لفٹنٹ ولف بانی کے خود کوئی جواب نہ دے۔ ہم نے اس شخص کو مذکورہ بالا پیام لایا تھا کوئی جواب نہیں دیا۔

تھوڑی دیر گزرنے کے بعد ایک دیسی افسر بادشاہی سپاہیوں کا ایک بردست دستہ لیکر بادشاہ کے حکم سے نفیس وردیاں زیب بدن کئے ہوئے آئے۔ اور صوبہ دار دربان و نان کیشنڈ افسر سے کہنے لگے کہ بادشاہ نے تمہاری امداد کے لئے ہمیں روانہ کیا ہے۔ اس وقت میں نے بھی صوبہ دار کو احکام دئے تھے اور کہا تھا کہ کسی باتوں پر التفات نہ کرو۔ بعد ازاں دیسی افسر نے میگزین کے ہر ایک دروازہ پر ایک ایک ماتحت افسر کے ہمراہ بارہ بارہ سپاہیوں کو متعین کروایا۔ ان لوگوں نے فوجی قاعدہ کے بموجب اپنی سنگین زمین میں گاڑیں اور ہا قاعدہ کھڑے ہو گئے انہوں نے افسروں کے ہر ایک حکم کی بجا آوری سپاہیانہ کی وہ سب کے سب فوجی شاہی وردی پہنے ہوئے تھے۔ یہ واقعہ دس اور گیارہ بجے دن کے درمیان کا ہے۔

اسکے ایک گھنٹہ بعد دربان نے باہر سے پکار کر کہا کہ یا تو میں یا لفٹنٹ ولف بانی اس کے پاس جا کر کھڑے کھڑے گفتگو کر آئیں۔ جب ہم دونوں دروازہ پر پہنچے تو اس نے اطلاع دی کہ بادشاہ دہلی نے تمام گورنمنٹ کا سامان نکال لیجانے کے لئے کئی آدمیوں کو روانہ کیا ہے اور ہم انہیں اس سے باز نہیں رکھ سکتے اسکی بات کانہ تو میں نے اور نہ مسٹر ولف بانی نے کوئی جواب دیا بلکہ کڑکی میں میں نے جہانک کر دیکھا تو

تمام مال و اسباب صاف کر دیا گیا تھا۔ جو لوگ اس کام میں لگائے گئے تھے معمولی مزدور تھے جن سے شاہی گارو کا ایک دستہ کام لے رہا تھا۔ دستہ پوری وردی میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے دربانوں کے صوبہ دار نے مجھ سے یا لفٹنٹ ولف بانی سے ملنا چاہا اور جب ہم دونوں اس کے پاس گئے تو وہ کہنے لگا کہ باؤشا کے پاس سے ایک پیامبر آنا کہنے کے لئے اور آیا ہے اگر فی الفور دروازے نہ کھولے گئے تو وہ فوراً حملہ کرنے کے لئے اور دیوار پر چڑھنے کے واسطے سیڑھیاں روانہ کرینگے۔ اور یہ سیڑھیاں کچھ دیر بعد لائی گئیں جنہیں میگزین کے جنوب مشرقی گوشہ پر لگا دیا گیا۔ میگزین کے ہندوستانی کام کرنے والے یہ دیکھتے ہی ایک ڈھالو گودام میں سے ہو کر دیوار پر چڑھ گئے اور سیڑھیوں سے اتر کر باہر نکل بھاگے۔ باغیوں نے یہ دیکھ کر ذرا دیر نہیں کی اور اوپر چڑھنا شروع کیا اور چھوٹے برج میں گھسنے کا راستہ بنالیا۔ وہاں سے ہمیں حملہ کرنے لگے۔ انہوں نے شام کے ساڑھے تین بجے تک حملہ جاری رکھا اور ساندرا ترن کی کوشش کرتے رہے۔ پہنے اپنی گولیاں برسانی شروع کیں۔ صرف مشینگی اور میں دو ہی بندوقیں چلا رہے تھے دو بندوقیں ہم بھری ہوئی رکھتے اور دوسے فیر کرتے جاتے تھے اور دوتوپیں میگزین کے دوسرے دروازہ پر رکھوا دی گئی تھیں۔ جنہر سب کنڈکٹر کراؤ۔ اور سارجنٹ ایڈورڈ کو مامور کیا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں روشن فلیٹ موجود تھے مگر لفٹنٹ ولف بانی کا حکم تھا کہ تا وقتیکہ باغی دروازہ پر حملہ نہ کریں جتنی نہ دکھائی جائیں۔ یہ دونوں میگزین میں مارے گئے۔ ایک توپ دریا کے کنارے رکھی گئی تھی اور کنڈکٹر شاہ سپرسلٹ کیا تھا جو آخر کار کشمیری دروازہ کے محافظین کی طرف بھاگا۔ اور بزم ۵ ویں پیدل رجمنٹ کے ایک سپاہی کی گولی سے ہلاک ہوا۔ لفٹنٹ ولف بانی اور میں بہت مستعدی دکھا رہے تھے۔ ایک پہرہ سے

دوسرے تک جاتے، ضروری احکام دیتے اور باغیوں کو منتشر کرنے کی فکر کرتے پھر رہتے۔ اس اثنا میں اور ولف بانی کئی بار دروازہ تک گئے۔ اور جب باہر والوں سے دریافت کیا کہ کون حملہ آور ہو رہا ہے تو ہمیشہ یہی جواب ملا کہ بادشاہ کا ایک لڑکا اور ایک پوتا دونوں ہمپر حملہ کرنے کی تدبیریں کر رہے ہیں اور جتنے آدمی سیڑھیاں لگا کر چڑھے تھے وہ سب گیارہویں اور بیسویں دیسی پیدل رجمنٹ کے سپاہی تھے۔ ایک بچے کے قریب جو پیام آیا تھا میں کہنا بھول گیا۔ وہ یہ تھا کہ اگر وہ لوگ مطیع نہ ہونگے تو ہم دیوار کا وہ حصہ جو بالکل کمزور ہے توڑ کر اندر داخل ہو جائیں گے چار بج چکے۔ کل گیارہ بجے تک کے لئے عدالت برخاست ہو گئی۔

نویں روز کی کارروائی

یوم جمعہ - ۶ فروری ۱۸۵۸ء

قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں آج عدالت منعقد ہوئی۔

پرسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ٹوٹی، جج ایڈوکیٹ جنرل سب موجود ہیں۔

مقدمہ مع انکے مختار غلام عباس کے عدالت میں لائے گئے۔

کپتان فارست اسسٹنٹ کمیشنری آف آرڈیننس طلب کئے گئے اور گذشتہ

بیان کی یاد دہانی کی گئی۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے

مسوال سائے تین بجے تک جو کچھ ہوا وہ تم بیان کر چکے ہو بعد میں کیا ہوا؟

جواب۔ اس وقت تک میگزین پکائے نہیں بنے کثیر بارود گولہ صرف کی، اگرچہ کچھ

سلمان مختلف جگہوں پر رکھا ہوا تھا لہذا ہم زیادہ حفاظت نہ کر سکے۔ کنڈکٹر ہنگامی کے

شاہ نے میں زخم لگ گیا تھا اور میرے ہاتھ میں بھی دو زخم لگ چکے تھے۔ ٹھنڈ

دلف بانی جو صبح سے ساڑھے تین بجے تک ہیں میگزین اڑانے سے باز رکھتے رہے
 صورت حالات کا معائنہ کر کے انہیں بھی اسکی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور ساڑھے
 تین بجے یہ دیکھا کہ وہ وقت آگیا ہے جبکہ ایسا کیا جائے۔ انہوں نے آخری اشارہ
 کرنے کا حکم دیا جو یہ تھا کہ کنڈکٹر بجلی پیچھے مڑ کر اپنے سر سے ٹوپی اٹھائیں اور کنڈکٹر
 اسکی دیکھتے ہی شتا ہیں آگ دیدیں۔ جو بالکل تیار تھا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور
 کنڈکٹر اسکی نے فوراً مڑ کر شتا پہ کوآگ دکھادی اور ایک سکند میں میگزین بھرک
 اٹھا۔ ہولناک آواز ہوئی اور گرد و پیش کے ہزار ہا ہندوستانی جل کر مر گئے۔ کہا
 جاتا ہے کہ دیواروں کے ٹکڑے نصف میل پر جا جا کر گرے، اور کئی انگریز عورتیں اور
 بچے جنہوں نے میگزین میں پناہ لی تھی بہت بری طرح زخمی ہوئے اور بعض مر گئے۔
 کنڈکٹر اسکی کو خود سخت زخم آیا۔ میگزین کے اڑنے کے بعد جب میں نے اسکا چہرہ
 دیکھا تو جینے کی بہت کم امید تھی ہاتھ اور چہرہ بالکل کونک ہو گئے تھے، مجھے صرت یہ اور
 کہنا ہے کہ دیسی آدمیوں میں سے کوئی ایک بھی میگزین میں نہ ٹھہرا۔ دہنگالی مورخ
 بھی تسلیم کرتا ہے، انہیں پہلا موقع ملتے ہی ہتھیار لیکر وہ فرار ہو گئے اور میگزین
 کی حفاظت کے لئے ہم لوگوں کو تنہا چھوڑ گئے۔ میگزین اڑتے ہی میں اور لفٹنٹ
 دلف بانی کٹھیری دروازہ کے محافظین کی طرف بھاگے۔ لفٹنٹ ریزا اور مسٹر بکلی دو مہر
 راہ سے بھاگے اور آفرکار میرٹھ پہونچ گئے۔ بقیہ تمام یا تو میگزین میں جل گئے یا اسکے بعد
 بھاگتے ہوئے قتل ہوئے۔ دو تین روز بعد لفٹنٹ دلف بانی بھی میرٹھ کے راستہ
 میں قتل کر دیے گئے۔

سوال۔ جو سیڑھی دیوار پر چڑھنے کے لئے لائی گئی تھی وہ پرانی تھی یا نقد اسی مقصد
 کے لئے معیار کی گئی تھی۔

جواب۔ میں سیڑھی کو صرف ایک فٹ تک دیکھ سکتا تھا اور وہی حصہ دیکھ سکتا تھا

جو دیوار سے اونچا تھا، لہذا ایسے سوالات کا جواب میں نہیں دے سکتا۔
سوال۔ ہندوستانی عمل کی پوشاک یا عادت میں اس روز کوئی فرق معلوم ہوتا
تھا، یا اندر سے پہلے کچھ ایسے آثار پائے جاتے تھے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ انہیں
اس واقعہ کی پیشتر سے خبر تھی؟

جواب ان کی پوشاک میں میں نے کوئی فرق نہیں پایا۔ البتہ غدر کے کئی روز پہلے
سے ان کی عادات میں فرق عظیم مشاہدہ کیا جاتا تھا۔ وہ ہماری توہین کرتے اور بسا
اوقات دہکادیتے تھے، خصوصاً مسلمان علماء ایسی حرکتیں کرتا تھا۔ مسٹر بلی نے بھی آ
مشاہدہ کیا اور ہم دونوں آپس میں اسکی نسبت گفتگو کرتے رہتے تھے۔ گیارہ مئی
کی صبح کو جب میں میگزین میں گیا تو میں نے دیکھا کہ محافظین وغیرہ نہایت نفیس
لباس پہنے ہوئے ہیں۔ جیسا کبھی انہیں پہنے نہیں دیکھا تھا۔ نیز میگزین کے مزدور
اپنی معمولی پوشاک میں نہیں تھے بلکہ صاف پوشاک پہنے ہوئے تھے۔ میں نے
لفٹ ڈلف بانی کو بھی مشاہدہ کرایا جنہوں نے میرے ساتھ اتفاق کیا اور کہا
کہ محکمہ بھی اس معاملہ سے سخت تشویش ہے۔

سوال۔ کیا تھا سوائے پاس کوئی تشاوت ہے کہ میگزین کے ہندوستانی عملی
نے کارٹوسوں کی نسبت فوج کے سپاہیوں سے کچھ کہا ہو؟

جواب۔ میں جب تک دہلی میں رہا۔ اس قسم کا کسی پرشبہ نہیں تھا۔ لیکن ۱۹ مئی
کو میرے ہینچر ہسپتال میں داخل ہوئے پر۔ کیونکہ میں زخمی ہو گیا تھا۔ تو پانچ ماہ ہسپتال
کے بار جزٹ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا دہلی کے میگزین میں کوئی دوسری ہوشیار
شخص بھی ملازم تھا؟ میں نے کہا جی ہاں تھا، اور ایک شخص کریم بخش نامی کا ذکر
کیا، جو نہایت عقلمند اور عالم آدمی تھا۔ فارسی نہایت اچھی طرح لکھ پڑھ لیتا تھا۔
دس سارے دنوں نے پھر مجھ سے ذکر کیا کہ صبح ایک ہندوستانی نے مجھ سے

اگر کہا ہے کہ وہ بی کے میگزین سے کسی شخص نے تمام جہنوں میں مراسلے بھیجے ہیں کہ جو کار تو اس میگزین میں بنائے جاتے ہیں انہر چرپی لگی ہوئی ہوتی ہے۔ اور اگر انگریز افسر کوئی بات اس بارے میں کہیں تو ان لوگوں کو انکا مطلق اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ یہ شخص کریم بخش مہدوت ہندوستانی، میگزین پر حملہ آور ہو ہے تھے بہت مرگرمی دکھا رہا تھا اور حملہ آوروں سے سلسلہ جنبا نی کر رہا تھا اسکی تمام خصلت ایسی مشتہ نظر آتی کہ گفت و گو باقی نے اسے ورد از سے باہر کر دینے کا حکم دیا اور کہا کہ اگر وہ ذرا کچھ اور سرگوشی کرے گا تو میں فی الفور اسے گولی مار دوں گا۔

جرح از ملزم

سوال۔ وہ لوگ کس قسم کی وردی پہنے ہوئے تھے جنہیں تم میرے سپاہی بتاتے ہو جو میری طرف سے میگزین پر قبضہ کرنے گئے تھے۔

جواب۔ وہ ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ نیلی پوشاک تھی جسپر پتل کی ایک ڈاب تھی جس میں بندو قبیل لگی ہوئی تھیں یہی وہ وردی تھی جسے میں تیس برس سے آپ کے توپخانہ کے سپاہیوں کو پہنے دیکھتا ہوں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ کون لوگ ہیں تو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ بادشاہ کے ملازم عدالت نے انہما لئے۔

سوال۔ تم نے کبھی غور کیا کہ یہ سیڑھیاں کہاں سے لائی گئی تھیں؟

جواب۔ نہیں میں نے غور نہیں کیا۔

گواہ چلا جاتا ہے۔

ملکین۔ کپتان ڈگلز کا چوہدر عدالت میں طلب کیا گیا اور قسم دی گئی۔

مُج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔ کیا گزشتہ مئی کی گیارہ تاریخ کو کپتان ڈگلز کے پاس تم تھے

جواب۔ جی ہاں میں اس روز کپتان ڈگلز کے کمرے میں صبح سے ان کے قتل ہوئے تک موجود رہا۔

سوال۔ اس موقع پر تم نے کیا کیا دیکھا؟

جواب۔ قریب، نیچے صبح ایک سوار قلعہ کے لاہوری دروازہ کے پاس آیا۔ اور اندر آنے کی اجازت طلب کرنے لگا۔ محافظ نے انکار کیا مگر وہ ضد کرتے لگا۔ کپتان ڈگلز کو خبر دیدی گئی، جو فی الفور نیچے اتر آئے اور اگر حال دریافت کرنے لگے۔ کپتان ڈگلز نے اس شخص سے دریافت کیا کہ وہ کیا چاہتا ہے اس نے بتایا کہ وہ میرٹھ میں بناوت کر کے آرہا ہے۔ اور اب وہ ہلی کے ذرہ ذرہ کی حفاظت کر گیا۔ کپتان ڈگلز نے اسکی گرفتاری کا حکم دیا مگر وہ بھاگ گیا۔ کپتان ڈگلز دروازہ سے پلٹ کر آئے تھے کہ بادشاہ کا قاصد ملا۔ اور کہا کہ بہت سوار آئے ہیں، اور محل کے نیچے جمع ہو رہے ہیں۔ کپتان موصوف اتنا سننے ہی محل کی طرف پلٹے اور درباری کمرہ میں ہسکر برآمدہ میں پہنچے وہاں سے ان سواروں سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا مطلب ہے، ان میں سے ایک نے جواب دیا۔ مجھے میرٹھ میں بناوت کی ہے اور اب انصاف کی خاطر یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ کپتان ڈگلز نے کہا، فیروز شاہ کے پرانے قلعہ کو چلے جاؤ۔ وہاں تمہیں انصاف مل جائیگا۔ اس کے بعد کپتان ڈگلز قلعہ کے لاہوری دروازہ کو واپس ہو گئے جہاں جا کر سنا کہ مسٹر فریزر کو قواں کے ہمراہ انتظام کرنے کے لئے کلکتہ دروازہ گئے ہیں، کپتان ڈگلز نے مکان کی حفاظت کے لئے پہرہ متعین کیا اور مسٹر فریزر کے پیچھے نکلے گئے۔ میں اور چھ اسی انہیں کے ہمراہ پیچھے پیچھے ہوئے جب کلکتہ دروازہ پر پہنچے تو مسٹر فریزر، مسٹر بچنن اور دوم صاحب اور موجود تھے جکے نام مجھے معلوم نہیں، مسٹر فریزر ہستانی کو قوال کو حکم دے رہے تھے کہ دو سوار لیکر جاؤ اور بندوبست میں کوئی فرق نہ آنے دو۔

جب وہ اوپر چلے گئے تو معاً چار یا پانچ سوار بھی تلواریں لئے محل کی طرف سے آئے ہوئے دکھائی دئے۔ ان میں سے ایک نے نزدیک تاکر مسٹر فریئر پر پستول کا فیر کیا۔ مسٹر موصوف گہمی سے کود پڑے اور نجاؤر سنگہ چپراسی نے پولیس کے پہرہ والے سپاہی کی بندوق لیکر اپنے آٹاکو دیدی۔ بندوق بری ہوئی تھی۔ مسٹر فریئر نے فیر کیا جس سے وہ سوار اسی جگہ ڈھیر ہو گیا۔ اسکے ہمراہیوں کو اس سے اشتعال پیدا ہوا اور انہوں نے جاتے جاتے مسٹر چیچن کو زخمی کر دیا۔ اسی اثنائیں عوام جمع ہو گئے اور کپتان ڈگلز گھبرا کر قلعہ کی خندق میں کود پڑے۔ جس سے ان کے پیروں اور پشت پر سخت چوٹ آئی۔ مسٹر فریئر لاہوری دروازہ تک اپنی گہمی میں بیٹھ کر آئے۔ اور کپتان ڈگلز خندق کے اندر ہی اندر وہاں پہنچ گئے۔ اسی اثنائیں مسٹر چیچن اور مسٹر جنیکس بھی پونچکے تھے دروازہ پر پہنچ کر کپتان ڈگلز کو باہر نکالا گیا، انکی حالت نہایت اتر تھی اور سخت چوٹ آئی تھی۔ انہوں نے کمرہ میں جب تک نام کلیات خانہ تھا پہنچا نیکیے لئے کہا اور انہیں وہاں پہنچا دیا گیا۔ مسٹر فریئر بندوبست کرنے کے لئے نیچے رہ گئے تھے۔ اسی وقت میں نے دیکھا کہ حاجی لڑا سنے نکلو تلوار سے کاٹ ڈالا۔ اور بادشاہ کے ملازموں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حتیٰ کہ انکا باطل کام تمام ہو گیا۔ میں زینے کے اوپر تھا اور یہ واقعہ زینے کے نیچے ہوا تھا۔ مسٹر فریئر کے قاتلوں میں ایک جشی بھی شریک تھا۔ قتل کر چکنے کے بعد وہ زینہ پر چڑھ گئے اور کمرہ میں گھسنا ہی چاہتے تھے کہ میں نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ اور دوسری راہ سے جا کر ہر طرف کے دروازے بند کرنے لگا۔ جمع نے جنوبی رخ کے زینہ سے داخل ہوئے کا موقعہ دیکھا اور فوراً اندر گھس کر تمام دروازے کھول دئے جس سے بقیہ آدمی جن میں مسٹر فریئر کے قاتل بھی تھے بکرسے میں گھس آئے اور کپتان ڈگلز، مسٹر چیچن، مسٹر جنیکس اور دونوں جوان

عورتوں کو جو وہاں تھیں قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھتے ہی میں نیچے بھاگا، میں نیچے نہ پہنچنے پایا تھا کہ ”مہرو“ بادشاہ کا قاصد مل گیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا ”خوڑا بتاؤ کپتان ڈگلس کہاں ہے۔ تلوگوں نے انہیں چھپا دیا ہے۔ اتنا کہہ کر وہ جبراً مجھے کھینچا اور لے گیا۔ میں نے اسے جواب دیا ”تم لوگوں نے خود تمام انگریزوں کو قتل کر ڈالا ہے کپتان ڈگلس کے کمرہ میں پہنچا میں نے دیکھا کہ وہ بالکل مردہ نہیں تھے۔ محمد نے یہ دیکھتے لاشی کی کئی ضربیں اس کے سر پر لگائیں جس سے وہ بالکل مر گئے۔ میں نے ان دونوں لیڈیوں کی اور دیگر لاشیں بھی دیکھیں مسٹر بچرن کی لاش ایک کمرہ میں پڑی ہوئی تھی اور دوسرے میں مسٹر فینکس، وہ دونوں لیڈیاں اور کپتان ڈگلس کی لاشیں پڑی تھیں مگر کپتان ڈگلس بستر پر پڑے ہوئے تھے اور یہ سب فشنج ایک اور ڈوردار انگریز جو اسی روز صبح کلکتہ سے آیا تھا بھاگنے کی جدوجہد کرتا ہوا، لاہوری دروازہ کے پاس کہیں قتل کر دیا گیا تھا۔ مسٹر فریزر کی موت کے سوا گنہٹہ بعد تک انہوہ کثیر کمروں کا مال و اسباب لوٹتا رہا اور انکا قتل نو دو دس کے درمیان ہوا تھا۔ میں نے اپنی جان کے خوف سے مکان کی راہ لی اور تا وقتیکہ گورنمنٹ نے دہلی پر دوبارہ قبضہ نہ کر لیا اپنے مکان سے باہر نہ نکلا۔

سوال۔ جس وقت کپتان ڈگلس دیوان خاص میں گئے تھے کیا تم ان کے ہمراہ تھے اور کیا انہوں نے ملزم سے ملاقات یا گفتگو کی تھی؟

جواب۔ جی ہاں میں کپتان ڈگلس سے دو قدم پیچھے تھا اور ان کے ہمراہ رہا۔ اور کہہ سکتا ہوں کہ نہ ملزم سے ملاقات کی نہ کسی قسم کی گفتگو اور اپنے مکان میں آپس گئے سوال۔ کیا تمہیں یقین والٹن ہے کہ گیارہ مئی کو صبح سے اپنے قتل ہوئے تک کپتان ڈگلس نے بادشاہ سے گفتگو یا ملاقات نہیں کی؟

جواب۔ مجھے یقین والٹن ہے کہ انہوں نے صبح سے اپنے قتل ہوئے تک بادشاہ

سے نہ ملاقات کی اور نہ گفتگو۔

سوال۔ کیا دیوان خاص میں جاتے وقت تمہارے علاوہ کوئی اور بھی تھا؟
جواب۔ جی ہاں۔ بختاورد سنگد و کشن سنگد قاصد تھے۔

سوالات جرح از ملزم

سوال۔ کیا تمہارے سامنے کپتان ڈگلز نے ملزم سے نشستگاہ کا دروازہ کھلوانے کے لئے کہا تھا تاکہ باہر جا کر باغیوں سے گفتگو کریں؟

جواب۔ جی ہاں انہوں نے کہا تھا، اور کہا تھا کہ باغیوں کے پاس جاؤ لگا، مگر ہم نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا تھا۔

سوال۔ کیا ملزم عبادت خانہ میں موجود نہیں تھے، اسوقت جبکہ کپتان ڈگلز پر آمہ پر چڑھے تھے، اور اسکے قبل کپتان نے موافق معمول کورنش نہیں کی؟
جواب۔ جی ہاں بادشاہ وہاں تھے مگر کپتان ڈگلز دور سے کورنش کر کے گذر گئے گفتگو نہیں کی۔

سوال۔ بادشاہ سے کپتان ڈگلز کتنے فاصلے پر تھے

جواب۔ پندرہ قدم کے فاصلے سے تھے۔

سوال۔ جب ملزم کپتان ڈگلز کو باغیوں کے پاس جانے سے روک رہے تھے کیا تم نے کچھ گفتگو سنی تھی؟

جواب۔ جی نہیں میں نے نہیں سنی۔

سوال۔ کیا اس روز کپتان ڈگلز اور حکیم حسن الدغاں میں کچھ گفتگو ہوئی تھی۔

جواب۔ جی ہاں۔ کپتان ڈگلز کو چوٹ لگنے کے بعد جب وہ کمرہ میں آگئے تو حکیم حسن الدغاں ان کے کمرے میں گئے تھے مگر میں اسوقت موجود نہیں تھا۔ اور نہیں جانتا انہیں کیا گفتگو ہوئی۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ احسن الدخان اپنی مرضی سے گئے تھے یا طلب کئے گئے تھے؟
جواب۔ میں نہیں جانتا۔

سوال۔ جب پکستان وگلکس قلعہ میں آئے تو حکیم احسن الدخان سے یا مجھ سے یا کسی اور شاہی ملازم سے کچھ گفتگو کی تھی؟

جواب مجھے خیال ہے کہ نہیں کی لیکن میں نے نزدیک سے نہیں دیکھا تھا۔
گواہ جاتا ہے۔

چار بج گئے عدالت برخواست ہوتی ہے اور ۸ بج گیارہ بجے صبح تک کے لئے مقدمہ ملتوی کر دیا جاتا ہے۔

دسویں روز کی کارروائی

یوم دوشنبہ۔ ۸ فروری۔ ۱۲۵۶ھ

قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں آج بوقت گیارہ بجے عدالت کا اجلاس ہوا۔
پریسیڈنٹ، امیران، مترجم، ڈپٹی جج۔ ایڈوکیٹ جنرل سب موجود ہیں۔
ملازم اپنے مختار غلام عباس کے ہمراہ عدالت میں حاضر کئے گئے۔

سرحدیو فلس میٹ کان کو عدالت میں طلب کیا گیا اور ان سے حلف لیا گیا
جج ایڈوکیٹ کا اظہار لینا۔

سوال۔ ماہ مئی میں غدر سے چند روز قبل جامع مسجد دہلی کی دیوار پر کیا کوئی کاغذ چسپاں کیا گیا تھا جسے شاہ ایران کا اعلان بتایا گیا ہو؟

جواب۔ جی ہاں۔ میلے سے کاغذ کا ایک چھوٹا ٹکڑا تھا جس کے دائیں اور بائیں
تلوار وڈ بال کی شکل بنی ہوئی تھی اس کا مضمون یہ تھا کہ شاہ ایران عنقریب اس
ملک میں آئیو لے ہیں۔ اور انہوں نے تمام دینداروں کو جو پیران محمد ہوں،

اپنے ساتھ متفق ہو کر کافر انگریزوں کو قتل کرنے کی دعوت کی ہے۔ اور جو لوگ اس کام میں شریک ہونگے انکے لئے اجر عظیم ہوگا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اشتہار دیکھ کر دہلی کے پانچ سو مسلمانوں نے جہاد کرنے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔

سوال۔ کیا اس میں کچھ اور بھی تحریر تھا کہ فرقہ شیعہ سنی اپنے اختلاف کو دور کر کے متفق ہوں اور باہم ملکر انگریزوں سے جہاد کریں؟
جواب۔ جی نہیں۔ مجھے خیال نہیں کہ یہ تھا۔

سوال۔ کیا اشتہار مذکورہ جس کے لئے بیان کیا جاتا تھا کہ شاہ ایران نے بیجا پور جعلی تھا؟

جواب۔ جی ہاں میں تو ایسا ہی خیال کرتا ہوں۔

سوال۔ یہ جامع مسجد کی دیوار پر کب تک چسپاں رہا؟

جواب۔ تقریباً تین گھنٹہ تک، وہ رات کے وقت چسپاں کیا گیا تھا مجھے ٹھیک تاریخ یاد نہیں لیکن غدر کے چھ ہفتے پیشتر چسپاں ہوا تھا۔ یہ خوب یاد ہے اور صرف تین گھنٹہ تک لگا رہا۔ صبح کے وقت اس کے پاس آدمیوں کا ہجوم لگ گیا اور جب میں نے سنا تو جا کر اتار ڈالا۔

سوال۔ جہاں تک تم جانتے ہو کیا دہلی کے باشندوں کو اس کے پڑھنے کا بہت شوق تھا اور کیا اکثر اسے کپڑے پہنا کرتا تھا؟
جواب۔ جی نہیں۔

سوال۔ کیا پتہ لگانے کی کوشش کی گئی تھی کہ یہ کہاں سے آیا؟

جواب۔ بالکل نہیں۔ یہ بالکل مہل تصور کیا جاتا تھا عام خیال تھا کہ کسی بد معاش نے چسپاں کر دیا ہوگا۔ پھر اسکے لئے تحقیقات لا حاصل تھیں۔

سوال۔ کیا کسی اور وجہ یا بنا پر تم کہہ سکتے ہو کہ اس وقت دہلی کی مخلوق میں۔

گورنمنٹ برطانیہ کے ظلمات کسی قسم کی بغاوت کے آثار پائے جاتے تھے؟
جواب۔ جی نہیں۔ دہلی کی مخلوق میں نہیں پائے جاتے تھے بلکہ وہ تو فوجی سپاہیوں
میں گورنمنٹ کی وفاداری کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔ اور اکثر اس مضمون پر براہِ راست

ہوتے رہتے تھے۔ مگر غدر سے تقریباً پندرہ روز قبل صحیح طور سے اطلاع ملی تھی
کہ مجسٹریٹ کے نام ایک گناہم خط بھیجا گیا تھا کہ کشمیری دروازہ بسبب شہر میں
مستحکم مقام ہونے کے اور دہلی چھاؤنی کی شاہراہ ہونے کے باعث انگریزوں
سے چھین لیا جائیگا۔ اور جب کبھی شہر میں بلوہ ہوگا سب سے پہلے اسی مقام پر قبضہ
کیا جائیگا۔ یہاں فوجی گارد متعین رہتا ہے اور جنگی نقطہ نظر سے اسی مقام پر پہلے
قبضہ کرنا چاہئے یہ خبر بالکل راست تھی۔ اور اس سے اہل دہلی کے بعد کے خیالات
کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر انہیں براہِ نیگمہ کیا گیا تھا ان کے جذبات کو مشتعل کرنا
ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے ایک شدید ملازم نے جو قلعہ میں رہتا تھا نمبر ۱۱
بے قاعدہ سواروں کی جھنڈ کے رسالدار کو خفیہ طور پر یہ کیا تھا کہ ہماری ملازمت
چھوڑ کر بادشاہ کی ملازمت کرے۔ اور بغرض ترغیب یہ کہا کہ موسم گرما میں، روسی،
ہندوستان میں آئیں گے اور انگریزی سلطنت کا خاتمہ ہو جائیگا۔ رسالدار نے
مجھے اسکی اطلاع کی تھی اس کا نام ایوریٹ ہے وہ انگریزی گفتگو کر سکتا ہے
اور انگریزی خون سے ملکر پیدا ہوا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ چھ ماہ پیشتر بادشاہ
نے روس کو سفیر روانہ کئے تھے۔ رسالدار مذکور ابھی بلا سپور میں ہے

سوال۔ یہ کیا چیتوں کی بابت عدالت کو کوئی اطلاع دے سکتے ہو جو غدر سے
چند لمحوں قبل گاؤں گاؤں تقسیم کی گئی تھیں تبہیں انکی اصلیت یا تعظیم کئے جانے کا
مطلب بھی معلوم ہوا؟

جواب۔ انکی بابت صرف خیال ہی خیال ہے۔ لیکن پہلا اعتقاد جو ہندوستانیوں

میں تھا وہ یہ ہے کہ یا تو وہ کسی بیماری یا آفت کے سلسلہ میں پہنچی گئی تھیں مگر یہ غلط فہمی تھی۔ جب میں نے تحقیقات کی تو ثابت ہوا کہ گورنمنٹ مواضع ہی تک محدود تھیں کسی ریاست میں نہیں بھی گئیں وہ صرف حدودِ دہلی کے چارہانچ گاؤں میں تقسیم ہوئی تھیں کہ ذمہ دار حکام نے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ میں نے ان اشخاص کو اپنے روبرو طلب کیا۔ جو ضلع بلند شہر سے یہاں لاکر تقسیم کر رہے تھے۔ انکی خدمت خواہی بھی تھی کہ گورنمنٹ کے حکم سے تقسیم کیا رہی ہیں اور یہ کہ جس طرح وہ تقسیم کر رہے ہیں اسی طرح انہیں ہی تقسیم کی گئی ہیں مجھے معلوم ہے کہ حدودِ دہلی میں چپاٹیوں کا مدعا نہیں سمجھایا تھا۔ کیونکہ حقیقت یہ ان لوگوں کے لئے ستیں جو ایک ہی ساتھ میٹھا کھانا کھا لیتے ہوں اور ان لوگوں سے امتیاز کر نیچے لئے تھیں جو باہم اختلاف رکھتے ہیں اور مختلف رسم و رواج کی پابندی کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ چپاٹیوں کی جہدا لکھنؤ سے ہوئی اور کچھ شک نہیں کہ اپنے ہنجیالوں میں جوش پھیلانا اور انہیں طیار رہنے کی ہر اہت کرنا مقصود تھا۔ تاکہ وقت پر ایک دوسرے کو سہارا دیں۔ اور آنیوالے خطرات کا مستعدی سے مقابلہ کریں۔“

سوال۔ کیا تم نے سنا ہے کہ ہرات کی طرف ایرانیوں کی پیشقدمی کا ہندوستانیوں میں بہت چرچہ ہوا کرتا تھا؟

جواب۔ جی ہاں کثرت سے اور اکثر روسیوں کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی بھی افواہ تھی۔ ہر ایک اخبار کا نامہ نگار کابل میں رہتا تھا اور وہاں سے شمالی خبر سنانی ہوتی تھی۔ ہر ایک اخبار میں شمالی خبروں کا ایک حصہ ضرور رہتا تھا سوال۔ تم جانتے ہو وہ شدید حسِ بے مسٹر اوریت کو گورنمنٹ کی ملامت ترک کرنے کی ترغیب دی تھی اب کہاں ہے۔

جواب وہ عرب سرے میں قتل کر دیا گیا۔

سوال۔ کیا تم عدالت کو بتا سکتے ہو کہ سپاہیوں یا دیسی آبادی میں اسی قسم کا کوئی اور خیال بھی پھیلا ہوا تھا؟

جواب۔ جی ہاں مجھے معلوم ہے کہ غدر کے پانچ یا چھ ہفتے قبل سپاہیوں کی لاکھوں میں یہ خبر مشہور تھی اور کثرت سے تذکرے ہوتے تھے کہ دس لاکھ روسی شمال کی جانب سے آرہے ہیں اور گورنمنٹ کمپنی بہت جلد نیست و نابود ہو جائے گی۔ روسیوں کی فوج کشی تو عام طور پر مشہور تھی۔

سوال۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ بادشاہ دہلی ان کے رشتہ دار یا مستحقین غدر سے پہلے کمپنی کی فوج سے پوشیدہ خط و کتابت یا پیام رسانی کرتے تھے۔

جواب۔ جی نہیں میں اس معاملہ پر رائے زنی نہیں کر سکتا۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ شاہ دہلی نے شاہ ایران کے پاس خطوط یا سفیر پیشہ روانہ کئے تھے۔

جواب۔ میں نے سنا ہے کہ انہوں نے روانہ کئے تھے مگر تعیناً نہیں کہہ سکتا ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ ہٹ جاتا ہے۔

پیرزادہ حسن عسکری عدالت میں طلب کئے جاتے ہیں اور حلف اٹھاتے

ہیں۔

بیچ ایڈوکیٹ نے اظہار کئے

سوال۔ کیا تم ایام غدر میں دہلی میں تھے۔ اگر تھے تو کیا کام کرتے تھے۔

جواب۔ جی میں دہلی میں تھا۔ میرا کام پیری مریدی تھا۔ ایک مرتبہ پر بادشاہ بیمار ہوئے۔ اور کئی درویش دعا کرنے کے لئے آئے۔ اس وقت مجھے بھی طلب کیا گیا تھا۔ جب میں نے کچھ دعائیں پڑھ کر دم کیں اور بادشاہ نے شفا

پائی تو اکثر مجھے طلب کرتے گئے۔ لیکن بار بار کی طلبی سے عاجز آکر میں نے بادشاہ سے التجا کی کہ آئندہ مجھے نہ طلب کیا جائے۔ اس وقت بادشاہ نے قسم کھا کر وعدہ کیا کہ اب وہ صرف اس وقت بلایا کرینگے جب بہت سخت بیمار ہوں گے۔

سوال۔ کیا شیدی قبر شاہی ملازم کو تم جانتے ہو۔

جواب۔ میں بادشاہ کے اکثر مسلح حبشی مصاحبین کو صرف صورت سے پہچانتا ہوں۔ دو تین کے نام بھی جانتا ہوں مگر شیدی قبر ان میں سے نہیں ہے۔

سوال۔ عدالت ہذا کے روبرو شہادت دینگے ہے کہ تم نے ایک حبشی شیدی قبر نامی کو شاہ دہلی کا خط دیکر شاہ ایران کے پاس روانہ کیا۔ تم اسکی بابت کیا کہتے ہو۔

جواب میں اس معاملہ میں کچھ نہیں جانتا۔

سوال۔ شہادت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تمہیں چینگوئی کرنے کا زعم ہے خوابوں کی تعمیر بتاتے ہو۔ آسمان سے تمہیں الہام ہوتا ہے۔ صاحب کرامت ہونیکا تمہیں دعویٰ ہے۔ چنانچہ خود ملزم نے انہیں صحیح تسلیم کیا ہے۔ ان کے لئے تم کیسا جواب رکھتے ہو۔؟

جواب۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے نہ ہرگز اس قسم کا حیلہ و مکر نہیں کیا۔

سوال۔ بموجب تمہارے قول کے بادشاہ پر تھے کیا دم کیا تھا کیا تمہارے سانس میں تاثیر شفا تھی؟

جواب ہماری کتاب میں لکھا ہے کہ جب ایک شخص دوسرے کے لئے دعا کرتا ہو اور پڑھ کر دم کرتا ہے تو اسے یقینی فائدہ ہوتا ہے۔

سوال۔ تم نے کبھی بادشاہ سے ذکر کیا تھا کہ خواب میں مغرب کی طرف سے بگولہ اٹھتا ہوا تمہیں نظر آیا۔ یا کوئی آفت جو ہندوستان پر آنے والی ہو دکھائی دی۔ پھر سیلاب نے آکر اسے روند ڈالا یا انگریزوں کو زوال ہوگا اور بادشاہ تخت نشین ہوئے۔

جواب۔ خدا جانتا ہے مجھے کبھی ایسا خواب نظر نہیں آیا۔ میں نے کبھی ایسا کہا۔

سوال۔ شہر دہلی کو تم نے کب چھوڑا تھا۔ اور تمہارے روپوش ہو جانے کی کیا وجہ تھی۔ یہاں تک کہ پولیس نے تمہیں ڈھونڈھ نکالا؟

جواب۔ جب یہ ہر طرف مشہور ہو گیا کہ شہر میں قتل عام ہو گا۔ اور میں نے لوگوں کے غول کے غول فرار ہوتے اور شہر سے باہر نکلتے دیکھے تو میں بھی چلا گیا۔ پہلے میں درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اویسا صاحب میں مقیم رہا۔ حتیٰ کہ وہاں سے بھی چلے جانے کے لئے کہا گیا۔ بعد کو قطب صاحب کو چلا گیا وہاں سے گڑھی ہر سرو پونچا جہاں میں دیا پڑ گیا۔ میں کئی مقالات پر پونچا اور آخر کار لکھنؤ آیا جہاں معلوم ہوا کہ گنگوہ میں میری جستجو ہو رہی ہے۔ میں نے اپنی مرضی سے وہاں جانے کی ٹھانی۔ اور چلا گیا میرے بھائیوں کو میرے آنے کی خبر ہو چکی اور جب میں درگاہ امام حسن میں بیٹھا ہوا اور ادبہ رہا تھا سپاہیوں نے تنہا پا کر گرفتار کر لیا۔

لزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ جاتے ہیں۔

بختاور سنگ چیری گواہ سرکاری آیا اور اس سے سچ کہنے کے لئے قسم لگئی۔
بیچ ایڈوکیٹ نے اٹھارے۔

سوال۔ کیا گزشتہ سنی کی گیارہ تاریخ کو تم دہلی میں تھے؟

جواب۔ جی میں تھا۔

اس موقع پر جو کچھ تم نے دیکھا ہو بیان کرو؟

میں نوکری پر تھا۔ خندق صاف کر رہا تھا۔ اور حساب کی کتاب لیکر کہتا تھا۔
لوگس کے مہمان کے لئے لیجا رہا تھا۔ میں ہنوز راستہ میں تھا کہ ایک سوار کلکتی دروازہ کی طرف سے گھوڑا بھگاتا ہوا آیا اور قلعہ کے دروازہ کے پاس جہاں

کپتان ڈگلز بھڑے تھے گئے۔ میں نے کپتان ڈگلز کو اس شخص سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا۔ اور پھر اس سوار نے اپنا گھوڑا پھیرا اور بھگاتا ہوا چلا گیا۔ کپتان ڈگلز نے مجھے کمرے پر ٹھہرنے کے لئے کہا اور کہنے لگے کہ میں قلعہ میں ہواؤں تم یہیں ٹھہرو۔ میں بہت جلد واپس آؤنگا۔ پھر کپتان ڈگلز چلے گئے اور میں دروازہ پر ٹھہرا رہا۔
 مہینہ کبشن سنگھ اور دیگر لوگ انہیں کے پیچھے چلے گئے۔ کپتان ڈگلز کے جانے کے بعد مسٹر فریزر بھی میں بیٹھ کر آئے۔ اور ان کی بابت مجھ سے دریافت کرنے لگے۔ وہ بھی سے اتر کر تھوڑی دور چلے پھر کہنے لگے۔ کپتان ڈگلز آجائیں تو کہہ دینا میں کلکتی دروازہ جاتا ہوں۔ انکے جانے کے بعد میں بھی بادشاہ کے کمرہ کی طرف چلا۔ راہ میں کپتان ڈگلز پریشان حالت میں مل گئے۔ میں نے مسٹر فریزر کا پیام انکو سنایا۔ کپتان ڈگلز قلعہ کے لاہوری دروازہ پہنچے اور ہندوستانی گارڈ کے افسر کو پھاٹک بند کرنے کے لئے کہا۔ جو کر دیا گیا۔ انہوں نے یہ حکم بھی دیا کہ قلعہ جانوروں پر پرجوم نہ ہونے پائے۔ اسی وقت بادشاہ کا افسر جو کپتان کے عہدہ پر مامور تھا۔ وہلی کی سڑک سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ دروازہ بند تھا اور کپتان ڈگلز کی گھٹی اندر تھی۔ انہوں نے مجھے دیسی افسر کی گھٹی کلکتی دروازہ تک چلنے کے لئے مانگنے کی ہدایت کی۔ پھر کپتان ڈگلز اس میں بیٹھ گئے اور میں پیچھے جا بیٹھا۔ کلکتی دروازہ پر مسٹر فریزر۔ مسٹر ٹکن ہیڈ کلرک، چار پانچ انگریز تھے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ بند کر دیا گیا۔ مسٹر فریزر اور کپتان ڈگلز دونوں ایک گہی میں بیٹھ گئے۔ اور دیگر انگریزوں کے ساتھ جو گھوڑوں پر سوار تھے قلعہ کی طرف آنے لگے لیکن تھوڑی دور ہی نہ گئے ہونگے کہ چار پانچ سوار ہم نے جو تالاب کی سمت سے تیزی سے گھوڑے دوڑاتے چلے آ رہے تھے۔ نزدیک پہنچ کر ایک مسٹر ہینزن کو سپتول کی گولی سے مجروح کیا۔ دیگر سواروں نے بھی فیر کے مگر خطا کر گئے۔ مسٹر فریزر اور کپتان ڈگلز بھی سنے اتر کر باغیوں کی

زور سے ہٹ گئے اور بھانگ کے محافظ سپاہیوں کے پاس جا کھڑے ہوئے۔ اس وقت دو انگریز دورانیہ کے پاس آگئے: مسٹر فریزر نے ایک سپاہی کی بندوق لیا ایک سوار کے تاک کر گولی مار دی پھر دوسروں کے قدم نہ جم سکے اور منہ پھیر کر بھاگ گئے۔ اس وقت وہاں انبوه کثیر اکٹھا ہو گیا اور کپتان ڈگلز اور ایک صاحب خندق میں گھرا کر کوہڑے اور اسی کے اندر اندر قلعہ کے دروازے تک چلے گئے مسٹر فریزر اور دیگر صاحبان سڑک پر سے وہیں پہنچ گئے لیکن میں نہیں بیان کر سکتا کہ اس وقت کیوں اتنی گھبراہٹ تھی۔ بسبب زخم کے جو خندق میں کودنے سے لگے تھے کپتان ڈگلز پر بیہوشی طاری تھی۔ ہم نے انہیں کمرہ کلیات خانہ میں لیا کر بستر پر لیٹا دیا۔ مگر بجارے کے پہلے مسٹر جینگز پاوری صاحب نے اگر کہا تھا کہ کپتان ڈگلز کو کمرہ پر لے چلو پھر ہمیں طیب شاہی کو بلالانے کا حکم ملا۔ اور عبدالصہرپاوری فوراً انہیں بلالایا۔ حکیم حسن الدخاں کے جانے کے تھوڑے عرصہ بعد بادشاہ کے تقریباً پانچ مسلمان ملازم ”دین“ ”دین“ کے نعرے مارتے ہوئے آئے۔ اور اسی وقت مسٹر فریزر بھی اوپر چڑھنا چاہتے تھے۔ جن پر ان لوگوں نے ٹھکرایا اور تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ شمالی زین پر ہاتھ تھا اسی وقت ایک ہجوم جو تلوار اور لٹھیوں سے مسلح تھا جنوبی زینہ سے اوپر چڑھ آیا اور تمام کمروں پر قبضہ کر لیا۔ اور نیچے ولے بھی آکر اس سے مل گئے۔ اس وقت ہر شخص اپنے بچاؤ کی فکر کر رہا تھا۔ میں نے بھی یہی کیا۔ اس تانچ سے پہر میں نے قلعہ کا رخ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ دہلی سے جو کہ کمرہ کو چل دیا۔ یہاں یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ کمرہ اور گروہ کا سردار اتریسویں ویسی پیدل رجمنٹ کا حوالدار تھا جو مسلمان تھا اور قلعہ کے لاہوری دروازہ کے گارڈ میں تھا۔ اس کے سوا میں اور کچھ نہیں جانتا۔

ملازم صرح سے انکار کرتے ہیں

گواہ ہٹ جاتا ہے۔

کھن سنگھ چرپسی ملازم گورنمنٹ طلب کیا جاتا ہے اور اس سے حلف لیا جاتا ہے
نچ ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔ کیا گیارہ مئی گذشتہ کو تم دہلی میں تھے۔

جواب۔ جی ہاں میں کپتان ڈگلز کی اردلی میں تھا۔

سوال۔ کیا کپتان ڈگلز بادشاہ کے کمرہ میں برآمدہ کے نیچے کھڑے ہوئے باغیوں سے
گفتگو کرنے گئے تھے۔ اگر ایسا تھا تو کیا بادشاہ سے ہی گفتگو کرتے تھے۔ اور اس وقت تم موجود تھے

جواب۔ جی ہاں میں موجود تھا۔ کپتان ڈگلز اور بادشاہ سے تھوڑی دیر گفتگو ہوتی

رہی۔ بادشاہ نے انہیں کہا تھا کہ باغیوں کے پاس نجائیں مگر جب کپتان ڈگلز
ٹھانے قرائنوں نے اپنے ملازم کے ہاتھ دروازہ بند کر دیا تھا تا کہ وہ باہر نہ چلا جائیں

سوال۔ جب یہ کہا گیا تھا اس وقت کپتان ڈگلز کتنے فاصلے پر تھے؟

جواب۔ وہ چلے جاتے تھے بات کرنے کو کھڑے نہ ہوئے تھے دو چار قدم گئے ہونگے کہ
بادشاہ عبادت خانہ کے دروازے پر آ کے کھڑے ہو گئے۔

سوالات جرح از ملزم

سوال۔ واپس ہوتے ہوئے کپتان ڈگلز دیوان خاص میں سے گئے یا کسی اور راستے

جواب۔ وہ عبادت خانے کی دوسری راہ سے گئے تھے۔

سوال۔ کیا ملزم نے یہ نہیں ظاہر کیا تھا کہ انگریزی سلطنت میں انہیں بہت
آرام حاصل ہے؟

جواب۔ جی نہیں گورنمنٹ کی نسبت انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن کپتان ڈگلز

کی نسبت کہا تھا کہ وہ ملزم پر بہت مہربان ہیں

سوال۔ کیا کپتان ڈگلز نے ملزم سے برآمدہ کے نیچے جانے کی استدعا نہیں

کی تھی۔ اگر نہیں کی تھی تو ملزم کو کیونکر معلوم ہو گیا کہ وہ ایسا کرنے والے ہیں۔؟

جواب۔ عجیبی طرح خیال نہیں۔ نوہینے کا واقعہ ہے۔ البتہ کپتان ڈگلز نے نیچے کا دروازہ کھلوانا چاہا تھا۔

چار بج گئے کل گیارہ بجے تک کے لئے عدالت برخاست ہو گئی۔

گیارہویں روز کی کارروائی

یوم شنبہ۔ مورخہ ۹ فروری ۱۹۵۸ء

آج پرتلہ دہلی کے دیوان خاص میں عدالت گیارہ بجے منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ، ممبران جوری، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

مزمّن اکتے مختار غلام عباس سمیت عدالت میں لائے گئے۔

— چنی پبلک اخبار نویس طلب کیا گیا اور اس سے حلف اٹھوایا گیا۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لے۔

سوال۔ کیا گذشتہ مئی کی گیارہ تاریخ کو تم دہلی میں تھے۔

جواب۔ جی میں اپنے مکان میں تھا۔

سوال۔ کیا تم نے میرٹھ سے آتے ہوئے سپاہیوں کو دیکھا تھا۔ اگر دیکھا ہو تو جو کچھ تمہیں اس کے متعلق معلوم ہو بیان کرو؟

جواب۔ نہیں میں نے انہیں آتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن دروازے کے پھاٹک

بند ہو جانے کی خبر سن کر باہر دیکھنے گیا کہ کیا ہوا ہے۔ چاندنی چوک کی سڑک پر جب

میں پہنچا تو دیکھا کہ کوئوال دوکانیں بند کرانے میں مصروف ہیں۔ انہی سے یہی سنا

کہ نہتھروفلز میٹکاف بھی انتظام میں مصروف ہیں۔ میں ایکس بجوم کے ہمارے کلکتی دروازہ

کی طرف گیا اور مسٹر فریزر اور پچاس انگریزوں کو وہاں دیکھا۔ مسٹر فریزر کے ہمراہ

جھجکے سوار تھے۔ اور وہ کوئوال شہر شریف الحق، اور پولیس آفسر سبزی منڈی

دوم دوم کے ہمراہ دروازہ پر چڑھے۔ پراتر گئے اور جھجر کے سواروں کو صف باندھ کر کھڑے رہنے کا حکم دیا۔ اور خود بھی ان میں کھڑے ہو گئے دربان سپاہی صف بستہ تھے اور انہیں تلواریں برہنہ کرنے کی ہدایت کیجا چکی تھی۔ اور ہر یہ ہو رہا تھا اوراد ہر دریا گنج کی طرف سے چھ شخص اونٹوں پر سوار ہو کر چلے آ رہے تھے ایک بندوق کی زد پر ٹھہر کر انہوں نے انگریزوں پر تواتر فیر کے جس سے مجمع ہر چار طرف منتشر ہو گیا۔ اور میں بھی اپنے مکان چلا آیا۔ آئے سے قبل اتنا ضرور میں نے دیکھا کہ جھجر کے سواروں نے ان لوگوں سے کچھ مزاحمت نہیں کی بلکہ مسٹر فریزر کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بعد ازاں میں مکان سے نہیں نکلا۔ اور اس روز کے کسی اور حادثہ سے محض ناواقف ہوں۔

سوال۔ جبوقت تم کلکتہ دروازہ پر گئے کیا بہت ہجوم وہاں جمع ہو گیا تھا؟
جواب۔ تخمیناً چار یا پانچ سو آدمی اس مختصر جگہ میں تھے جے انگریز بل غ کہتے ہیں۔
سوال۔ ایسا کب ہوا تھا؟

جواب۔ قریب نو بجے کے مگر میں ٹھیک وقت نہیں بتا سکتا۔

سوال۔ جب وہ عام راستہ نہیں تھا تو کیوں اتنا ہجوم جمع ہو گیا؟
جواب۔ خلاف معمول پھاٹک بند ہو جانے کی وجہ سے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ اور اشران کر نیوالوں کی جماعت غیر معمولی سرعت سے دوڑی آئی تھی تاکہ پھاٹک بند ہونے کے قبل وہ نکل جائے۔

سوال۔ تم کہتے ہو کہ تم اخبار نویس تھے پس جو واقعات گزرے تمہیں ان سے پوری قیمت ہونی چاہیے کیا تمہیں یقین ہے کہ جو حادثہ گیارہ مئی کو ہونے والا تھا۔ دو یا تین روز قبل اس کا کچھ چرچا نہ تھا۔

جواب۔ جو واقعہ خصوصیت سے گیارہ مئی کو ہوا اس سے مجھے اصلاً واقفیت نہیں تھی۔ لیکن شہر میں بہت جوش و اشتعال پھیلا ہوا تھا۔ شاہ ایران کا اعلان۔ انبار کے

جنگوں کو جلاؤالنے کی خبریں۔ مجرب کارقوسوں سے سپاہیوں کی دل شکنی یہ افواہیں
جا بجا اڑ رہی تھیں۔

سوال۔ کیا تم نے کوئی خاص اخبار جاری کیا تھا۔ اگر کیا تھا تو اس کا کیا نام رکھا تھا۔
جواب۔ میں نے جاری کیا تھا۔ وہ کسی نام سے نہیں پکارا جاتا تھا بلکہ مضامین کے
 لحاظ سے لوگ دہلی اخبار کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ میں اسے روزمرہ لکھتا اور
 اپنے خریداروں کو پڑھ کر سنا دیتا تھا۔

سوال۔ کیا تم اسکی نقل فائل میں رکھتے تھے اور اگر رکھتے تھے تو کیا اب بھی تمہارے
 پاس موجود ہے۔

جواب۔ میں نے غدر کے پہلے اور بعد کی اصل کاپیاں جمع کیں اور انہیں فائل کر دیا۔
 گیارہ مئی سے کئی روز تک کی کاپیاں نہیں تھیں مگر نند کشور کی مدد سے دہلی پر قبضہ ہو جانے
 کے بعد میں نے وہ مئی پوری کر لی اور کنوئل برن ملٹری گورنر دہلی کے سپرد کر دیں جنہوں نے
 ان کا ترجمہ کر لیا۔

سوال۔ گیارہ مئی کو مسٹر فریزر کے ہمراہ بھیجے گئے سوار تھے؟

جواب۔ گاردین مع انیسروں کے بائیس یا تیس آدمی تھے اور جو وقت حملہ ہوا وہ
 سب مسٹر فریزر ہی کے ہمراہ تھے۔

سوال۔ تم نے بیان کیا ہے کہ تمام آدمی اگرچہ باقاعدہ صف بندی کئے ہوئے تھے لیکن
 صرف چھ سواروں کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے کیا تمہیں یقین ہے کہ جو کچھ ہوئے والا
 تھا اس کا انہیں پہلے ہی سے علم تھا؟

جواب۔ میرا خیال ہے کہ پہلے سے علم نہیں تھا لیکن باغی ”دین دین“ چلائے آئے
 تھے اسوقت بھجور والے بھی چلائے لگے اور ان میں جا کر مل گئے۔ مسٹر فریزر دنہارہ گئے
 سوال تھے پہلے تو یہ نہیں بتایا کہ وہ لوگ ”دین دین“ چلا رہے تھے، اسے کیوں

بھلا دیا تھا؟

جواب۔ آٹھ پھینے لگدڑ کے سبب یہ سب کچھ ہوا تھا۔ اب متفرق باتیں یاد آتی جاتی ہیں جب میں جاے لگا تو باغی سوار دین دین پکارتے تھے اور دودھ بھوم سے کہہ رہے تھے کہ وہ ہندوستانیوں کو نہ ستائیں گے نہ ہاتھ لگائیں گے۔

سوال۔ گیارہ مئی سے قبل تم اپنے اخبار میں کس قسم کے مضمون لکھا کرتے تھے۔ کیا ہندوستانی سپاہ کی بابت بھی کبھی کوئی مضمون نکلا تھا یا ان کی ناراضگی کا ذکر کیا تھا جواب۔ میرے اخبار میں ہر قسم کے عامیانه مذاق کے مضامین اور وہ جو میں مطبوعہ پرچوں سے نقل کر لیتا تھا ورج ہوتے تھے مسئلہ کارٹوس اور اسپرٹ پر بھی کبھی روشنی ڈالی تھی۔ سوال۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ ہرات کی طرف ایرانیوں کی پیشقدمی کی بھی کوئی خبر ورج کی تھی یا مضمون لکھا تھا؟

جواب۔ مجھے یاد نہیں کہ یقیناً میں نے ایسا کیا ہو۔ لیکن علی العموم ایسی خبریں جبکہ قلع ایران سے تھا شہر کے فارسی اخبارات سے اخذ کر لیتا تھا؟

سوال۔ جب تم خود اپنے خریداروں کو پڑھ کر سنا دیا کرتے تھے تو تم ضرور جانتے ہو گے کہ سپاہ کو کن مضامین سے دلچسپی رہتی تھی۔ کیا سپاہیوں میں ناراضگی پھیلنے کو دلچسپی سے سنا جاتا تھا؟

جواب۔ ہندوؤں میں تو کوئی جوش نہیں پھیلا۔ مگر مسلمان ایرانی خبروں میں بہت دلچسپی لیتے تھے اور شیخیاں بگھارتے، مارے خوشی کے پھولے نہیں ساتے تھے کہ ایرانی عفریب آئیں گے، یہ کریں گے وہ کریں گے۔ سپاہیوں میں ناراضگی پھیلنے کو بھی صرف مسلمان بہت دلچسپی سے سنتے تھے اور اس سے ان میں جوش و غضب پیدا ہو گیا تھا۔

سوال۔ جس زمانہ میں ایرانیوں کی آمد کا ذکر تھا کیا روسیوں کی بابت بھی کچھ چھپتا تھا

جواب۔ جی ہاں۔ ان دونوں کا ذکر ہوتا تھا۔ لیکن ایرانیوں کا کثرت سے۔
سوال۔ کیا دہلی سے کوئی ویسی اخبار نکلتے تھے جنکا شمار گورنمنٹ برطانیہ کی مخالفت تھا
جواب۔ ایسا ایک پرچہ تھا جو جمال الدین کی طرف سے ہفتہ وار شائع ہوتا تھا اس کے
مضامین گورنمنٹ سے مداوت ظاہر کرتے تھے اور اسے صادق الاخبار کہتے تھے
سوال۔ کیا یہ پرچہ کثرت سے شائع ہوتا تھا اور چھاپا ہوا ہوتا تھا۔
جواب۔ اس کی تعداد اشاعت شہر میں اور شہر کے باہر دو سو تھی اور تھوڑے میں
طبع ہوتا تھا۔

سوال۔ کیا یہ پرچہ اپنی ہفتہ وار اشاعت پر اکتفا کرتا تھا یا خبریں بہم پہنچنے پر ضمیمے
بھی نکالتا تھا؟

جواب۔ جی ہاں غیر معمولی خبریں لے کر ضمیمات بھی شائع کرتا تھا۔
سوال۔ کون اور کس طبقہ کے افراد میں اس کی اشاعت زیادہ ہوتی تھی۔
جواب۔ ہر طبقہ میں بدون تخصیص مذہب کے یہ مقبول تھا۔

سوال۔ اتنے بڑے شہر دہلی کے لئے مقبول عام اخبار کی دوسو کاپیاں تو بہت
کم ہیں۔ کیا ہندوستانیوں میں مروج ہے کہ ایک اخبار کئی لوگوں کو سنانے
کے لئے خرید لیا جائے۔ کس طرح ایک پرچہ کئی خاندانوں کے لئے کافی ہوتا ہوگا؟
جواب۔ جی ہاں خریدار پڑھ کر اپنے اپنے پرچے دوستوں اور عزیزوں کو پڑھنے کے
لئے دیدیتے ہیں۔

سوال۔ کیا دہلی میں صادق الاخبار مقتدر آرگن مانا جاتا تھا اور تعداد اشاعت میں
دوسرے پرچوں سے بڑھتا تھا؟

جواب۔ جی ہاں یہ مقتدر آرگن خیال کیا جاتا تھا اس کے مضامین نہایت عمدہ اور لکھنؤ
اخبارات کا اقتباسات ہوتے تھے مسلمانوں میں بہت منظور نظر تھا۔ دیگر اخبارات

سے اور اس سے کثرت اشاعت کا توازن تو میں نہیں کر سکتا۔ البتہ وہ برہنیت کی ہندوستانی ہم عصر کے زیادہ طبع ہوتا تھا۔

سوال۔ تم نے بیان کیا ہے کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ سے عداوت کہتا تھا کیا انہیں کوئی خاص مضمون یاد ہے جس میں ایسے جذبات کو ظاہر کیا گیا ہو؟

جواب۔ میں کوئی ایسا خاص مضمون نہیں یاد کر سکا۔ جس میں ایسے جذبات کو زیادہ وضاحت سے ظاہر کیا گیا ہو۔ لیکن ایران و روس کے متعلق جو کچھ لکھا انگریزوں کے لئے الفاظ سخت برتے ہیں۔

سوال۔ کیا تم نے کسی گنام درخواست کی نسبت پکڑنا جو مجسٹریٹ کے نام تھی کہ کشمیری دروازہ بلوہ کے چھین لیا جائیگا؟

جواب۔ جی مجھے یاد نہیں کہ کوئی ایسی خبر سنی ہو۔

سوال۔ کبھی یہ خبر بھی سنی کہ ام می یا کسی اور مقررہ تاریخ کو بہت ہنگامہ مجھے گا؟

جواب۔ نہیں میں نے اس قسم کی ایک بھی خبر نہیں سنی۔

سوال۔ کیا انہیں چپا پتوں کا حال معلوم ہے۔ جو گاؤں گاؤں تقسیم کی گئی تھیں؟

جواب۔ جی معلوم ہے غدر سے پہلے سنا تھا

سوال۔ کیا ہندوستانی اخبارات میں اس پر بحث کی جاتی تھی۔ اگر کی جاتی تھی تو اس کا کیا نتیجہ نکلا گیا تھا؟

جواب۔ جی ہاں اس پر تنقیدیں کی جاتی تھیں۔ اور یہ کسی آئیو لے واقعہ کی فال بھی جاتی تھی اور تمام دیہات کی آبادی کو تقسیم کر کے انہیں کسی سر بہتہ راز کے لئے متحد کرنا، بھجایا جاتا تھا۔ جس کی عقدہ کشائی کرتے تھے کہ آگے ہوگی۔

سوال۔ تم جانتے ہو یہ چپا پتیاں سب سے پہلے کہاں تقسیم ہونی شروع ہوئیں؟ یا ہندوستانیوں کا عموماً خیال کیا ہے؟

جواب۔ مجھے علم نہیں کہ کہاں سے تقسیم ہونی شروع ہوئیں مگر عموماً خیال کیا جاتا تھا کہ پانی پت کرنا ل سے نکلی ہیں۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو اہل قلعہ کے پاس بھی صادق الاخبار کا ایک پرچہ روانہ کیا جاتا تھا؟

جواب۔ ایک کیا کئی پرچے قلعہ میں جاتے تھے مگر میں یہ نہیں جانتا کہ انہیں لیتا کون تھا؟

سوال۔ کیا زمانہ بناوت میں فوجی اخبار بھی ملزم کے حکم سے مقرر ہوا تھا؟

جواب۔ جی ہاں ایک تھا جو شاہی لیتہو گراف پریس قلعہ میں طبع ہوتا تھا اس میں صرف بادشاہ اور قلعہ وغیرہ کے حالات دئے جاتے تھے اور گاہے گاہے دیگر معاملات بھی لکھے ہوتے تھے۔ اسے سراج الاخبار کہتے تھے۔

سوال۔ جب انگریزوں کو قتل کیا گیا تم قلعہ میں موجود تھے۔

جواب۔ میں تھا غدر کے پانچ چھ روز بعد صبح کے وقت میں نے اپنے گھر میں سنا کہ قلعہ میں ایک ہنگامہ برپا ہے۔ میں فوراً وہاں سے چلا اور دہلی دروازے سے داخل ہو کر نئے قلعہ میں پہنچا۔ جہاں میں نے بادشاہ کے مسلح مصاحبوں اور چند باغی سپاہیوں کو انگریزوں کو قتل کرتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت ساڑھے نو یا دس بجے تھے بادشاہ کے ایک ملازم نے مجھ سے کہا، تم بہت انگریزوں کے لئے خبریں جمع کرتے ہو، اگر اب بھی کئے جاؤ گے تو تمہاری یونہی خاطر کی جائے گی جس طرح ان لوگوں کی کی گئی ہے، اس شخص کا نام بھیکا تھا۔ اور یہ مرزا عبداللہ ملازم کے بیٹے کا ملازم تھا۔

سوال۔ یہ انگریز کہاں سے گرفتار کئے گئے تھے۔

جواب۔ میں نہیں جانتا۔ لیکن میں نے سنا ہے کہ بادشاہ کے باورچی خانہ سے نکال کر لائے گئے۔

سوال۔ کیا یہ باورچی خانہ اسی محن میں تھا جہاں بادشاہ کا کمرہ تھا؟

جواب۔ بادشاہ کا کمرہ اس کے سامنے تھا۔ درمیانی جگہ میں صحن تھا اور اس طرف یہ باورچخا نہ تھا جہاں انگریزوں کو قید رکھا گیا تھا۔ صحن میں دیوان خاص و دیوان عام واقع ہیں بادشاہ کے کمرہ اور باورچخا نہ کے درمیان دو یاڑو ہانی سوگز کا فاصلہ ہے۔

سوال۔ جہاں انگریز مرد اور عورتوں اور بچوں کو مجبوس رکھا گیا تھا، وہاں کس عہدہ اور قسم کے لوگ بود و باش رکھتے تھے۔

جواب اس عمارت میں بادشاہ کے مفتی کا دفتر رہتا تھا۔

سوال کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جیسی عمارت میں لیڈیوں اور بچوں کو رکھا گیا تھا وہ معزز عہدہ داروں کے استعمال کے قابل تھی؟

جواب جی نہیں اس میں غالباً کوئی نہیں رہتا تھا۔

سوال پھر اس سے کیا کام نکالا جاتا تھا۔

جواب۔ وہ مال گو دام کا کام دیتی تھی۔ اور قدیم زمانے میں مجرموں کو قید کیا جاتا تھا

سوال۔ کیا لیڈیوں اور بچوں کو وہاں زیادہ آرام مل سکتا تھا یا یہ خیال تھا کہ کوئی بد معاش انہیں چھیڑ نہ سکے۔

جواب۔ نہیں وہ کھلی ہوئی عمارت تھی جس میں پردہ وغیرہ نہیں تھا صرف تاریک کوٹھڑی تھی۔

سوال۔ کیا ادنیٰ ہندوستانی ہی وہاں رہنا انتہائی تحقیر نہ سمجھے گا۔

جواب۔ جی بالکل صحیح وہ اپنے آپ کو حد درجہ ذلیل و بے عزت سمجھے گا۔ اگر اسے وہاں رکھا جائے۔

سوال۔ کیا تمام قلعہ میں صرف وہی ایک جگہ رکھی تھی جہاں لیڈیوں اور بچوں کو قید کیا جاسکتا تھا؟

جواب۔ وہاں عمارات کی کمی نہیں تھی جن میں ان کو خاطر خواہ آرام مل سکتا تھا۔

سوال۔ کس کے حکم سے ان انگریزوں کو قتل کیا گیا؟

جواب۔ بادشاہ کے حکم سے کیا گیا اور کون ایسا حکم دے سکتا تھا۔

سوال۔ تم نے بادشاہ کے کسی لڑکے کو قتل کا نظارہ کرتے دیکھا تھا۔

جواب۔ وہاں مجمع کثیر تھا۔ میں ان میں سے کسی کو دیکھ نہ سکا۔ البتہ مرزا مغل کے مکان کی چھت پر کچھ لوگ کھڑے تھے۔ اور سنا گیا کہ مرزا صاحب بھی جہر دلوں میں سے دیکھ رہے ہیں۔

سوال۔ کیا قتل سے پیشتر انگریزوں کو رسیوں سے باندھا گیا تھا۔

جواب۔ میں نے خیال نہیں کیا۔

سوال۔ کیا قتل کرنے کے قبل انہیں ایک قطار میں بٹھایا گیا تھا۔

جواب۔ میں اس جگہ نہیں جاسکتا تھا۔ میں نے انہیں بھی نہیں دیکھا لیکن جب قتل

ختم ہوا اور مجمع منتشر ہو گیا تو بادشاہ کے احکام آئے کہ لاشوں کو پھینک دیا جائے۔ پھر

انہیں گاریوں میں لاداجا رہا تھا میں گیا اور بہتروں سے پوچھا جو اس کام کو کر رہے تھے۔

ان سے معلوم ہوا کہ ۵۲ نفرو قتل کیا گیا ہے۔ اس وقت لاشیں حلقہ ناکبری پڑی تھیں۔

سوال۔ ان میں مردوں کی کتنی لاشیں تھیں؟

جواب۔ صرف پانچ یا چھ بقیہ تمام بچے اور عورتیں تھیں۔

سوال۔ تم جانتے ہو ان لاشوں کا کیا کیا گیا۔

جواب۔ جی ہاں ملزم کے حکم کے بموجب تسلیم گدہ کی جانب بجا کر دریا میں ڈال دی گئیں

سوال۔ کیا قتل سے فراغت پا کر انہار خوشی میں تو ہیں سر کی گئی تھیں؟

جواب۔ میرے توپوں کی آواز نہیں سنی اور نہ کسی سے سنا کہ توہیں بھی چلی تھیں۔

چار بج گئے۔ عدالت کل گیا۔ رہنچے تک کے لئے ملتوی کر دی گئی۔

بارہویں روز کی کارروائی

یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۰ فروری ۱۸۵۷ء
قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں حسب معمول عدالت منعقد ہوئی۔
پریسیڈنٹ، امیران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب موجود ہیں۔
مزم اپنے مختار غلام عباس کے ہمراہ عدالت میں حاضر کئے گئے۔
چنی کل کا گواہ دوبارہ طلب کیا گیا اور اپنے گزشتہ بیان کے سلسلہ میں شہادت
دینے لگا۔

جج ایڈوکیٹ نے انہماک سے۔
سوال کیا تم عدالت کو بتا سکتے ہو کہ شہر دہلی کے کسی اور حصہ میں انگریز قتل کئے گئے۔
جواب میں نے سوائے ان کے جن کا ذکر کر چکا ہوں دوسرے مقتولوں کو نہیں دیکھا
البتہ سنا ہے کہ راجہ کشن گڑھ کے مکان میں پچیس انگریزوں نے پناہ لی تھی۔ اور جب
تک ان کے پاس بارود گولی رہی جان بچاتے رہے بعد میں انہیں تہ خانہ میں سے باہر
لا کر باغی سواروں کے چند مسلمان ہمراہیوں نے تہ تیغ کر ڈالا۔

سوال کیا کبھی دہلی میں بادشاہ کی فرمانروائی کا اعلان کیا گیا تھا۔ اگر کیا گیا تھا تو کب؟
جواب بارہویں کو دوکانیں کھولنے کا حکم ہوا اور بادشاہ کی طرف سے منادی کرائی گئی
اس کے دو روز بعد بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر شہر میں نکلے۔ ایک پیدل رجمنٹ، چند
توپیں، بینڈ باجہ۔ اور خاص مسلح باڈی گارڈ بھی ہمراہ تھے۔ وہ دوکانیں کھولانے
کی غرض سے گئے تھے اور شاہ راہ عام کے اس حصہ تک چلے گئے جہاں مکانوں کا
سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ پھر جس محل کے ہمراہ گئے تھے۔ اسی کے ساتھ واپس قلعہ میں داخل
ہوئے۔ قلعہ سے روانہ ہوتے وقت اکیس توپوں سے سلامی سر کی گئی تھی۔ اور جب

قلعہ پہنچے تو سلامی اسی طرح سر ہوئی۔

سوالات جرح از ملزم

سوال۔ کبھی تم نے یہ بھی سنا کہ میرٹھ سے آئی ہوئی باغی فوجوں نے بادشاہ کے کہنے سے ایسا کیا یا اپنی مرضی سے جبر کیا اور کرایا۔

جواب مجھے اس سے اکا ہی نہیں ہے اس طرح ہوا ہو گا یا اس طرح۔

سوال۔ کل تم نے بیان کیا تھا کہ جس مکان میں بیڈیوں اور بچوں کو مجبوس کیا گیا تھا۔ اس میں شاہی مفتی رہتے تھے۔ بعد میں یہ کہا کہ کسی ویسی افسر کو وہاں رکھا جائے تو وہ اپنے خود کو ذلیل و حقیر سمجھے گا۔ ان ہر دو بیانات میں کیونکر مطابقت ہو سکتی ہے۔

جواب۔ ادنیٰ اور اعلیٰ ہر قسم کے آدمی بوجہ دفتر ہونے کے وہاں جمع ہوتے تھے۔ اور اس یہ ظاہر ہے کہ معزز اشخاص کے رکھنے کا وہ موزوں مقام نہیں اور مفتی صاحب کا بھی جائے قیام نہیں تھا۔ صرف وہ جگہ تھی جہاں وہ دفتر کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ گواہ ہٹ جاتا ہے۔

چنی لال باطلی عدالت میں طلب کیا گیا اور انظار دینے لگا۔

جج ایڈووکیٹ نے اظہار لئے

سوال کیا گزشتہ گیارہ و بارہ مئی کو تم وہلی میں تھے۔

جواب جی ہاں میں دونوں تاریخوں میں تھا۔

سوال۔ کیا دونوں تاریخوں میں سے کسی میں بادشاہ کا عنان حکومت ہاتھ میں لینا بند رہے منادی اعلان کیا گیا تھا؟

جواب گیارہ مئی کو بوقت نیم شب قلعہ میں میں توہیں سر کی گئی تھیں جن کی آوازیں نے اپنے مکان سے سنی۔ دوسرے روز دوپہر کے وقت منادی کرائی گئی کہ ملک پر پہرہ بادشاہ کا قبضہ ہو گیا۔

سوال۔ کیا تم نے کوئی جلوس جسے بادشاہ نے ہاتھی پر سوار ہو کر نکالا ہو دیکھا تھا؟
جواب جی نہیں۔ غدر کے چند روز بعد میں نے قلعہ جانا ترک کر دیا۔ اور کبھی بادشاہ کا جلوس
نہیں دیکھا۔ البتہ مرزا مغل کا جلوس نکلتے ہوئے دیکھا تھا جہاں نہیں کمانڈر انچیف کا
اعزاز بخشی کی غرضی میں نکلا تھا۔

مردم جرح سے انکار کرتے ہیں
گواہ چلا جاتا ہے۔

گلاب نامہ بر عدالت میں طلب کیا گیا اور اظہارِ رائے لگا۔

نچ ایڈووکیٹ کا اظہارِ رائے۔

سوال۔ گلاشتہ مئی میں جو قتل انگریز بچے اور لڑکیاں قلعہ میں قتل کئے گئے کیا تم موجود تھے
جواب جی میں تھا اور انہیں قتل ہوتے ہوئے دیکھا
سوال۔ تم نے سہ سے پہلے کب سنا تھا کہ وہ قتل کئے جائیں گے۔

جواب۔ میں نے واردات کے دن۔۔۔ قتل سنا تھا۔ یہ کہا گیا تھا کہ انگریز دو روز کے اندر اندر
قتل کر دئے جائیں گے۔ مگر مجھے یاد نہیں کہ وہ کیا دن تھا۔ قتل کے مقررہ روز عوام ان اس
کے غول کے غول دس بچے کے وقت قلعہ جا رہے تھے اور ان میں میں بھی شامل تھا جب
پہلے صحن میں پہنچے تو دیکھا کہ انگریز سب کے سب ایک ساتھ کھڑے ہوئے ہیں اور شاہی
سلحہ مصاحبین جنہیں باڈی گارڈ کہا جاتا ہے چاروں طرف سے ان کے گرد حلقے کے ہوئے
ہیں۔ انہیں کے ہمارے چند باغی سپاہی بھی تھے میں نے کسی کو کوئی اشارہ یا حکم دیتے نہیں سنا
بلکہ کیا کہ ان لوگوں نے اپنی تلواریں کھینچ لیں اور ایک ہی دفعہ سب نے ملکر قیدیوں پر دھا
کے اور پے درپے کرتے رہے یہاں تک کہ ان سب کو قیر قیر کر ڈالا۔ کم از کم سو یا ڈیڑھ سو آدمی
اس کام کو انجام دے رہے تھے۔

سوال کیا کسی نے انکو پانے کی کوشش نہیں کی یا تم نے کبھی سنا کہ کسی نے بادشاہ

کے پاس ان کی شفاعت کی ہو،

جواب۔ جی نہیں نہ بچانے کی کسی نے کوشش کی اور نہ میں نے کبھی سنا کہ کسی نے بادشاہ کے پاس ان کی شفاعت کی ہو۔

سوال۔ تم کہتے ہو کہ ان عورتوں اور بچوں کے قتل کا وقت دو روز پیشتر ہی سے مقرر کر دیا گیا تھا یہ بی بتایا گیا تھا کہ کس کے حکم سے وہ مارے جائیں گے۔

جواب۔ میں نہیں جانتا کہ اس معاملہ میں کس کے احکام جاری ہوئے تھے مگر بغیر حکم ایسا ہو بھی نہیں سکتا تھا۔

سوال۔ کیا عوام یہ سمجھا جاتا تھا کہ بادشاہ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کی اجازت دیدی ہے؟

جواب۔ اس وقت یہ نہیں معلوم ہوا لیکن لوگ اتنا ہی بتاتے تھے کہ پرسوں قیدی ہار جائیں گے

سوال۔ کیا وہلی میں بادشاہ کی ہمسری کا کوئی اور بھی تھا جو ایسے احکام دے سکتا ہو؟

جواب۔ صرف بادشاہ یا ان کے صاحبزادہ مرزا مغل ہی وہ مرہم تھے جہاں سے احکام کا اجرا ممکن تھا۔

سوال۔ تمہارے خیال میں کتنے قیدی قتل کئے گئے تھے اور کتنے قتل سے پیشتر انہیں آپس میں جکڑ دیا گیا تھا؟

جواب۔ میں حساب نہیں بتا سکتا۔ وہ قاتلوں سے گھرے ہوئے تھے انکا زیادہ حصہ بچے تھے اور وہ جکڑے ہوئے نہیں تھے۔

سوال۔ تم جانتے ہو لاشوں کو کیا کیا گیا۔

جواب۔ جی نہیں۔ سپاہیوں نے قتل کرنے کے بعد قلعہ سے سبکو باہر کر دیا تھا۔ اور پھر میں نے نہیں سنا کہ انکا کیا ہوا۔

سوال۔ بینک میں کسی کو قتل ہوتے دیکھا تھا۔

جواب۔ جی ہاں۔ منسٹر بیرس فارڈ اور ان کے خاندان کو قتل کئے جاتے وقت میں دیکھ

رہا تھا۔ باغیوں اور مفسدوں نے جب بینک پر حملہ کیا تو مسٹر بیرس فارڈ اور ان کا خاندان
بیردنی دفتر میں روپوش ہونے چلے گئے۔ اور جب قاتلوں نے ان کی تلاش کی تو وہ
عازت کی چھت پر تھے۔ مسٹر بیرس فارڈ تلوار سے مسلح تھے اور مسٹر بیرس فارڈ کے پاس نیزہ تھا۔
سامنے والے زینے سے چڑھتے ہوئے باغی خائف ہوئے۔ انجام کار مفسدوں نے دباوا
کیا اور وہ مغلوب ہو کر قتل ہو گئے۔ میں نہیں جانتا کہ بینک میں کتنے آدمی مارے گئے مگر
قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی ایک تھے۔ عین غدر کے روز بارہ بجے یہ واقعہ ہوا تھا۔

سوال۔ کیا کسی لیڈی کو زندہ لے گئے تھے یا سب کو قتل کر ڈالا تھا؟

جواب۔ ان سب کو فی الفور قتل کر دیا گیا تھا۔

سوال۔ کیا بادشاہ کے مسلح مصاحبوں میں سے کوئی بینک میں موجود تھا؟

جواب۔ جی نہیں۔

سوال۔ کیا غدر ہونے ہی بادشاہ فرمانروا مشتہ کر لئے گئے تھے؟

جواب۔ جی ہاں۔ غدر کے روز بوقت تین بجے منادی کرائی گئی تھی کہ آج سے بادشاہ
کی حکومت ہو گئی ہے۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

عدالت نے اظہار لئے

سوال۔ تم جانتے ہو کہ قیدیوں کو کیوں اتنے روز تک حراست میں رکھا گیا اور ان کے
قتل کا کوئی خاص دن مقرر کرنے کی بھی کوئی وجہ تھی۔

جواب۔ جی نہیں مجھے دونوں باتوں کا علم نہیں۔

حکیم احمر السدھاں پھر طلب کئے گئے اور گندہ شہہ حلف کی رو سے ان کا
اظہار لیا گیا۔

نچ ایڈوکیٹ نے اظہار لئے۔

سوال۔ کیا غدر کے زمانہ میں قلعہ کے واقعات کی کوئی کورٹ ڈائری تھی (یعنی سرکاری

جواب۔ کورٹ ڈائری موافق معمول تھی جیسی کہ غدر کے بہت پہلے سے کہی جاتی تھی۔

سوال۔ اس صفحہ کو دیکھو اور بتاؤ کہ اس کا خط ہے کیا پہچانتے ہو۔؟

جواب۔ جی ہاں یہ اس کا خط ہے جو کورٹ ڈائری لکھا کرتا تھا اور یہ صفحہ اسی ڈائری کا ہے

کورٹ ڈائری مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۴۷ء کے اقتباس کا ترجمہ

”بادشاہ نے دیوان خاص میں دس بار کیا ۴۹ انگریز مقتید تھے، فوج نے ان کے

قتل کا مطالبہ کیا، بادشاہ نے قیدیوں کو فوج جیسا چاہے کرے اہلکاران کے حوالہ کر دیا۔

اور آخر کار وہ لوگ تہ تیغ کئے گئے درباری بکثرت تھے، روسا، شرفا، افسران اہل ظلم

سب دربار میں حاضر ہوئے اور تعظیم بجالانے کی عزت حاصل کی،“

سوال۔ کیا گیارہ مئی کو تم دہلی میں حاضر تھے۔

جواب۔ جی ہاں میں موجود تھا۔

سوال اس موقع پر تم نے جو کچھ دیکھا ہو بیان کرو

جواب سولہ رمضان یعنی گیارہ مئی کو صبح بوقت سات بجے نمبر ۳۴ دیہی پیاڈہ چنٹ

کا ایک ہندو سپاہی، قلعہ میں دیوان خاص کے دروازہ پر آیا اور چند دربانوں سے جو

اس وقت وہاں موجود تھے کہا کہ دیہی فوج نے میرٹھ میں گورنمنٹ کے خلاف بغاوت

کی ہے اور اب دہلی میں داخل ہوا چاہتی ہے اور وہ اور اس کے تمام ہمراہی کمپنی کی

ملازمت نہ کرینگے بلکہ دھرم کے لئے جنگ کرینگے۔ میرا مکان قلعہ میں دیوان خاص کے

قریب ہی تھا۔ محافظ سپاہیوں نے فی الفور مجھ سے آکر جو کچھ رجمنٹ کے سپاہی نے

کہا تھا بیان کیا۔ میں نے یہ خبر پائی ہی تھی کہ شاہ دہلی نے مجھے طلب کیا۔ جب میں وہاں

گیا تو اعلیٰ حضرت نے کہا ”دیکھو سوار زبرد چروکہ کی راہ سے آ رہے ہیں زبرد چروکہ یعنی چروکہ

کے نیچے مگر معادوم ہوتا ہے کہ محل کے جبرکوں کے نیچے کی زمین کو اس نام سے موسوم کیا

جاتا تھا، میں نے نظر کی اور دیکھا کہ ۵۵ یا ۶۰ سوار تقریباً ۵۵ گز کے فاصلہ پر تھے انہیں

اکثر دریاں پہننے ہوئے تھے اور بعض معمولی ہندوستانی کپڑوں میں تھے۔ میں نے فوراً دروازہ بند کر دیا جانے کے لئے بادشاہ سے کہا جس میں سے ہو کر زیرِ چہرہ دے قلعہ میں داخل ہوتے تھے۔ یہ شکل بند کیا گیا تھا کہ پانچ یا چھ سوار تین برج کے دروازہ پہنچو نیچے جہاں بادشاہ کے خانگی کمرے ملکا اور دیگر شاہی بیگمات کے کمرے تھے۔ سواروں نے چلانا شروع کیا۔ ”دُعا ہے بادشاہ صاحب کی ہم اپنے دہرم کی جنگ میں مدد کے خواستگار ہیں“ بادشاہ نے سن کر کچھ جواب نہیں دیا، اور نہ نیچے والے آدمیوں کو اپنا چہرہ دکھایا بلکہ غلام عباس شمشیر الدولہ کو جو اس وقت حاضر تھے کپتان ڈگلس قلعہ دار کے پاس جا کر سواروں کی آمد سے مطلع کرنے اور مناسب انتظام کی ہدایت کرنے کے لئے روانہ کیا۔ پھر بادشاہ اندرونی کمروں میں چلے گئے اور میں دیوان خاص میں آگیا۔ تقریباً اسی وقت کپتان ڈگلس غلام عباس کو بلالئے ہوئے پہنچے۔ اول الذکر برآمدہ چہرہ ہر زیرِ چہرہ دے دیکھتے گئے جہاں سوار بدستور موجود تھے اور ان سے کہا ”یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ بادشاہ کا محل ہے۔ تمہارا یہاں کھڑا رہنا بادشاہ کی ناراضگی کا باعث ہوگا، اسی سوار راجگھاٹ کی راہ سے جو شہر میں پہنچنے کا قریبی راستہ ہے چلے گئے۔ بادشاہ کپتان ڈگلس کی آمد کو فوراً باہر نکل آئے اور دیوان خاص اور کمرہ خاص کے درمیان ان سے ملاقات کی۔ کپتان ڈگلس نے بادشاہ سے کہا آپ گھبرائے نہیں شورش کو بہت جلد فرو کر دیا جاگا میں ابھی جا کر انہیں گرفتار کئے لیتا ہوں۔ وہ یہ کہہ کر جانے لگے اور درخواست کی کہ تین برج محل کا دروازہ جو میں نے بند کر دیا تھا کھول دیا جائے تاکہ وہ سواروں سے دوبارہ گفتگو کر سکیں۔ بادشاہ نے کہا نہ تمہارے پاس پستول ہے نہ ہندو ق۔ نہ سپاہی ہمراہ ہیں اور دشمنوں میں جا رہے ہو۔ یہ نا تجربہ کاری ہے۔ یہ سن کر کپتان ڈگلس اپنے قیام گاہ پر چلے گئے۔ اسکی تہوڑی دیر بعد پیران جعدا کپتان ڈگلس کا ملازم آیا اور کہنے لگا کہ کپتان ڈگلس مجھے اور غلام عباس کو بلا رہے ہیں۔ جب ہم گئے تو کپتان صاحب نے کہا کہ میرے پیچھے

بہت چوٹ آئی ہے ان کے ہمراہ ایک اور صاحب تھے جنہیں میں نہیں پہچانتا اور وہ ایک کوئی چھپے ہوئے تھے اور ان کے شانے میں بہت گہرا زخم لگا ہوا تھا۔ کپتان ڈگلس نے کہا۔ دو پالکیاں فوراً مع کماروں کے بھجوا دیجئے تاکہ انگریزی لیڈیوں کو یہاں سے لیجا کر ملک کے پاس چھوڑ دیا جائے۔ اس وقت مسٹر سمن فسر ریز صاحب کشتہ مکر رہے تھے اور کھنے لگے بادشاہ کے یہاں سے دو توپیں منگواؤ اور پھانک پر رکھو دو۔ پھر مسٹر فریڈنٹ اور غلام عباس کو ہمراہ لے ہوئے نیچے آئے جہاں سے وہ تودروازہ کی طرف چلے گئے اور میں غلام عباس کو ہمراہ لے ہوئے بادشاہ کے پاس مسٹر فریڈنٹ کا پیام سنانے کے لئے چلا گیا۔ پھر بادشاہ کی اجازت سے ہتھیاریوں کے لئے دو پالکیاں پہنچا دیں اور توپوں کے لئے بھی حکم دیدیا لیکن بعد میں یہ خبر موصول ہوئی کہ سوار محل میں لائبریری دروازہ سے داخل ہو گئے ہیں جہاں مسٹر فریڈنٹ لگائی جاتے تھے۔ ہمسے یہ بھی کہا گیا کہ ان سواروں نے مسٹر فریڈنٹ کو قتل کر ڈالا ہے۔ اور کپتان ڈگلس کو قتل کرنے گئے ہیں۔ کماروں نے بھی واپس آکر اس خبر کی تصدیق کی، انہوں نے بیان کیا کہ وہ مسٹر فریڈنٹ کو قتل ہوتے دیکھ لے ہیں جن کی لاش پھانک کے پاس پڑی ہے اور سپاہی پھانک کے اوپر کے رہنے والوں کو قتل کر کے چڑھ رہے ہیں۔ بادشاہ نے قلعہ کے دروازوں کو یہ سنکر رند کر نیکا حکم دیا۔ لیکن جواب دیا گیا کہ پیدل یعنی اڑتینوں حربہ کے چند سپاہی جو قلعہ کے دروازوں کے گارڈ تھے ایسا نہیں کرنے دیتے تھوڑی دیر گزرنے کے بعد ۵۰ سوار دیوان خاص تک چلے آئے اور گھوڑوں کو بائیں بائیں باندھ دیا، پیدل حربہ نے بھی آکر قلعہ کے دیوان خاص و عام میں جہاں جی رہا ہوا بستر بچھا لیا۔ مجھے ٹھیک معلوم نہیں کہ کوئی حربہ لیکن خیال ہے کہ دہلی کی تینوں حربہیں تھیں۔ سیرٹھ کی پیدل سپاہ اس روز دو بجے تک دہلی نہ پہنچ سکی وہ متفق ہو کر نہیں آئی۔ بلکہ جماعت در جماعت آکر دہلی کی حربہ سے مل گئی۔ اور

بستر پہ پھیلائے اس روز کوئی خاص و ربار نہیں ہوا۔ لیکن بادشاہ دیوان خاص میں کوئی تین چار مرتبہ آئے جہاں ہر طرف باغی چڑے ہوئے تھے، باغی سوار دن بھر اور رات بھر گروہ درگروہ آتے رہے۔ شام کو نمبر ۵ پایادہ حبیب اندرائی اور قلعہ سلیم گڑھ پر قبضہ کرنے چلی گئی۔ جہاں دوسرے روز میگزین سے لاکر تین نصب کردی گئیں تاکہ میرٹھ سے آئیوالی انگریزی فوجوں کو راستہ میں ہی روک لیں تین روز دن اور رات انگریزوں کے آنے کا غدر شاہ لاعت رہا، ذرا لگج کی آداوائی اور باغی کیسل کانٹوں سے درست ہو کر چوکے ہو گئے۔ گیارہ بجی کو مدرم کے تین فرزندوں، مرزا گل مرزا خیر سلطان اور جوان بخت اور پوتے مرزا ابو بکر نے فوج پر اعلیٰ سردار ہونے کی درخواست کی، میں نے بادشاہ سے کہا کہ ابھی یہ لوگ کم عمر ہیں اور ایسے منصبوں کا تجربہ بھی نہیں رکھتے۔ اور وہ اپنے فرائض کو نہ سمجھیں گے۔ بہتر ہوگا کہ آپ انہیں عہدے نہ دیں شہزادے اس بات سے بہت ناخوش ہوئے اور مرزا امین ہو، مرزا بختا در شاہ اور مرزا عبدالکریم افسران فوج اپنی درخواست پر متفق کرنے کے لئے کانٹھا اور دو روز کے بعد وہ جبراً افسران اعلیٰ مقرر ہو گئے۔

سوال۔ تم نے کہا ہے کہ کپتان ڈگلس کے مکان پر دو پالکیاں روانہ کرنے کے لئے درخواست کی گئی تھی، جب انہوں نے سنا کہ کپتان موصوف اور مسٹر فریزر قتل کئے گئے تو کیا قانون کی گرفتاری یا سزا میں سہی کی گئی تھی۔

جواب۔ جی نہیں وہاں ایسی گڑبڑ تھی کہ کچھ نہ کیا جاسکا۔

سوال۔ یہ ظاہر ہے کہ بادشاہ کے خاص ملازموں نے اس روز مسٹر فریزر کو اور کئی انگریزوں کو قتل کیا تھا کیا یہ ملازمین بدستور اپنی جگہ پر بحال رہے اور نخواجہ تہہری جواب۔ میرے گوش گذار کبھی یہ بات نہیں ہوئی کہ بادشاہ کے ملازمین قتل میں شامل تھے۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ کوئی شخص اس وجہ سے کبھی برخاست نہیں کیا گیا۔

سوال - کیا تھا اس سے یہ مطلب ہے کہ عام طور سے معلوم نہیں ہوا کہ قتل کے مرتکب کون تھے؟

جواب - جی ہاں عام طور پر یہ بات معلوم نہ تھی۔ نہ میں نے سنا کہ قتل کس نے کیا۔

سوال - کیا اس کی کبھی تحقیقات کی گئی تھی۔

جواب - نہیں۔

سوال - غدر سے پہلے بادشاہ کے کتنے ہمراہی مسلح رہتے تھے۔

جواب - قریب قریب بارہ سو کے۔

سوال - کیا یہ آدمی فوج کے مختلف شعبوں میں تھے مثلاً توپخانہ، سوار، پیادہ وغیرہ؟

جواب - جی ہاں اس میں توپخانہ، سوار، ماہر پیدل، سب شامل تھے،

سوال - بادشاہ کے پاس کتنی توپیں تھیں؟

جواب - قابل استعمال توپیں چھ تھیں اور انہیں جاننا کہ بیکار کتنی تھیں۔

سوال - گیارہ مئی کو غدر کے روز اس فوج سے کیا کام لیا گیا تھا۔

جواب - یہ خاص خاص دروازوں اور قلعہ کے خاص افسروں کے مکانات کی حفاظت

پر متعین کئے گئے تھے کچھ ان میں سے جن کا تقرر وہ پہلے کے بالعوض ہوا تھا بہت کم حاضر رہے

تھے تاہم انہیں مابانہ خواہ گھر بیٹھے بلجایا کرتی تھی

سوال - اتنے انگریز بچے اور عورتیں کیونکر قلعہ میں لائے گئے اور مقید کئے گئے

جواب - باغیوں نے انہیں شہر اور شہر کے گرد نواح سے گرفتار کیا تھا اور چونکہ وہ

قلعہ میں مقیم تھے لہذا ان قیدیوں کو یہی اپنے ہمراہ قلعہ میں لیتے آئے۔

سوال - کیا تھا اس سے یہ مطلب ہے کہ جس شخص نے جس عورت اور بچے کو کپڑا

اسے اپنی قید میں علیحدہ رکھا؟

جواب - جی نہیں بلکہ انہوں نے اس امر کی اطلاع محافظ قید خانہ کو کی جس پر انکو حکم ملا

کہ وہ ہر ایک انگریز کو باور چٹانہ میں لپیٹ کر قید کر دیں۔

سوال باور چٹانہ کو قید خانہ کس نے بنایا تھا۔

جواب بادشاہ نے یہ سمجھ کر کہ وہ بہت وسیع سماعت ہے۔ باغیوں کو ہدایت کی کہ قیدیوں کو وہیں رکھا جائے۔

سوال۔ غدر سے پہلے بادشاہ کے باڈی گارڈ کا کون افسر تھا۔

جواب۔ محبوب علی شاہ۔

سوال۔ کیا ان میں سے کسی نے گیارہ تاریخ کو میگزین پر حملہ کیا تھا۔ اگر کیا تھا تو کس کے حکم سے۔

جواب۔ جی نہیں میں نے نہیں سنا کہ ان میں کا کوئی شخص کسی کے حکم سے حملہ کرنے گیا ہو نہ میں یہ جانتا ہوں کہ کسی شخص نے حملہ کیا بھی یا نہیں۔ لیکن جو کچھ میں کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ شہر کے باہر ہونے والے لوگ حملہ آور ہوئے ہوں گے۔

سوال۔ کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ فی الحال بادشاہ کا سفیر یا کوئی عزیز شاہ ایران کے دربار میں ہے یا حال میں گیا ہے؟

جواب۔ جی نہیں موجودہ حالت کی بابت میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن دو تین سال گزے جب محمد باقر کے اخبار میں میں نے یہ پڑھا تھا کہ مرزا نجف ملزم کے بھائی شاہ ایران کے دربار میں گئے ہیں جن کا استقبال نہایت بزرگ و احتشام سے کیا گیا۔

سوال۔ کیا یہ شخص دہلی سے روانہ کئے گئے تھے۔

جواب۔ میں نہیں جانتا البتہ ان کے بھائی دو برس پیشتر بہت سے کاغذات دیکر سفیر بنا کر گورنمنٹ کے پاس کلکتہ روانہ کئے گئے تھے۔

سوال۔ کیا جن عسکری کے شیدی قبیلہ کو ایران روانہ کرنے کی کوئی اطلاع تم عدالت کو نہیں دے سکتے؟ یہ بالکل سچ ہے کہ ضروری کاموں میں تمہیں بھی اعتبار کیا جاتا تھا۔

خصوصاً تحریک متعلق، نیز یہ یقین کر لیا گیا ہے کہ جو کچھ بیان ہو چکا ہے اس تم نجوئی اتنی جواب میں قسمیہ کتابوں کہ میں نے عدالت سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی۔ لاکھ پیر اعتبار کیا جاتا تاہم میں نوکر تھا، بہت راز و مخبر سے مخفی رکھے جاتے تھے۔ مثال کے لئے سنئے کہ بادشاہ نے اپنی بیوی تاج محل سے نکاح کرنے کی جو قوم کی مسلمان ڈوہنی تھی اور نیچے طبقہ کی تھی اور جس سے بعد میں بادشاہ کا نکاح ہو گیا انچہ سے بالکل صلاح نہیں لی تھی۔ یہ جو ان نجات کی تخت نشینی کی سازش سے مجھے آگاہی تھی۔ اور ایسے کئی دیگر اہم معاملات کا حال ہے۔ لہذا میں نہیں کہہ سکتا کہ ملزم جن عسکری اور شیدی قبیلہ میں کیا گذرا۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ غدر سے پہلے بادشاہ نے اپنے رفقاء کی معرفت کمپنی کی یہی فوج کے افسروں سے خط و کتابت یا پیام رسانی رکھی ہو؟
جواب۔ جی نہیں میں نہیں جانتا۔ یہ ممکن ہے کہ ان میں خط و کتابت ہوئی ہو مگر مجھے یقین نہیں ہے کہ ایسا ہوا ہو۔

چار بج جانے سے عدالت کل گیا رہ بجے تک کے لئے برخاست ہو گئی۔

تیرہویں روز کی کارروائی

یوم جمعرات - ۱۱ فروری ۱۹۵۷ء

عدالت پرستور قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی

پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈووکیٹ جنرل سب موجود ہیں۔

ملزم عدالت میں لائے گئے۔

حکیم حسن الدخاں بھی عدالت میں طلب کئے گئے اور گزشتہ اظہار

کی یاد دہانی کی گئی۔

نچ ایڈوکیٹ نے اٹھارے

سوال - کیا تمہیں معلوم ہے کہ پرچہ صادق الاخبار کو ملازم غدر سے پہلے بہت پڑھا کرتے تھے؟
جواب - وہ باقاعدہ نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ اتفاقاً کوئی شہزادہ کسی مضمون کا کچھ حال بتا دیتا
سوال - شہزادے مضامین متعلقہ ایران کو ضرور دلچسپی سے پڑھتے ہونگے اور کیا عموماً یہ بتایا جاتا تھا کہ انگریزوں کو ایرانیوں کے ہاتھ سے شکست ہوئی؟

جواب - میں نے خود وہ اخبار نہیں پڑھا میں یہ جانتا ہوں لیکن عام طور پر بیان کیا جاتا تھا کہ انگریز ایرانیوں سے شکست کھا رہے ہیں اور شہزادے اس خبر کو ضروری سمجھ کر پڑھتے اور اس پر یقین رکھتے تھے۔

سوال - غدر سے پہلے کیا مسلمانوں کو یقین تھا کہ انگریزی عسکری ختم ہو جائے گی اور کیا شہزادوں کو بھی اس بارے سے اتفاق تھا؟
جواب - جی نہیں میں نے ایسا نہیں سنا۔

سوالات جرح از ملازم

سوال - تم نے بتایا ہے کہ بادشاہ کی ملازمت میں ۱۲۰۰ سپاہی تھے بادشاہ کی فوج کی تینوں ٹکڑیوں کی دریاں بیان کرو اور مختلف زمینوں کے کیا لقب تھے؟
جواب - دو پیدل جہتیں تھیں ہر ایک میں باغیچہ آدمی تھے انکی وردیوں کا رنگ گہرا سیاہ اور خاکستری تھا انکے عمامے اور کمر بند سرخ تھے وردیوں پر کوئی نشانات یا نمونے نہیں تھے جس سے مختلف ٹکڑیوں میں امتیاز کیا جاسکتا، تو چنانچہ میں تقریباً ۱۴ آدمی تھے انکی وردی گہری نیلگوں عمامے اور کمر بند سرخ ہوتے تھے انکی وردیوں پر بھی کوئی خاص نمونہ یا علامت نہیں رہتی تھی ملازم کا بادی گاڑڈ سرخ کوٹ پہنتا تھا اور گہرے نیلگوں عمامے اور کمر بند گہرا ہٹ جاتے ہیں۔

مسٹر آڈویل وجہ الگرنڈ آڈویل گورنمنٹ ہنٹنچونم عدالت میں طلب کی گئیں اور ان سے حلف لیا گیا

نچ ایڈوکیٹ نے اٹھارے لے۔

سوال۔ کیا گیارہ مئی ۱۸۵۷ء کو تم دہلی میں تھیں؟

جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ تم کہاں رہتی تھیں اور تم نے کس وقت سنا کہ ویسی فوجیں میرٹھ سے آئی ہیں۔

جواب۔ میں شہر کے اس حصہ میں رہتی تھی جسے دریا گنج کہتے ہیں اور میرٹھ کے سپاہیوں کے آنے کی خبر مجھے گیارہ مئی کو صبح اٹھ اور نو بجے کے درمیان ملی۔

سوال۔ اس روز جو کچھ تم نے دیکھا ہو بیان کرو۔

جواب۔ میرے ایک سائیس نے آکر بیان کیا کہ فوجیں بغاوت کر کے میرٹھ سے آگئی ہیں اور راہ میں جو انگریز ملے گئے انہیں قتل کر ڈالا اور کھنے لگا اپنی گاڑی تیار کر کے بھاگنے کے لئے آمادہ ہو جانا چاہئے کیونکہ باغی دہلی کے انگریزوں کو بھی قتل کر نیگے۔ میں اس سے باتیں کر رہی تھی کہ ہمارے دوسرے دروازہ کے ہمارے مسٹر نولن نے آکر سائیس کے بیان کی تصدیق کی اور مسٹر آلڈویل کو دریافت کرنے لگے تاکہ ان سے کچھ مشورت کر سکیں

پھر وہ مسٹر آلڈویل کے پاس چلے گئے اور یہ دونو معاوضہ تک باہم مشورہ کرتے رہے، او آخر کاریہ طے پایا کہ تمام قرب و جوار کے انگریز ہمارے مکان میں جو نہایت فرخ اور مخم تھا اکٹرا جمع ہو جائیں۔ اور جب تک دم میں دم ہے اپنی عزت و آبرو پر اچھڑنے دیں۔ اس کے بعد مسٹر آلڈویل اور مسٹر نولن نزدیک کے ہسپتال کے گارو کے پاس گئے۔

اس گارو میں ہندوستانی پیدل سپاہی تھے اور ان سے اپنے ساتھ جدوجہد کرنے کے لئے دریافت کیا اور یہ بھی کہا کہ اس کے بدلے انگریز انہیں معقول معاوضہ دینگے سپاہیوں نے جواب دیا: "جاؤ اپنا کام کرو اور ہم اپنا کام کرتے ہیں"، اس وقت صبح کے ۸ بجے سے کچھ زیادہ وقت تھا اور میرٹھ کے سپاہیوں نے پل تک عبور نہیں کیا تھا جو یہ کہا جاسکے کہ گارو کے سپاہیوں کو انہوں نے ٹکناٹھ لیا ہوگا۔ اس کے بعد

انگریزوں نے جو ہمارے مکان میں جمع ہوئے تھے دروازوں کی ناکہ بندی کرنی شروع کی اور عورتوں کی بچوں کو چھت پر چڑھا دیا گیا۔ میں سمجھتی ہوں کہ مع عورتوں اور بچوں کے کل تعداد تیس تھی۔ پہرہ بچے کے قریب باغیوں کو پہننے پر عبور کرتے ہوئے دیکھا ان میں خاصی تعداد سواروں کی تھی اور کچھ پیادے بھی تھے۔ باغیوں کا یہ گروہ ہمارے مکان کے زیرِ دیوار گور رہا تھا جوب وریا واقع تھا امدان میں سے بعض نے ایک صاحب پر فریضی کیا تھا جو چھت پر تھے پھر یہ جاعت جلیانہ کی طرف چلی گئی اور ہم نے سمجھ لیا کہ وہ قیدیوں کو آزاد کر گئی۔ تھوڑی دیر بعد ہم نے سنا کہ وہ شہر میں گھس گئے ہیں۔ اور انگریزوں کو جہاں پاتے ہیں قتل کرتے ہیں۔ اسی وقت شہر کا ایک مسلمان باشندہ جو پیشہ کارنگریز تھا۔ خون آلود تلوار ہاتھ میں لے کلمہ پڑھتا ہوا ہمارے مکان کے پاس آیا اور چلا کر کہنے لگا "انگریز کہاں ہیں" مسٹر نوٹن نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ مگر اس کے جواب نہ دینے پر مسٹر نوٹن نے گولی مار دی اور وہ مر گیا۔ صرف یہی ایک شخص تھا کہ جو اس وقت تک ہماری سرحد میں داخل ہوا، مگر اس کے بعد ہی پچاس ساٹھ شہری باشندے اس کے پیرو ہمارے دروازہ پر اکٹھے ہو گئے۔ گیارہ بچے کے قریب مسر فاولن ایک مسلمان کے ہاتھوں ہمارے مکان میں پھنچائی گئیں۔ انہیں شہری باشندوں نے زد و کوب کیا تھا جس سے ان کے سر میں کاری زخم آیا تھا اور ان کے مکان کا تمام اسباب لوٹ کھسوٹ کر لے گئے تھے۔ پھر تین بچے تک کوئی بات قابل ذکر نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ میگزین اڑا دیا گیا۔ اس وقت میں نے مسٹر ڈویل سے التجائی کہ بچے اور میرے تینوں بچوں کو نکال دے۔ کیونکہ خدشاہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ باغی نہیں لینے گئے ہیں تاکہ میاں لا کر نصب کر دیں اور میں پناہ گاہ ڈھونڈنے کے لئے بیقرار تھی چنانچہ میں نے اوتھینوں بچوں سے ہندوستان کا سا لباس پہنا اور وڈولیوں میں سوار ہو کر مکان سے نکل گئے اور بادشاہ کے

پوتے مرزا عبداللہ کے مکان پر پہنچے، اسکی بہن اور اہلیہ نے ہماری بہت خاطر تواضع کی کیونکہ مسٹر آندویل کو اور بچے وہ لوگ بہت عرصہ سے جانتے تھے، رات کے آٹ بجے تک ہم وہاں رہے جب مرزا عبداللہ آیا اور کہا کہ وہ ہمیں بہترین پناہ گاہ اور محفوظ مکان یعنی اپنی ساس کے مکان میں پرہیز و لیگا۔ چنانچہ اسی وقت اس نے ہمیں وہاں پرہیز و لیگا کر دیا، کچھ اسباب اپنے پاس رکھ چھوڑا۔ اور کہنے لگا کہ عام راستہ سے اس قدر سامان لیکر نکلتا بہت خطرناک ہے کل تم اپنے منشی کو رواد کرنا میں وہ سلمان اس کے ہاتھ بھیج دوں گا میں نے دوسرے روز حسب وعدہ اپنے منشی کو دوسرے روز یہ نقد و کچھ چاندی کی فستریاں مرزا عبداللہ سے لیکر آنے کے لئے رواد کیا۔ لیکن مرزا نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے اور ساتھ ہی ہمیں یہ پیام بھیجا کہ اگر اسکی ساس کے مکان کو فی الفور خالی کر دیا جائیگا تو وہ لوگوں کو ہمارے قتل کے لئے رواد کر دیگا۔ اسنے چہ نبے شام کو اپنے چچا اور چند لوگوں کو دیکھنے کے لئے رواد کیا کہ اگر ہم نہ چلے گئے ہوں تو وہ لوگ قتل کر دیں میں نے اس کے چچا کو تو نہیں دیکھا لیکن ملازموں کو دیکھا جن کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں تھیں۔ میرے منشی کی والدہ ملامت کرنے لگیں اور کہنے لگیں کیا یہی مرزا کی ہمان نوازی ہے؟ اس کا اگر یہی ارادہ تھا تو کیوں ہمیں مکان میں گھسنے دیا۔ کیا حفاظت اور پناہ گاہ کا وعدہ صرف قتل کے لئے کیا تھا؟ اس نے ان لوگوں سے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو قتل کرنا ہی ہے تو پہلے مجھے کر دیں میں نے انگریزوں کا ٹنگ کھایا اور انہیں قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتی، پھر یوں کہنے لگی۔ مجھے قتل کرنے سے تم کو بہت ڈاب ہو گا۔ کیونکہ میں سیدانی اور شیعہ ہوں، یہ بادشاہ کے خاندان کی طرف اشارہ تھا جو سنی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اور سنی فرقہ نے حقیقتاً بنی کے پچوں یا سیدوں کو ٹھیکہ کیا تھا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ اگر وہ ایسا کرینگے تو یقیناً کافر ہو جائینگے، اللہ انہوں نے

مسلحہ خود کو شاہ معلوم نہیں کہ سینوں نے سادات کو ٹھیکہ نہیں کیا تھا

یسیائیں کے قتل کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ پہر اس سے کہنے لگے کہ وہ مکان سے نکلا ہے تاکہ وہ لوگ ہیں قتل کر دیں ورنہ ہمیں مکان سے باہر کرنے کا سڑک پر لجا کر انکو ہلاک کیا جائے۔ آخر کار بعد وقت دوسرے روز صبح تک مکان خالی کر دینے کی سہا جازت ملی، رات کے وقت منشی میرے درزی کو بلا کر لایا، اور میں نے اس سے کوئی یہی جگہ دریافت کی جہاں جا کر ہلوگ روپوش ہو سکیں۔ جواب میں اس نے کہا کہ سنا گیا ہے کہ نواب احمد علیخان انگریزوں کو پناہ دے رہے ہیں اور وہ ہیں وہاں لجا کر پوشیدہ کر لگا پھر وہ سواری لانے کے لئے نواب کے ہاں گیا مگر ناکام واپس آیا اور کچھ لگا کہ نواب کے مکان میں انگریزوں کا روپوش ہونا باغیوں کو معلوم ہو گیا ہے۔ اور وہ ان کے مکان کے سامنے تو ہیں لگانا چاہتے ہیں لہذا وہ ہمیں اپنے مکان میں رکھیں گا، اس نے ایسا ہی کیا اور ہم اس کے مکان میں رہنے لگے۔ ایک روز کئے لگا کہ کئی عیسائیوں کو باڑشاہ کے حضور میں حاضر کیا گیا انہوں نے اگرچہ حراست میں رکھ لیا مگر انکی جان بخشی کر دی ہو اور ہمیں بھی وہاں جانے کی ہدایت کی۔ بدھ کے روز سات اور آٹھ بجے شب کے درمیان درزی ایک باغی سوار قادر وادھاں کو بلا لایا جس نے ہمیں قلعہ میں پہنچا دیا۔ اگرچہ باغیوں نے قلعہ کھالی تھی کہ انگریزوں کو ہرگز زخم نہ چھوڑینگے مگر وہ سوار درزی کا کسی زمانہ کا احسان مند تھا۔ اور اس وجہ سے ہماری حفاظت کا پختہ وعدہ کر لیا اور کہا کہ وہ دینہارے اپنا ہی ذکر لگا۔ قلعہ کے لاہوری دروازہ تک اس نے ہمیں پہنچا دیا جہاں محافظ گارو کے ہاتھوں ہلوگ قیدی بنائے گئے۔ یہ لوگ پھر ہمیں مرزا منگل کے روہڑے لے گئے جنہوں نے ہمیں بھی دوسرے قیدیوں کے ہمراہ دیکے جائزہ حکم دیا۔ مورخہ سہمی یوم بدھ کی شب کو ہم مقید کئے گئے تھے۔ جہاں تک میرا خیال ہے مجھے کتنا چاہئے کہ قیدیوں کی تعداد عورت امر و بچے اسب ملکر ۴۵ یا ۵۰ نفر تھی۔ ان کے نام جہاں تک میں اور میرے بچے یاد کر سکے مندرجہ ذیل ہیں۔ مسٹر اسکی اور تین بچے۔ مسٹر گلن

مسز ایڈوارڈس اور دو بیچے، مسز مولانی اور دو بیچے، مسز شین اور ایک بچہ، مسز کارٹ اور انکی دختر، مسز اسٹینس، مسز کاجین، مس اسٹینس، ماسٹر چارڈشا، مس ایم ہنٹ، مس ای بیرنارڈ، مس ایل رائلی۔ مس الائن شا، مس انشا، مسٹر برٹش اور ایک لڑکا مسٹر کراڈ، مسٹر اسمتھ، کوئی ایک شخص اور محتاجس کا نام مجھے یاد نہیں باقی عورتیں اور بچے تھے جن کے نام میں یاد نہ رکھ سکی ہم ایک تاریک کوٹھڑی میں بند کئے گئے تھے جس میں صرف ایک کھڑکی تھی اس کے سوا کوئی دوسرا درزن نہیں تھا وہ مقام کسی انسان کے رہنے کے لائق نہیں تھا اور ہمارے لئے تو بالکل نہیں۔ زبردستی ہمیں ٹھونسایا گیا تھا ہر شخص کو لینے کے لئے کھڑکی کے پاس کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ اور وہ کھڑکی بھی جہاں سے روشنی اور ہوا آتی تھی ہمیں بند کرنی پڑی کیونکہ سپاہی اپنی بھری بدوقیوں جن کے گھوٹے چرہ ہوتے لیکر آتے تھے اور بچوں کو ڈراتے اور دھمکاتے تھے بسا اوقات ہم سے پوچھتے کہ اگر بادشاہ ہماری جان بخشی کرے تو کیا ہم مسلمان ہونے اور انکی لونڈیاں بننے کے لئے تیار ہیں لیکن بادشاہ کے خاص مسلح باڈی گارڈ کے سپاہی جو ہم پر مسلط تھے دیگر سپاہیوں کو ہدایت کرتے رہتے تھے کہ ہمیں زندگی کی بالکل امید نہ دلانی چاہئے، اور کہتے تھے کہ ”ہم ٹکڑے ٹکڑے کر کے چیلوں اور کوؤں کو کھلائے جائیں گے۔ ہمیں کھانا معمولی دیا جاتا تھا البتہ دو مرتبہ بادشاہ نے ہمیں نہایت عمدہ کھانا بھیجا تھا۔ جمعرات کو چند سپاہی آئے اور کہنے لگے کہ ”وہ ہمیں مار ڈالیں گے اور انہوں نے انگریزوں کے قتل کا بیڑا اٹھایا ہے۔ جمعہ کو دو پیر تک کوئی واقعہ نہیں گذرا۔ صرف بادشاہ کے ایک خاص ملازم نے کسی لیڈی سے کہا تھا (میں جانتی ہوں وہ مسز سٹینس تھیں) کہ اگر انگریزوں کی پھر حکومت ہو جائے تو وہ ہمارے ساتھ کیسا سلوک کریں، لیڈی صراحتاً جواب دیا کہ ”جس طرح تمہارے خاوندوں اور بچوں کے ساتھ کیا ہے“ اور یہی وہ جمعرات کو سوامیرے اور دیگر بچوں کے اور اس مسلمان عورت کے جو عیسائیوں کو کھانا دیتی

تھی۔ سب انگریزوں بچوں اور عورتوں کو باہر نکال کر قتل کر دیا گیا۔
 سوال۔ تم نے کیسے جانا کہ یہ لوگ سب کے سب قتل کر دئے گئے اور یہ کیونکر سوا کہ
 تم اور تمہارے بچے بچائے گئے اور باقی سب کو قتل کر دیا گیا ؟
 جواب۔ ورزی کے مکان سے جانے کے قبل میں نے ایک درخواست لکھ رکھی تھی
 اور میری خواہش تھی کہ میں خود چاکران کے حضور میں اسے پیش کروں گی۔ مگر جب
 میں قلعہ کے لاہوری دروازہ پر پہنچی اور سپاہیوں نے جہاں اور چیزیں لیں تھیں۔
 وہاں بھی چھین لی۔ میں نے اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں اور میرے بچے کشمیری مسلمان
 ہیں۔ اسی وجہ سے قید خانہ میں کھانا علیحدہ ملا کرتا تھا اور بادشاہ کے خاص ملازم
 ہمیں مسلمان سمجھتے تھے۔ چنانچہ بارہا انہوں نے ہمارے ہمراہ کھانا وغیرہ کھایا ہے۔ غدر
 کے شروع سے میں نے مسلمانوں کے مذہبی کلمات یاد کر لئے تھے اور بچوں کو بھی یاد کرا
 دئے تھے۔ چنانچہ ہم سب بڑی روانی سے اسکو پڑھ سکتے تھے اور مسلمان بنے رہنے سے
 ہماری جانیں بچ گئیں۔ سولہ مئی کی صبح کو بادشاہ کے خاص ملازمین چند پیدل سپاہیوں
 کو ہمراہ لئے ہوئے آئے۔ اور ہماری جماعت کو مخاطب کر کے کہا کہ عیسائی مکان سے
 باہر نکل آئیں اور پانچ مسلمان اندر ہی رہیں۔ بچوں اور عورتوں نے فادیا چانا شروع
 کیا اور کہا کہ انہیں پہلے ہی معلوم تھا کہ وہ قتل کئے جائیں گے لیکن مسلمانوں نے قرآن
 اور ہندوؤں نے جنت کی قسم کھا کر کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ انہیں اور اچھی جگہ لجا کر کہیں گے
 اور جس میں وہ فی الحال مقید ہیں وہ میگزین بنایا جائیگا۔ غرضیکہ انہیں دم دلاسا دیکر
 وہ باہر لے گئے اور گنتی کی گئی۔ مجھے قہر آیا وہ نہیں۔ پھر ان کے گرد ایک رسا پھینکا گیا اور
 سب کو اکٹھا کر کے اس طرح جکڑا جیسے قیدیوں کو عموماً کہیں لیجا نے وقت جکڑتے ہیں
 پھر انہیں وہاں سے جدا کیا گیا یہاں تک کہ میری نظروں سے غائب ہو گئے میں نے
 سنا ہے کہ صحن میں پیل کے درخت کے نیچے چھوٹے ٹھونڈے کے پاس لاکر کھڑے

کر لئے گئے۔ سپاہیوں میں سے کسی نے بھی ان کے قتل میں حصہ نہیں لیا۔ صرف بادشاہ کے خاص ملازموں کی تلواروں سے قتل کئے گئے اور انہیں کو قیدیوں کے قتل کرنے کا استحقاق دیا گیا تھا۔ کیونکہ ان کے عقیدے میں کفار کو قتل کرنے سے بہشت ملتی ہے اور ان لوگوں کو بچنے کی جگہ یہ جا رہا ہے۔ ان کی موت سے سنا تھا۔ اور تمام ایام غنیمت میں مجھے بارہا اس کی تصدیق ہوتی رہی قتل کے بعد ہی دو توہیں داغی گئیں اور مجھ کو کہا گیا کہ یہ اظہار مسرت میں سر کی گئی ہیں۔ قتل کے ایک گھنٹہ بعد ایک پیر مرد جنہیں مفتی صاحب کہتے تھے میرے محافظوں سے آکر کہنے لگے کہ وہ ان پانچ قیدیوں کو دیکھنا چاہتے ہیں جو بچائے گئے ہیں۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ ہماری جان بخشی کر دی گئی ہے اور شاہی ملازموں سے کہا کہ ہمیں کسی محفوظ مقام میں پہنچا دیا جائے۔ لیکن دن کے وقت کسی صورت سے نہیں کیونکہ سپاہی اور شہر کے باشندے دیکھ لیں گے تو ہمیں مار ڈالیں گے۔ مجھے یہاں یہ بھی بتا دینا چاہئے کہ بعض لوگوں کو میرے عیسائی ہونے کا شبہ تھا۔ شام کو ہمیں ورزی کے مکان میں پہنچا دیا گیا۔ اور دوسرے شغل کو چیف پولیس افسر نے ہمیں وہاں گرفتار کر لیا۔ ہم قیدیوں کی طرح مرزا محل کے سامنے حاضر کئے گئے اور پولیس افسر نے ان سے کہا کہ ہم عیسائی ہیں اور بھیس بدل کر رہتے ہیں۔ مرزا محل نے حکم دیا کہ ہماری گرونیں مار دی جائیں۔ لیکن۔ اڑتیسویں جہنت کے سپاہیوں میں آڈا کر آیا۔ جب سپاہی شکست کھا کر واپس شہر میں آئے اور لوگ علانیہ کہنے لگے کہ ہمیں انگریزوں کے خلاف رہنے کی طاقت نہیں، خصوصاً ہندو سپاہیوں نے مسلمانوں کو ملامت کرنی شروع کی کہ وہ انگریزوں سے ہمارا یہ پہلا ہی مقابلہ ہے کیا اسی بھروسہ پر مذہب کے لئے لوٹے تھے۔ وہ خود بھی انہیں کرتے تھے کہ ہم انگریزوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ وہ مسلمانوں کو مذہب کی آڑ میں دھوکہ دینے سے لعنت ملامت کرتے رہے۔ انہیں ہمیشہ یہی پسندیش لگتا رہا

کہ آیا دراصل انگریز گورنمنٹ ان کے مذہب میں دخل دیتی ہے یا نہیں؟ ہندو سپاہیوں کی کثیر تعداد کہنے لگی کہ اگر اسے جان بخشی کا اطمینان ہو جائے تو وہ پہر انگریزوں کی ملازمت میں آنا چاہتے ہیں۔ لیکن مسلمان ہمیشہ اس کے برخلاف کہتے رہے کہ بادشاہ کی ملازمت پر نسبت گورنمنٹ کی ملازمت کے افضل تر ہے۔ اور لغاب راجہ وغیرہ جوار فوجوں سے بادشاہ کی مدد کریں گے۔ اور وہ ضرور آخر کار کامیاب ہوں گے۔

سوال۔ دہلی میں جب تم غدر کے زمانے میں مقیم تھیں تبیں ہندو اور مسلمان باغی سپاہیوں کے جذبات کا اندازہ کرنے کا کبھی موقع ملا تھا؟

جواب۔ جی ہاں غدر کے زمانے میں میں نے ہمیشہ مسلمانوں کو مسرور و شادیاں پایا ہے محرم کے زمانے میں مسلمان عورتیں اپنے بچوں کو دعا کرنا سکھاتی تھیں، کہ ان کے مذہب کو فتح نصیب ہو اور ان دعاؤں میں عموماً انگریزوں پر لعن طعن کیا جاتا تھا۔

سوال۔ جب ہندو اور مسلمان دہلی میں متفق تھے کیا ان میں کوئی مذہبی مناظرہ یا تائید ہوا تھا؟

جواب مجھے خیال ہے کہ جب فوجیں پہلے پہل میرٹھ سے آئیں تو ہندوؤں نے بادشاہ سے عہد کر لیا کہ شہر میں گاؤں کو کشتی نیچائے گی۔ اور یہ عہد برقرار رکھا گیا۔ میں سمجھتی ہوں کہ تمام ایام غارتگ دہلی میں اس عہد کے سبب ایک گائے ہی نہیں کاٹی گئی۔ بقر عید کے موقع پر جبکہ مسلمان یقینی گائے قربانی کیا کرتے ہیں۔ ایک بچہ پی پیل گئی تھی مگر مسلمانوں نے اس موقع پر پی پیل گائے کی قربانی نہیں کی۔ نوں ستمبر کی صبح کو یہی پوشاک پہن کر میں دہلی سے بھاگی امداد پہنچنے والوں کو دیکھ کر میرٹھ پہنچی۔

مذہم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

عدالت نے اظہار رائے

سوال کیا تم جانتی ہو کہ انگریز خواتین کی ہندوستانی سپاہ یا باختہ گان شہر نے

عصمت ریزی اور توہین کی تھی!۔

جواب۔ جی ہاں۔
گوہ علی جاتی ہے، چار بج جانے سے عدالت کل گیا رہنے تک کے لئے
ملتی کر دی جاتی ہے۔

چودہویں روز کی کارروائی

یوم جمعہ ۱۲ فروری ۱۹۴۷ء

آج گیارہ بجے پھر عدالت قلم دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی۔
پریسیڈنٹ، امیران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل، تمام اراکین موجود ہیں۔
مقدمہ عدالت میں لائے گئے۔
مسٹر سی بی سائڈزس قائم مقام کشر اور لغٹنٹ گورنر کے ریجسٹر عدالت میں
طلب کئے گئے۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لے۔

سوال کیا تم عدالت کو اس امر کی اطلاع دے سکتے ہو کہ کس وجہ سے شاہان دہلی گورنٹ
برطانیہ و ہند کی رعایا اور نیشنل سٹور ہوتے؟

جواب۔ شاہ عالم شاہنشاہ دہلی کی انکھیں نکالے جانے اور غلام قادر کے ہاتھوں ہم
قسم کی اذیتیں اٹھانے کے بعد شاہان وہ مرہٹوں کے ہاتھ چڑ گئے۔ شاہنشاہ دہلی کی
حکومت پوری پوری تھی مگر دہلی میں ہی قید شدہ یا خفیہ میں رہے اور شاہان
تاک مرہٹوں کے دست ستم کا آماجگاہ بنے رہے، جب جنرل لیک صاحب نے
علیکڈہ پر قبضہ کر لیا تو برطانوی فوجیں لیکر دہلی پر بھی حملہ کیا، مرہٹہ افواج دہلی سے
چھپ چھپ کر فاصلے پر مقابہ کے لئے نکلیں مگر جنرل لیک صاحب کے ہاتھوں شکست

کھا کر بھاگ گئیں جب شہر اور قلعہ مرہٹوں کے ہاتھ سے نکل کر گورنمنٹ کے ہاتھ آ گیا تو شہنشاہ شاہ عالم نے جنرل ایک صاحب سے مگریزی گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں آنے کی درخواست کی، اور ہم ستمبر سے جو ستمبر کے فاتحانہ قتل اور برطانوی افواج کے دہلی میں داخل ہونے سے کہیں زیادہ قابل یادگار ہے۔ شاہان دہلی گورنمنٹ برطانیہ کے کنشٹبل اور رعایا بن گئے اور برطانوی حکمرانوں نے انہیں مرہٹوں کے ظلم و ستم اور قید بامثقت سے چھڑا کر عیش و آرام عطا کیا۔ ملزم نے ستمبر سے دہلی کی فرضی حکومت حاصل کی لیکن انکا اقتدار خاص قلعہ والوں پر بھی نہیں تھا البتہ اپنے مقررین کو خلعات فاخرہ اور خطابات دیے کی طاقت تھی وہ دوران کے اہل خاندان بیشک لوکل کورٹ سے بری تھے مگر گورنمنٹ عالیہ کے زیر نگیں تھے۔

سوال۔ کیا گورنمنٹ نے ملزم کے مسلح سپاہیوں کی کوئی حد مقرر کی تھی۔
جواب۔ ملزم نے لارڈ ہاک لینڈ سے درخواست کی تھی کہ جتنے ملازم وہ رکھنا چاہیں رکھنے دئے جائیں گورنر جنرل نے جواب میں اجازت دیدی کہ وہ اپنے وظیفہ میں سے تنخواہ دیکر جتنے ملازم رکھنے چاہیں رکھ سکتے ہیں۔

سوال۔ جویشن گورنمنٹ نے ملزم کے لئے منظور کی تھی بیان کر سکتے ہو کیا تھی؟
جواب۔ ان کا ایک لاکھ روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر تھا جس میں سے ۹۹۰۰۰ روپیہ دہلی میں اور ۱۰۰۰ لکھنؤ میں ان کے اہل خاندانوں کو ملتا تھا۔ نیز سرکاری اراضی سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ وصول کرنا بھی منظور تھا اور دہلی کے مکانات کا کرایہ اور زمین کا معاوضہ بھی لیتے تھے۔

”ملزم جرم سے انکار کرتے ہیں۔“

گواہ چلے جاتے ہیں۔

مسٹر بیرسٹر میجر دیسی پیدل نمبر ۵ عدالت کے روبرو حاضر کئے گئے اور شہادت دی جو گئے

نیج ایڈوکیٹ نے اظہار کیے۔

سوال۔ کیا گذشتہ مئی کی گیارہویں تاریخ کو تم وہاں تھے۔

جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ اس وقت جو کچھ تم نے دیکھا ہو بیان کرو۔

جواب۔ گیارہ تاریخ کو حسب معمول صبح کے وقت قواعد قلمی اور بعض احکام پڑھ کر سناٹے تھے چنانچہ یہ بخیر و خوبی انجام پایا اور اس وقت تک غدر کا ذرا بھی شبہ نہ تھا لیکن نو بجے جھنڈوں کو فی الفور تیار ہو کر جہنا کے بل پر جلنے کا حکم ملا تا کہ رسالہ نمبر ۳ کے سوا جو میرٹھ سے بغاوت کر کے آ رہے تھے دریا کو عبور نہ کرنے پائیں۔ کرنیل رپل نے پریڈ کے میدان میں مجھے حکم دیا کہ اپنی کمپنی گریناڈیرس اور کمپنی نمبر ایک دونوں کو مع دو توپوں کے ہمراہ لیس کر بل پر جاؤں اور اس کی حفاظت کروں کرنیل مذکور نے مجھ سے یہ بھی کہہ دیا کہ جانتے قبل پکتان ڈسٹریکٹ کے مکان پر جو راہ میں ملتا تھا۔ جا کر ان کے احکام بھی حاصل کروں۔ پکتان ڈسٹریکٹ میں مجھے مع کمپنی کے صدر بازار میں ٹہرنے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ توہیں آہیں پہرہاں سے کوچ کرنا مگر یوں گھنٹے تک میں ٹہیر رہا اور توہیں نہ آئیں تو میں نے اپنے ماتحت لفٹنٹ و برٹ کو تحقیق کئے کے لئے روانہ کیا کہ کیا سبب ہے جو ابھی تک توہیں نہیں آئیں۔ اور اس خیال سے کہ توہیں ہمیں راہ میں مل جائیں گی اور وقت بھی نیچ جائے گا۔ میں نے اپنے زیر کمان کمپنیوں کو مارچ کا حکم دیا اور پل کی طرف روانہ ہوا لفٹنٹ و برٹ مجھے نصف راہ میں ملے اور کہا کہ ہندوستانی توہیں میسگرین کو چھوڑ رہے ہیں لیکن توہیں بہر حال بہت جلد پہنچاؤی جائیں گی۔ اور جب میں پل سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر تھا تو یہیں پہنچ گئیں کشمیری دروازہ سے سو گز لگے پہنچ کر پکتان والس مل گئے جو اس ہفتہ فیلڈ آفسر تھے۔

انہوں نے مجھ سے کہا کہ جس قدر غلہ ممکن ہو پل پر پہنچوں کیونکہ باغی سوار پہنچ چکے ہیں اور دیسی پیدل نمبر ۵ کے افسروں پر فیر کر رہے ہیں۔ میں نے فوراً اپنی کمپنیوں کو بند و قیں بھرنے کا حکم دیا اور جب یہ ہو چکا تو کرنیل رپلی کشمیری دروازہ سے نکلے ہوئے دیکھائی گئے۔ ان کے کئی مقامات پر زخم آئے تھے۔ اور میجر فائٹ انہیں سنبھالے ہوئے تھے۔ میں پہر باغیوں کی سرکوبی کا تصور کر کے وہاں سے روانہ ہوا لیکن راہ میں ایک ہی نہ ملا۔ نمبر ۵ پیدل رجمنٹ کی آٹھویں کمپنی کے سپاہی جو کرنیل رپلی کے زیرِ کمان پیش بندی کے لئے روانہ کئے گئے تھے وہاں موجود نہ تھے۔ صرف نمبر ۳ دیسی پیدل کے ۵ سپاہی بطور گارڈ لفٹ پر اکثر کی سہر دگی میں موجود تھے کپتان ولس نے مجھ سے ذکر کیا کہ نمبر ۳ کے ان سپاہیوں نے چند گز کے فاصلہ پر کرنیل رپلی کو باغیوں کے ہاتھوں کٹے دیکھا۔ ہر چند میں نے حکم دیا مگر کوئی سہی کرنیل کو بچانے کے لئے ایک قدم نہیں ہلا۔ نمبر ۵ نے ہی اپنے افسروں سے ایسا ہی شرمناک برتاؤ کیا۔ مگر جا کے مغربی میدان میں میں نے کپتان اسمتھ کپتان برور لفٹنٹ ایڈوارڈس، لفٹنٹ وارڈ فیلڈ اور میجر سر رجمنٹ کو مردہ پایا جو خاک پر پڑے ہوئے تھے سب نمبر ۵ دیسی پیدل کے افسر تھے توپوں کو موقع موقع نصب کے کا مختلف مقامات پر سنتریوں کو کھڑا کر کے میں نے لفٹنٹ و برت سے مشورہ کیا کہ ہم جلد ان مقتولین کی لاشیں اٹھا لائیں لیکن کمپنی کے سپاہیوں نے ہمیں منع کیا کہ ابھی اس سے باز رہیں کیونکہ باغی سوار افسروں کی تلاش میں ہر طرف پھرتے ہیں۔ سپاہیوں نے یہ بھی کہا کہ وہ خود ان لاشوں کو اٹھا دینگے تھوڑی دیر کے بعد ایڈجمنٹ لفٹنٹ اس برن اور لفٹنٹ بلڈ جو شہریوں کے ہاتھوں زخمی ہو گئے تھے ہم سے آئے۔ انسانی اننگو بھی پھلتے پاس چلے آئے۔ اس وقت کشمیری دروازہ کے گرد و نواح میں بالکل سکون تھا۔ بارہ بجے لائٹ کمپنی کا ایک سپاہی میرے پاس آکر کہنے لگا کہ حوالدار میجر نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ رجمنٹ کہاں جلسے پھر رہی ہے

اس سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ سواروں کے افسروں پر گولیاں چلانے سے یہ لوگ بھاگ نکلے اور سبزی منڈی میں جا کر جمع ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ انہیں جا کر کشمیری دروازہ آنے کا حکم دے۔ وہ سب بغیر کسی انگریز افسر کے آگئے اور کہنے لگے کہ راستہ بھرا غنی سواروں نے ان کا تعاقب کیا اور کہتے رہے کہ جسے ملکر بغاوت میں حصہ لو۔ اس کے بعد ہلوگوں نے سپاہیوں کی مدد سے انگریز افسروں کی لاشیں اٹھوالیں۔ اب ہم میں نمبر ۷ سیرجیائیٹ کے زیرِ کمان مل گئی تھی اور پکتان ڈیویژن کی دو توپیں بھی ہمارے ہی ہمراہ تھیں۔ یہ خیال کرتا ہوں کہ شاید اس وقت دو بجے تھے جبکہ ہمیں میگزین کی طرف سخت ہنگامہ اور گولہ باری سنائی دینے لگی اور ساڑھے تین بجے تک یہ آوازیں آتی رہیں۔ میں یہ کہنا بھول گیا کہ جب میں کشمیری دروازہ پر پہنچا تو مسٹر گیلوے نے آکر خبر اند کے گارڈ کو تقویت دینے کے لئے کہا چنانچہ کئی سپاہی روانہ کر دیئے گئے۔ مسٹر ولف بانی میگزین سے بھاگ کر ہم میں آئے اور بیان کیا کہ کس طرح انہوں نے اور چند انگریزوں نے میگزین کو اب تک بچائے رکھا اور بادشاہ کا فوج بھیجا اور میگزین پر حملہ کرنے کے لئے سیرجیائیٹ روانہ کرنا وغیرہ بیان کرتے رہے۔ ہم پانچ بجے تک کشمیری دروازہ پر مقیم رہے جب میں کہڑا تھا کہ اچانک ایک باڑہ ماری گئی جو میرے سامنے سے گزر گئی اس میں نمبر ۷ کے پکتان گارڈوں اور لفٹنٹ ریولی مقتول اور نمبر ۵ کے لفٹنٹ اسبارن مجروح ہوئے پھر لائٹ کمپنی کے ایک سپاہی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ بہتر ہو گا میں فوراً چلا جاؤں ورنہ گولی سے مار دیا جاؤں گا۔ اور نمبر ۵ کے سپاہیوں کو اپنی ماتحتی میں نہ پا کر اور اپنا منہ نہ لانا حاصل سمجھ کر میں نمبر ۷ کے ایک افسر کے پاس چلا گیا۔ ہم شاہراہ سے جا رہے تھے مگر وہی لائٹ کمپنی کا سپاہی رصرت وہی جو میرے پاس کہڑا تھا مجھ سے گلیوں میں سے

جانیے لئے کہنے لگا کیونکہ شاہراہ محفوظ نہیں تھی۔ چنانچہ ہم اسی کے نصیحت کے بموجب گلیوں میں سے برگڑ گریونڈ کے پاس پہنچے۔ اور جو کچھ دیکھا تھا اطلاع دیدی۔ وہاں دو توپیں اور دیسی پیدل نیزہ ۳۰ کی ۳۰ سپاہ موجود تھی جو اس وقت تک نہایت وفاداری سے خدمات بجا لارہی تھی مجھے وہاں پندرہ محنت کا وقفہ ملا جس کے درمیان میں سپاہ مذکورہ نے عہد کیا کہ وہ ہماری رفاقت نہ چھوڑے گی اور جہاں ہم جائیں گے ساتھ چلے گی۔ چنانچہ وہ سپاہی ہمارے ہمراہ ہوئے۔ پہاڑی پر سے نیچے اتر کر چھاؤنی کی شرک پر چلنے لگے۔ اور جب لائنوں میں پہنچے تو وہ لوگ ایک ایک دو کر کے اپنی جھونپڑیوں میں چلے گئے۔ اور ہر صورت نہیں دکھائی جب میں نے ان سے دریافت کیا تو کہا کہ پانی پیکرا بھی آتے ہیں۔ مگر ہتھیار وغیرہ وہ بیکر چلے گئے یہ حالت دیکھ کر میں اپنے خاص مکان کے گارڈیں پہنچا۔ اس وقت ساڑھے سات بجے تھے میں نے گارڈ کو اپنے ہمراہ چلنے کی ترغیب دی اور تقریباً اودھ گھنٹہ تک ان کی خوشامد کرنا رہا آخر کار بہتر خرابی حوالدار میجر اور دو سپاہیوں نے میرا ساتھ دینا منظور کیا چنانچہ ہم تینوں چل کہرے ہوئے مگر تاریکی میں راستہ بھول گئے اور صبح ہوتے اپنے آپ کو دہلی سے چار میل کے فاصلہ پر پایا میں تین روز تک برف کے کھتوں کے قرب و جوار میں روپوش رہا جو دہلی سے تین میل کے فاصلہ پر ہیں۔ حوالدار اور سپاہی نے پہلے ہی روز صبح کھانا لانے کے بہانے سے ساتھ چھوڑ دیا تھا دوسرا سپاہی دوسرے روز تنہا چھوڑ چکا تھا آخر کار میں ایک فقیر کی مدد سے کرنال بھاگ گیا۔

سوالی۔ کیا تمہیں اپنی جہت میں کوئی آثار معلوم ہوئے تھے جس سے ظاہر ہوا ہو کہ سپاہیوں کو میرٹھ کے باغیوں کی آمد کی اطلاع پہلے سے تھی۔
جواب۔ گیارہ مئی تک میں کوئی علامت یا نشانی محسوس نہیں کر سکا لیکن

اب مجھے ان لوگوں کی اس روز کی تمام عادات و اطوار سے یقین ہوا ہے کہ انہیں بیشک پہلے سے معلوم تھا ہنگامہ سے قبل اڑتی اڑتی خبریں ہمیں ملتی رہتی تھیں۔ مگر اس کا سان و گمان بھی نہ تھا۔ لغٹنٹ دبرٹ نے گزشتہ ستمبر میں مجھ سے کہا تھا کہ صوبہ واریجہ کریم بخش نے کپتان رسل کو گیارہ مئی سے دو ماہ قبل اطلاع کی تھی کہ لوگ ہماری لائنوں میں آتے جاتے ہیں اور سپاہیوں کو بغاوت کی تحریک کرتے ہیں گزشتہ جون کی آٹھ تاریخ کو کپتان رسل بادلی کی سرے میں مار ڈالے گئے اور صوبہ میجر تاجال میرٹھ میں موجود ہے۔ یہ مجھے یقین ہے۔ اور اب ثابت ہوتا ہے کہ جو خبریں کپتان رسل کو ملتی رہیں وہ بیشک غدری کی بابت تھیں۔

مزم جج سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ جلتے ہیں۔

مکند لال سکریٹری سابق شاہ دہلی طلب کیا جاتا ہے اور اظہار کیا جاتا ہے
جج ایڈوکیٹ نے اظہار لئے

سوال۔ گزشتہ بغاوت کی اصلیت اور ویسی فوج کے بائے میں تم کچھ جانتے ہو؟
جواب۔ بادشاہ دہلی دو سال گزے جب برٹش گورنمنٹ سے بظن ہو گئے تھے اور طے کر لیا تھا کہ وہ آئندہ انگریزوں کی بالکل خاطر اور عزت نہ کیا کریں گے۔ مفصل حالات یہ ہیں۔ جب مرزا حیدر شکوہ اور مرزا فرید فرزند ان مرزا خان بخش ابن مرزا سلیمان شکوہ لکھنؤ سے یہاں آئے تو شاہ حسن عسکری نے بادشاہ دہلی کو بخش ایران کے پاس خطرہ اند کرنے کی رائے دی۔ انہوں نے بتایا کہ اس خط میں یہ ہونا چاہئے کہ انگریزوں نے بادشاہ دہلی کو قیدی بنا دیا ہے اور تمام حقوق جو بادشاہ ہونے کی حیثیت سے انہیں حاصل ہونے چاہئیں سلب کر لئے ہیں۔ ولیعہد مقرر کرنا مسترد کر دیا ہے۔ پھر یہ تحریر کیا گیا تھا کہ کوئی ایسا ذریعہ حاصل کیا جائے جس سے

یہ معاملہ راہ پر آجائے۔ اور طرفین (شاہ ایران و شاہ دہلی) میں خط و کتابت ہوتی تھا کرے اور ملاقات بھی ہو کرے۔ چنانچہ شہید کی قبر کو زوارہ کے لئے ایک سوویک محبوب علیخان کی معرفت عطا کئے گئے اور وہ خط مذکورہ لیکر ایران روانہ ہو گیا۔

اس کے بعد مرزا حیدر اور اس کا بھائی لکھنؤ واپس چلے گئے۔ جہاں سے انہوں نے مرزا نجف بادشاہ کے ایک دورے کے رشتہ دار کو مرزا بلاتی فرزند مرزا مشرف الدین ابن مرزا آغا جان کے ہمراہ ویسا ہی ایک خط دیکر ایران روانہ کیا۔ تین سال ہوئے کہ چند پیدل سپاہی شینہ دہلی معرفت مرزا علی جنکا کام عرفیان وصول کر کے پیش کرنا تھا اور حمید خاں جمدار بادشاہ کے مرید ہوئے۔ اس موقع پر بادشاہ نے ہر ایک مرید کو ایک ایک شجرہ مع تفصیل نام ان پشواؤں کے جن کے ہاتھ پر وہ بیعت ہوئے اور اس میں اپنا بھی نام داخل کر کے اور ایک رو مال سنگین سرخ علامت برکت کی عطا کی۔ لکھنؤ گورنر کے ایجنٹ نے یہ سن کر تحقیقات کی اور فوجی لوگوں کا آئندہ مرید ہونا مسدود کر دیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس روز سے بادشاہ اور فوج میں ایک قسم کا ارتباط ہو گیا تھا۔ گذشتہ بغاوت کے برس روز قبل خبر موصول ہوئی تھی کہ میرٹھ کی فوجیں علانیہ بغاوت کرنیوالی ہیں لیکن یہ نہیں سنا گیا تھا کہ وہ یہاں آرہی ہیں۔ جب سوار یہاں پہنچے تو پہلے محل کی کھڑکیوں کے تلے آکر بادشاہ سے کہنے لگے کہ وہ تمام انگریزوں کو قتل کر کے یہاں آئے ہیں۔ اور اب یہاں کے انگریزوں کو فی الفور قتل کر ڈالیں گے۔ اور ملزم کو اپنا بادشاہ تصور کرینگے اور پھر کہنے لگے کہ تمام ہندوستان میں کوئی ایک انگریز بھی نہ بچ سکے گا سب کے سب قتل کر دئے جائیں گے اور تمام فوج بادشاہ کے احکام بجالائے گی۔ بادشاہ نے کہا اگر ان کی یہی خواہش ہے تو انہیں آخری وقت تک ساتھ دینا ہوگا۔ اور اگر اس پر وہ رضامند ہوں تو شوق سے چلے آئیں اور تمام انتظام لپنے ہاتھ میں لیں

جب انہوں نے رضا مندی ظاہر کی تو بادشاہ نے انہیں آنے دیا۔ وہ شہر میں گھس گئے مسلح باڈی گارڈ نے ان کا ساتھ دیا۔ قادر داد خان نامی کابلی نے ریزیڈنٹ مسٹر فریزر کو قتل کیا۔ اسی وقت کچھ پیدل سپاہی مسلح باڈی گارڈ کے سپاہیوں کے ہمراہ قلعہ دار صاحب کی قیام گاہ میں گھس گئے اور انہیں قتل کر ڈالا۔ بعد ازاں جہاں کہیں انگریز ملتے گئے باغی انہیں قتل کرتے رہے اسی روز تمام شہر میں منادی لگادی گئی کہ خدا حکمران جہاں ہے اور بہادر شاہ اس ملک کے تاجدار ہیں اور انہیں کل اختیار حاصل ہے۔ دوسرے روز جب میرٹھا اور دہلی کی فوجیں آپس میں غلط فہمیں تو بادشاہ تخت نشین ہوئے توپوں سے سلامی دی گئی اور افسروں کو ان کے اپنے مرتبے اور درجے کے موافق انعام بھی ملے۔ دیوان خاص میں قدیم سے ایک تقری تخت رکھنا ہوا تھا۔ جس پر بادشاہ ایسے موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے لیکن ۱۸۵۷ء میں لغت گورنر نے جب بادشاہ کے تحائف اور نذریں لینے کو ممنوع قرار دیا تو یہ تخت بھی بادشاہ کے نشست گاہ کے تہ خانے میں بند کر دیا گیا تھا اس وقت سے یہ تخت ۱۲ مئی تک بیکار رہا اور اس روز سے پہر باہر نکالا گیا جس پر بادشاہ پہنچنے لگے سوال کیا گیا رہنمائی سے قبل بادشاہ کو سپاہیوں نے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا تھا؟

جواب۔ مجھے معلوم نہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی اطلاع بالا بالا ملازم کو پہنچی ہو لیکن بادشاہ کے ملازمین و مقربین نے خائلی کمروں کے پاس بیٹھ کر ذکر کیا کرتے تھے کہ فوج بہت جلد بغاوت کرنے والی ہے جس کے بعد وہ قلعہ میں آئے گی پھر بادشاہی حکومت از سر نو قائم ہوگی اور تمام قدیم ملازموں کو ترجیاں دی جائیں گی اور انعام و اکرام بخشا جائیگا۔

چاہے بیچ گئے کھنڈیا رہے تب تک کے لئے عدالت برخواست ہو گئی۔

پندرہویں روز کی کارروائی

یوم شنبہ - مورخہ ۱۳ فروری ۱۸۵۷ء

عدالت دیوان خاص قلعہ دہلی میں آج گیا رہ بجے منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ ممبران مترجم فہمی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں

ملزم اپنے مختار غلام عباس کے ہمراہ عدالت میں لائے گئے۔

مکند لال سکریٹری بادشاہ سابق - عدالت میں طلب کیا گیا۔ اور گزشتہ افوار

کی بنا پر اظہار لے گئے۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار لے۔

سوال - ایسی باتیں بادشاہ کے کون سے مصاحب کیا کرتے تھے۔

جواب - بسنت علی خاں اور ان کا تمام گروہ۔

سوال - غدر سے کتنے روز قبل وہ ایسی باتیں کیا کرتے تھے۔

جواب چار روز

سوال - تہاے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا جید رشکوہ نے ہی شاہ ایران

کی خط و کتابت میں حصہ لیا لیکن یہ تحقیق ہو چکا ہے کہ بادشاہ نے مرزا جید رشکوہ

کی شکایت کی تھی کہ مرزا نے انہیں لکھنؤ میں بدنام کر دیا ہے اس کا تہاے پاس

کیا جواب ہے۔ !

جواب - یہ محض بناوٹ تھی جو سچے واقعات کو روشنی میں نہ آنے کے لئے

کی گئی تھی تاکہ خدا نخواستہ بھانڈا پھوٹ جائے تو بطور ثبوت یہ پیش کیا جاسکے

کہ فریقین میں اتحاد ہی نہیں حالانکہ پوشیدہ ہر دو فریق میں مصالحت تھی۔

سوال - بیڈیاں اور نیچے جو قلعہ میں مقید تھے کس کے حکم سے قتل ہوئے۔

جواب۔ انہیں تین روز تک گرد و نواح سے اکٹھا کیا گیا چوتھے روز پیادہ اور سوار سپاہی مرزا مغل کے ہمراہ بادشاہ کے خانگی کمروں کے پاس آئے اور بادشاہ سے قتل کی اجازت چاہی۔ بادشاہ اس وقت اپنے کمرہ خاص میں تشریف فرما تھے مرزا مغل اور بسنت علی خاں اندر چلے گئے اور سپاہی باہر کھڑے رہے۔ تھوڑی دیر تقریباً بیس منٹ بعد دونوں اندر سے واپس آئے اور بسنت علی خاں نے علانیہ چلا کر کہا کہ بادشاہ نے قیدیوں کے قتل کئے جانے کی اجازت دیدی ہے اور وہ لوگ انہیں لیجا سکتے ہیں چنانچہ بادشاہ کے مسلح سپاہیوں نے قیدی جن کی حیر حراست تھے انہیں مقتل کو پہنچایا۔ جہاں باغی فوجوں سے ملکر غریب قیدیوں کو قتل کروایا گیا۔

سوال۔ تم کچھ اور بتاتے ہو۔

جواب۔ لڑائی شروع ہونے کے بعد جو شخص کسی انگریز سپاہی یا افسر کا سر لاتا تھا دو روپے فی سرانعام پاتا تھا۔

سوال۔ کسی موقع پر کوئی سپاہی یا افسر تید کر کے زندہ بھی لایا گیا۔

جواب۔ جی نہیں۔

سوال۔ اس غدر سے قبل کیا مسلمانوں نے کبھی سازش کی تھی۔ یا ایسا فتنہ برپا کرنے کے لئے اتحاد کیا تھا؟

جواب۔ جوہنی باغی آئے مسلمان فی الفور ان سے مل گئے کیا اس سے نہیں معلوم ہوتا کہ ان میں پہلے سے ربط ضبط تھا؛ لیکن اعلیٰ طبقہ نہیں تھا بلکہ ذلیل طبقہ جو ان سے ملا ہوا تھا۔

سوال۔ کہا۔ مسلمانوں کے طبقہ اعلیٰ کے کسی شخص کا نام بتا سکتے ہو جو گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف سازش میں نہ شریک ہوئے ہوں؟

جواب۔ میں جواب نہیں دے سکتا۔

سوال۔ وہ کون لوگ تھے جو بادشاہ کی خفیہ انجمن میں شریک ہوا کرتے تھے۔

جواب۔ خواجہ سر محبوب علی خاں بادشاہ کے وزیر عظمیٰ، پیر زادہ حسن عسکری بادشاہ کی محبوبہ ملکہ زینت محل ان کی دفتر نانی بیگم، آقا بیگم، دوسری دفتر، مردم، بادشاہ کی بیوی اشرف النساء، اراکین انجمن تھے۔ اور جب لکھنے کی ضرورت ہوتی تو بادشاہ کا دفتر خاص جو حکیم حسن الدخاں کی زیر ہدایت رہتا تھا اسے انجام دیتا۔ دفتر مذکورہ میں ایک شخص اور تھا جو ذات کا کالیہ تھا اور میرا ہمنام تھا یعنی اس کا بھی نام کند لال تھا سوال۔ فارسی کاغذات نمبر ۳، ۴، اور ۵، ضمن قتل میں ترتیب دیکر گواہ کو بتائے گئے اور پوچھا گیا کہ کیا وہ ان کا خط جانتا ہے؟

جواب میں نہیں جانتا۔ وہ نئے دفتر میں جو صوبہ دار بنت خاں نے قائم کیا تھا۔ لکھے گئے ہونگے اس میں ایک مولوی صاحب محرر تھے جو کاغذات تیار کر کے بادشاہ کی مہر ثبت کرنے کے لئے لاتے تھے۔

سوال۔ کیا انہیں بادشاہ کی خفیہ انجمن میں کبھی شریک نہیں کیا گیا؟

جواب جی کبھی نہیں۔

سوال۔ پھر تم کیونکر بادشاہ ایران کو مشن روانہ کرنے کے راز سے آگاہ ہوئے۔

جواب۔ اگرچہ میں بادشاہ کا ملازم تھا مگر محبوب علیخان کی اردلی میں رہا کرتا تھا۔ اور ان سے کوئی کوئی راز کی بات معلوم ہو جاتی تھی۔

سوال۔ کیا قلعہ میں علی العموم بٹھا جاتا تھا کہ ان عسکری کا اثر بادشاہ پر بہت ہے۔

جواب جی ہاں۔ صرف قلعہ ہی میں نہیں بلکہ تمام شہر میں مشہور تھا کہ تیس عسکری اور محبوب علی خاں کا بادشاہ پر بہت اثر ہے۔

سوال۔ کیا بادشاہ کی کوئی لڑکی حسن عسکری کی مہر دیتے تھے۔ اگر تھی تو کیا ان میں کی

ایک وہ تو نہیں جن کا تم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ ؟

جواب۔ بادشاہ کی ایک لڑکی مسماۃ نواب بیگم زوجہ مرزا زمان شاہ حسن عسکری کی مرید ہو گئی تھیں مگر انہیں وفات پائے ہوئے عرصہ ڈیڑھ سال کا ہو گیا۔ دیگر دو جن کے نام میں نے لائے ہیں پیر زادہ مذکور کی علانیہ مریدہ تھیں لیکن عقیدت مند تھیں اور بزرگی کی قائل تھیں۔

سوال۔ کیا کبھی سپاہیوں کو انگریزوں کے خلاف لڑانے کے لئے بادشاہ قلعہ سے باہر نکلے تھے۔

جواب۔ جی ہاں ہنگامہ کے دور و زبجد یعنی ۱۶ ستمبر کو وہ ہوا داریں سوار ہو کر میگزین کی طرف چلے اور دو سو گز پر پتھر گئے وہاں ایک گھنٹہ توقف کیا اور واپس قلعہ میں چلے گئے۔ پیدل سپاہ کا دل بڑھانے کے لئے وہ نکلے تھے۔

سوال۔ تم جانتے ہو کہ ملزم کے اتنی تھوڑی دو چکر ٹہر جانا کیا معنی رکھتا ہے۔

جواب۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں وہ فوج کا دل بڑھانے گئے تھے اور بطلانوی فوجوں کو نکالنے کے لئے۔

سوال۔ کیا بادشاہ صادق الاخبار کو ہمیشہ پڑھتے تھے۔ ؟

جواب۔ میں ہمیشہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کی نسبت کچھ نہیں بتا سکتا۔ البتہ یہ اور دیگر اخبارات ان کے پاس آتے رہتے تھے

سوال۔ کیا مدرسے چند ماہ قبل مسلمانانِ دہلی میں انگریزی حکومت کے برخلاف جوش و نفرت تھی۔

جواب۔ میں نہیں جانتا۔

سوال۔ کیا تم صادق الاخبار پڑھا کرتے تھے۔

جواب۔ جی نہیں میں نے کبھی اسے نہیں پڑھا۔

مزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

عدالت نے انہما رے

سوال کیا علاوہ مکند لال کا دستہ کے کسی اور ہندو کو بھی خفیہ انجن میں شریک کیا جاتا تھا ؟

جواب ۔ جی نہیں کسی دوسرے ہندو پر اتنا اعتبار نہیں کیا جاتا تھا۔

سوال تمہیں لگا ہی ہے کہ کوئی قاصد دہلی سے دہری جہتوں کے پاس غزوے بعد بھیجا گیا ہوتا کہ انہیں دہلی کی بغاوت میں شامل کرے جو اس وقت وفادار گورنمنٹ تھیں !

جواب میں نہیں جانتا۔

گواہ جاتا ہے۔

پکتان ٹکڑاڑ تیسویں پایادہ جہت کے طلب کئے جاتے ہیں۔ اور بیان کرتے ہیں۔

جج ایڈووکیٹ نے انہما رے۔

سوال کیا گزشتہ مئی کی گیارہ تاریخ کو تم دہلی میں تھے۔

جواب ۔ جی ہاں۔

سوال کیا اس روز تم نے کسی گاڑی کو دیکھا یا سنا تھا جہاں ہاری جہت کی لائسنس میں لگی ہو گا دیکھا ہو یا سنا ہو تو مفصل بیان کرو ؟

جواب ۔ جی ہاں دس نئی یوم اتوار کی شام کو تین بجے کے قریب میں نے بگل کی آواز سنی۔ اور گاڑی کے پہیوں کی کڑکڑاہٹ سنائی دینے لگی جو میرے دروازے کے پاس سے گزر رہی تھی۔ میرے مکان کے پاس سے گاڑی کا گزرنے بالکل لمبے معمولی تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے نوکر کو دوڑ کر دیکھنے اور اگر کوئی

میرے گہر جہان کہا ہوا سے لینے کے لئے روانہ کیا۔ وہ جا کر فوراً واپس آیا اور کہنے لگا کہ ہندوستانیوں کی ایک گاڑی لائنوں کی طرف جا رہی ہے۔ چونکہ میرا مکان سرے پر تھا اور تین طرف سے جانیوالے راستے میرے احاطے ہی میں سے تھے اور یہ گاڑی یہی وہیں سے گزر رہی تھی۔ مجھے خیال ہوا کہ صوبہ دار میجر اور افسرانِ رجمنٹ میرے آئے ہونگے جو کورٹ مارشل ڈیوٹی پر گئے ہوں تھے چنانچہ میں نے اسی ملازم کو لائنوں کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ صوبہ دار میجر کو بہار اسلام دو۔ اور کہو کہ صاحب تم سے ملنا چاہتا ہے۔ نوکر نے تھوڑے عرصہ بعد واپس آکر کہا کہ اس گاڑی میں اپنی رجمنٹ کا کوئی افسر یا سپاہی نہیں ہے بلکہ میرے ٹھکے کئی سپاہی ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کسی اور رجمنٹ کے سپاہیوں کا ذکر کر رہا ہے۔

سوال از منی کو تم نے کیا مشاہدہ کیا۔

جواب گیارہ مئی کو صبح میں سمجھتا ہوں ۹ بجے ہونگے کہ میرا ایک نوکر کمرہ میں ڈوڑا آیا اور کہنے لگا کہ لفٹنٹ ہالینڈ نے پیام بھیجا ہے کہ باغی فوجیں دہلی آرہی ہیں میں نے اپنی وردی پہنی اور ان سے ملنے کے لئے گیا۔ پہرہ دو نوٹکر ایڈجسٹنٹ لفٹنٹ گبیر کے پاس گئے جہاں ہمیں کمانڈنگ رجمنٹ کرنل ناوٹ، کپتان گارڈنز، براگنڈ میجر کپتان نکول بھی ملے اس وقت یہ معلوم ہوا کہ باغی میرے ٹھکے سے دہلی آرہے ہیں اور مجھے فوراً لائنوں میں پہنچ کر اپنی اور کپتان گارڈنز کی کمپنی لیس کر مارچ کرنے کا حکم دیا گیا اور کہا گیا کہ دو سو آدمیوں کو تیار کر کے اور ہر ایک کو بارود وغیرہ دیکر شہر کے باہر دریا کے کنارے نئے میگزین کے متصل ایک مکان ہے اس میں جانوں اور کسی باغی کو دریا نہ عبور کرنے دوں کپتان گارڈنز اور میں لائنوں میں پہنچے ہمیں اس وقت اپنی کمپنی کے سپاہیوں کے

تھوڑے بہتے نظر آئے۔ تھوڑی وقت کے بعد ہم ہر دو کمپنیوں میں سے سونو
 آدمی منتخب کرنے میں کامیاب ہوئے۔ جب میگزین پہنچے تو بارود وغیرہ لینے
 میں سپاہیوں کو بہت عرصہ ہو گیا اور ہم باہر کھڑے ہوئے تھے چنانچہ میں دیر
 کی وجہ دریافت کرنے اندر گیا تو فلاصیوں نے کہا ہم کیا کریں؟ سپاہی جو
 بارود گولی لینے آئے ہیں کار تو سوں اور ٹوپوں کو زیادہ تعداد میں لینے کے لئے
 جھگڑ رہے ہیں اور ہم بغیر گنتی کئے دے نہیں سکتے ہیں۔ جو کچھ سپاہیوں میں
 بارود تقسیم کر دی۔ کار تو س اور ٹوپیاں تقسیم ہونیکے بعد یہی شخص کار تو سوں
 کے بندل اٹھانے لگا جھجھکے عجیب انتشار طاری تھا دیر ہو رہی تھی۔ لہذا میں نے
 ان لوگوں کو خیال میں رکھا۔ جو مقدار سے زائد کار تو س لے رہے تھے۔ تا اسکی
 پاداش میں بعد کو کسی وقت سزا دی جائے۔ کپتان گارڈن نے بھی ذکر کیا کہ ان کی
 کمپنی کے سپاہی مقدار سے زیادہ اسلحہ جنگ لینے کی کوشش کر رہے تھے
 جب کمپنیوں کو چلنے کا حکم دیا گیا تو میں نے اور کپتان گارڈن نے انکی غیر معمولی
 حالت محسوس کی۔ وہ چلائے ہوئے لائنوں سے نکلے اور راستہ بھر شور و غوغا
 مچاتے گئے اور انہیں ہم بھی باز نہ رکھ سکے۔ مجھے یہاں ایک بات اور بتانی ہے
 جو پیشتر بتانا بھول گیا تھا۔ اسی روز صبح براگیڈ پیڈ تھی۔ جہاں ایشوری پانڈے
 ایک ویسی افسر کی سزا جنرل کو ریٹ مارشل پڑے جانے کے بعد بولی جانے
 والی تھی۔ اسوقت میں نے تمام رحمت میں غصہ اور ناراضگی کے آثار پائے
 اور گو یہ صرف چند سکند تک رہتا تھا ہم لوگوں پر بہت اثر پڑا۔ کیونکہ یہ انکی
 اور ایسی بات تھی جو کبھی نہیں دیکھی گئی تھی۔ جب ہم میگزین کے متصل مکان
 پر پہنچ گئے تو میں نے مختلف مقامات پر سنتری قائم کئے۔ باقی ماندہ سپاہیوں
 نے اپنے ہتھیار زمین پر کھڑے کر دیئے۔ اور مکان کے اندر چلے گئے۔ گرمی

شدت کی تھی اور بعض لوگ اپنے ہمراہ تربوز اور مٹھائی وغیرہ لائے تھے چنانچہ ہم نے اور کپتان موصوف نے ہی اس میں حصہ لیا۔ جب ہم کھاسے تھے کہ سپاہیوں نے باہر بلایا کہا دیکھو شہر میں دہمدم بند و قیں چل رہی ہیں "اس کی تہوڑی دیر بعد ہمیں ٹپ کی بھی گرج سنائی دی۔ ہم کچھ نہ سمجھ سکے کہ یہ کیا معاملہ ہے مگر کپتان گارڈز نے ہم سے کہا کہ ہمارے لئے کتنی خوشی کی بات ہے کہ سب فوجیں بگڑ چکی ہیں مگر ہماری سپاہ اب تک وفاداری سے احکام بجالا رہی ہے۔ ہمیں کچھ کچھ یقین تھا کہ شہر میں ہی غالباً ویسا ہی ہنگامہ برپا ہے جیسا کہ انبالہ وغیرہ میں تھا پھر ہنسنے دیکھا کہ ہمارے سپاہی تھارت آفتاب میں چوٹی چوٹی ٹولیاں بنائے آپس میں مشوے کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں اندر آنے اور یوں اپنے آپ کو دھوپ میں نہ جلنے کا حکم دیا۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ تم دھوپ ہی میں رہنا پسند کرتے ہیں " میں نے پرتاکید کی مگر وہ ٹال گئے۔ پھر میں ایک ٹولی میں جو دوسرے کمرے میں تھی گیا اور دیکھا کہ ایک ہندوستانی سپاہی اپنے ہچمٹھوں سے کہہ رہا تھا "تمام طاقت و حکومت ایک وقت معینہ تک رہتی ہے۔ یہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے سچے پس کیا تعجب ہے جو انگریزی عہداری بھی برباد اختتام ہی ہو " قبل ازیں کہ میں اس مفسد کو قید کرتا شہر کا میگزین اڑ گیا اور پیر دو نو کمپنیوں کے سپاہیوں نے چیخیں ماریں اپنے ہتھیار اٹھا لئے اور "پردہ فحش کی بجائے ہو " کے نعرے مارنے شہر کی طرف بھاگ گئے۔

سوال کیا مدد مئی سے پہلے تینے کوئی ایسی بات دیکھی تھی جس سے معلوم ہو کہ تمہاری رجسٹر کی سپاہ گورنمنٹ سے بدظن تھی۔ ۱۔
جواب نہیں دیکھی۔

سوال کیا کوئی اور بات تمہاری نظر سے گزری تھی جس سے یہ معلوم ہو کہ بدظنی کے

ہنگامہ کی قبل اس کے مشتعل ہونے کے امید تھی !

جواب جی ہاں میرا ایک پرانا خدمتگار تہاجو ہمارے خاندان میں ۲۶ برس تک رہا اور وہ غدر سے کچھ روز پہلے رخصت پر جانے والا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم ضرور واپس آنا۔ نوکری تمہارے لئے موجود ہے۔ اس نے نہایت غمگین لہجہ میں کہا۔

”بہت بہتر جناب بشرطیکہ آپ کا چوہا بدستور سلگتا رہے“، یعنی بشرطیکہ تمہارا خاندان بچے نوکری دینے کے لئے زندہ و قائم ہے۔ پھر وہ چلا گیا۔ اور آج تک اسکی خبر نہیں ہے۔ غدر سے دس روز پہلے اس نے یہ کہا تھا۔

ملزم جرح سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ جاتا ہے۔

سارجنٹ فلیننگ سابق سارجنٹ بازار دہلی طلب کئے جاتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں۔

جج ایڈوکیٹ نے انہار لئے۔

سوال کیا غدر سے کچھ پہلے تمہارا لڑکا ملزم کے بیٹے جواں بخت کے گھوڑوں کو پھرانے اور دوڑانے پر مقرر تھا !

جواب جی ہاں اس نے پانچ سال تک یہی کیا۔

سوال تمہارے لڑکے کی کیا عمر تھی۔

جواب اس کی عمر تقریباً انیس سال کی تھی۔

سوال غدر سے کچھ روز قبل کیا اس نے ملزم کے لڑکے جواں بخت کے بدکلامی کرنے کی شکایت کی تھی ؟

جناب ایئر پریل شہداء کے آخر میں ایک روز وہ مسٹر فریزر کے دفتر سے آیا جہاں وہ اکثر لکھا کرتا تھا اور مجھ سے کہا کہ وہ وزیراعظم کے مکان پر گیا تھا جہاں ملزم کا

جہاں نجات بھی اسے مل گیا۔ اور جہاں نجات نے اس سے کہا کہ وہ پہر اس طرف
قدم نہ رکھے۔ ہم ملازم نہیں رکھنا چاہتے۔ کافروں کی صورت دیکھنی ہمیں جائز نہیں
ہے اور تھوڑے روز بعد سب کافر قدموں کے نیچے رگڑے جائیں گے پہر جہاں نجات
نے اس پر تھوکر دیا۔ اسی وقت میرے لڑکے نے میسٹر فریزر سے ذکر کیا جنہوں نے
اسے جھڑک دیا اور کہا وہ ایسی مہزخافات نہیں سنی چاہتے۔ اس کے بعد دومی
کو وزیر اعظم نے میرے لڑکے کو تنخواہ دینے کے لئے بلوایا اور اس موقع پر پہر جہاں نجات
نے اس کو کینٹ گالیاں دیں اور کہا کہ تھوڑے دن کے بعد وہ اس کا سر اٹا دیگا
میرا لڑکا اسی جگہ غدر میں مارا گیا۔
ملازم جمع سے انکار کرتے ہیں۔

گواہ جاتا ہے۔

عدالت سائے تین بجے سے منگل ۲۴ فروری تک کے لئے ملتوی ہوئی
جاتی ہے۔ تاکہ اور گواہ حاضر ہو سکیں اور مترجم چند ضروری کاغذات کا ترجمہ کر سکیں

سولہویں روز کی کارروائی

یوم منگل مورخہ ۲۴ فروری ۱۳۳۵ھ

دیوان خاص آئندہ دہلی میں عدالت پنج منہ عقد ہوئی۔

پریذیڈنٹ میرزا حسن مترجم۔ ڈپٹی منج ایڈووکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

علوم معہ اپنے مختار غلام عباس عدالت میں حاضر کئے گئے۔

ڈپٹی پیدل انجیلز کے کپتان آرٹھیو عدالت میں طلبہ کئے گئے اور یہ ان کو
کرتے گئے۔

منج ایڈووکیٹ نے اظہار رائے۔

سوال۔ کیا مٹی ششما تک تم انبالہ چھاؤنی میں بندوق بازی سکھاتے تھے؟
جواب جی ہاں۔

سوال کیا ہندوستانی پیدل کا ہر ایک سپاہی تیارے پاس سیکنے کے لئے آتا تھا۔

جواب ہر ایک ویسی پیدل تو نہیں بلکہ صرف نمبر سہم رجمنٹ کے چار سپاہی آتے تھے
سوال کیا ان لوگوں سے اور تم سے کبھی چپاٹیوں کی نسبت کوئی تذکرہ ہوا تھا جو بیٹا
میں تقسیم کی گئی تھیں۔

جواب جی ہاں کئی سپاہیوں سے اور کئی باداس معاملہ کا ذکر کرنا مجھے موقع ملا۔
میں نے ان سے دریافت کیا کہ چپاٹیوں کے بارے میں وہ کیا رائے رکھتے ہیں
کس سے تقسیم کیں اور کیا تھیں ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ وہ بسکٹ کی شکل
صورت کی تھیں اور کہتے ہیں کہ گورنمنٹ کے حکم سے تقسیم کی گئیں گورنمنٹ نے اپنے
ملازموں کو اس مطلب سے تقسیم کیں کہ ان سب کو جبراً ہی کھانا کھانا ہوگا۔ اور سب کو
عیسائی مذہب اختیار کرنا ہوگا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایک کہاوت بھی بنائی ہے
کہ "ایک کھانا اور ایک مذہب ہوگا۔"

سوال جہاں تک نہیں معلوم ہے کیا عام طور سے تمام سپاہیوں میں یہ خیال پھیل چکا تھا
جواب انبالہ کے جتنے سپاہی تھے میں نے چنانچہ دیکھا کہ ان سب میں یہی خیال موجود پایا
سوال کیا وہاں کوئی خبر تھی کہ گورنمنٹ نے ان سے یہی ہونی پڑیاں ملا دی ہیں
تاکہ سب لوگ بہ و بہرہ ہو جائیں۔

جواب جی ہاں میں نے ابتداً ماہ مارچ میں ایسا سنا تھا کہ تمام گورنمنٹ کے مال گودام
کا آٹا پڑیاں ملا ہوا ہے تاکہ سپاہیوں کے ایمان میں غلطی پڑ جائے۔

سوال کیا تم جانتے ہو کہ سپاہیوں کو اس کا یقین کامل تھا۔

جواب۔ میں نے کئی سپاہیوں کے خطوط دیکھے جنہیں پانیولے سپاہی دسیری سے میرے ہاتھ میں لا کر رکھ دیتے تھے۔ ان میں صاف ایسا ہی کچھ تحریر ہوتا تھا اور لکھنے والوں کو یقین و اطمینان تھا کہ ضرور ایسا ہی ہے۔

سوال کیا سپاہی کوئی اور سبب بتاتے تھے جس کے باعث انہیں تکلیف پہنچی ہو۔
جواب وہ یہی سبب بیان کرتے تھے کہ گورنمنٹ ہیں بے وہم کرنا چاہتی ہے
سوال کیا گورنمنٹ پر کبھی یہ اعتراض ہی کیا جاتا تھا کہ وہ کیوں ہندو بیوگان کے ازواج ثانی پر زور دیتی ہے؟

جواب جی ہاں وہ بیان کیا کرتے تھے کہ وہ ہمارے سوشل حقوق پر حملہ کرتی ہو۔
سوال کیا الحاق اودہ کے وقت ان میں سے کسی نے کچھ کہا تھا کہ گورنمنٹ تمام خود مختار ریاستوں کو نابود کرنا چاہتی ہے؟

جواب انبالہ میں تو شاف و نا درہی یہ مضمون زیر بحث رہتا تھا کیونکہ یہ ان لوگوں کے مذاق کے موافق نہیں تھا البتہ غدر سے تقریباً ایک ہفتہ بعد کرنال کے نمبر ۳ کے چند سوار ذکر کرتے۔ جب میں نے ان کے ہمراہیوں کی بناوت کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے "تم لوگوں نے ہندوستان پر فتح پالی ہے اور اس کی ہر ایک چیز کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہتے ہو اور اب تم نے ہمارے مذہب پر بھی حملہ کیا ہے میں اس زمانہ میں کرنال میں کمر سیٹ آفسر مقرر تھا اور نمبر ۳ کے یہ سوار وہ تھے جو باغی نہیں ہوئے تھے۔"

سوال کیا کبھی سپاہیوں نے انگریزی مشنری کی نسبت بھی کبھی شکایت کی تھی جو ہندوستانیوں کو عیسائی کرتی تھی؟

جواب کبھی نہیں اپنی عمر بھر میں کبھی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان میں ایک شخص کا خیال ہی اس طرف نہ جاتا تھا۔ ان میں اس کا احساس ہی نہیں تھا۔

سوال انبالہ میں جب سپاہیوں کو کارتوس استعمال کرنے کے لئے کہا گیا تھا کیا واقعی ان کارتوسوں میں چربی تھی۔

جواب میگزین سے نکل آئے تو بالکل نہیں تھی۔ اگر چربی ہوتی تو انہیں ہاتھ نہ لگانے دیا جاتا۔ انہوں نے خود کارتوسوں میں گھی مل دیا تھا جو جوش دیا ہوا کہن ہوتا ہے اور ہر جگہ سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

سوال کیا ہندو اور مسلمانوں کے جذبات میں نمایاں فرق تھا۔

جواب جی ہاں مسئلہ کارتوس پر مسلمان خندہ زنی کرتے تھے اور ہندوؤں کو شکایت رہتی تھی کہ ہمارا دھرم بگاڑا جا رہا ہے۔ مگر الحاق اودہ کی بابت جنگو رنج تھا میں نہیں جانتا وہ ہندو تھے یا مسلمان۔

مذموم حجت سے انکار کرتے ہیں

عدالت نے اظہار لئے

سوال کیا تم نے اپنے محکوم سپاہیوں میں غدر سے پہلے کوئی آثار پائے تھے یا نہیں جو کچھ گزرنے والا تھا اسکی خبر پہلے ملی تھی؟

جواب جی ہاں۔ انہوں نے مجھ سے صاف کہا یہ تھا کہ ایک غدر ضرور ہو گا جس کی ابتدا بنگلوں میں آگ لگ جانے سے پہلی آتشزدگی اس روز وقوع میں آئی جبکہ ہم نے انفیلڈ کارتوس استعمال کئے تھے اور تقریباً دس مئی تک متواتر آتشزدگی کے حادثات وقوع میں آتے رہے۔ ہم نے اپریل سے انفیلڈ کارتوس استعمال کرنے شروع کئے تھے۔ اور اگرچہ گورنمنٹ نے بلوائیوں کا پتہ لگانے کے لئے اگر انقدر انعام مقرر کیا تھا تاہم کوئی شخص تلاش کے لئے آگے نہیں بڑھا اور یہ بجائے خود ان کی ناراضگی اور فساد برپا کرنے کی بین علامت ہے۔ میں نے علانیہ فوجی صدر مقام انبالہ کو یہ اطلاع دیدی تھی اور کپتان سیپٹیمس بیکر اسٹنٹ ایڈجٹنٹ

جنرل آف دی آرمی کو بھی اطلاع کر دی تھی۔

گواہ جاتا ہے۔

مسٹر فلیننگ زوجہ سار جنٹ فلیننگ عدالت میں طلب کی گئیں اور شہادت دی گئیں۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہار رائے۔

سوال گذشتہ پریل کے خاتمہ پر کیا تم ملزم کی بیگم زینت محل کے مکان میں تھیں اور کیا تم نے ملزم کے بیٹے جوان سخت کو وہاں دیکھا تھا۔
جواب جی ہاں۔

سوال اس موقع پر کیا گزرا بیان کرو۔

جواب میں اسکی سالی کے ہمراہ بیٹھی ہوئی تھی اور جوان سخت اپنی بیوی کے ساتھ کھڑا تھا اسوقت میری اپنی لڑکی سزا سکی ہی موجود تھی جب میں جوان سخت کی سالی سے گفتگو کر رہی تھی تو مسٹر اسکی نے جواب سے کہا "ااجان تم سنتی ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ وہ چہرے کہہ رہا ہے کہ تھوڑے روز اور میں پر جوان سخت تمام انگریزوں کو اپنے پیروں سے روندیگا۔ اور اسکے بعد ہندوؤں کو قتل کر بیگا۔ میں یہ سن کر جوان سخت کی طرف پلٹی اور اس سے دریافت کیا کہ یہ تم نے کیا کہا؟" اس نے جواب دیا "صرف مذاق کر رہا ہوں" میں نے کہا جیسا تم کہتے ہو اگر یہی ہونا ہے تو پہلے تمہارا ہی سراسر تارا جائے گا۔ پھر وہ کہنے لگا کہ ایرانی واپسی آ رہے ہیں۔ اگر وہ قتل کر نیگے تو میں تمہیں اور تمہاری لڑکی کو بچا لوں گا۔ پھر رہا کر دوں گا۔ میں جانتی ہوں وسط اپریل ۱۹۴۷ء میں یہ واقعہ ہوا تھا۔

ملزم جمع سے انکار کرتے ہیں۔

نقول اخبارات جنی لال اخبار نویس از ارتا یا رمی جو اس کے ملک سے برآمد ہوئیں اور ضبط کی گئیں عدالت میں پڑی نہیں پھر ان کا ترجمہ پڑھ کر سنایا گیا اور ذیل میں درج کیا گیا۔

بیان واقعات دہلی از ارتا یا رمی رقم زدہ شکل دائری از جنی لال اخبار نویس ار می مستقیم کی شب کو مسٹر فریزر کے پاس میرٹھ سے ایک خط آیا جس میں پیدل اور سواروں کی بغاوت کی اطلاع دی گئی تھی لیکن وہ اس وقت کچھ بندوبست نہ کر سکے اور صحیح خبر آئی کہ سرسواروں کا رسالہ اور دو پیادہ چمٹوں نے کار توں کی وجہ سے فساد برپا کیا ہے اور دہلی آ رہی ہیں۔ مسٹر فریزر نے فی الفور اپنے اردوئی کے سوار کو جو وہاں حاضر رہتا تھا نواب جھجر کے ایجنٹ کو بلائے کے لئے دوڑایا۔ سر تھیو فلاس میٹ کانت بھی اسی وقت شہر میں آئے اور چیف پولیس آفسر شہر کے دواڑوں پر پولیس گارڈ متعین کر کے اور انہیں بند کر دینے کا حکم دیا جس کی فی الفور چیف پولیس آفسر نے تعمیل کی۔ مسٹر فریزر بھی فی الفور اپنی گلی میں آکر سواروں کو شہر میں آئے اور جھجر کے سواروں کو اور اپنے خاص دستہ کو ہمراہ لائے۔ اس وقت چھتیس ہو چکا تھا کہ کچھ سواروں پر پہنچ گئے ہیں اور محافظوں کو جو محصول وصول کرتا تھا مل کر کے اس کا مکان جلا ڈالا ہے۔ پھر ایک سپاہی قلعہ دار سے بہت گستاخی سے پیش آیا اور اپنے فریاد کیا۔ لیکن نشانہ خطا نہ کر گیا۔ یہ سپاہی قلعہ کی کھڑکیوں کے نیچے چڑھ ہو گئے اور بادشاہ سے عرض کی کہ ہم دہلی کے لئے لڑتے ہیں اس لئے ہمارے واسطے دروازے کھلا دئے جائیں۔ بادشاہ نے فی الفور قلعہ دار صاحب کو خبر دی کہ چند باغی میرٹھ سے آئے ہیں اور ہنگامہ برپا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ سننے ہی کپتان ڈگلس فوراً بادشاہ کے پاس آئے اور سواروں کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ تم کیوں پریشان کر رہے ہو۔ پھر انہیں چلے جانے کے لئے کہا انہوں نے

جواب دیا کہ وہ کپتان ہی سے سمجھیں گے۔ مسٹر فریزر پہرتے ہوئے کشمیری دروازہ پونچے اور گاردوں سے گفتگو کرتے رہے۔ دوران گفتگو میں انہوں نے سپاہیوں کو کہا کہ تم ایسٹ انڈیا کمپنی کے تربیت یافتہ ہو اس لئے میں تم سے مدد چاہتا ہوں اور تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ چند باغی فوجیں میرے ٹھہسے آئی ہیں اور آمادہ فساد ہیں۔ لہذا میں تم سے نہایت اعلیٰ انتظام کا متنی ہوں مگر ان لوگوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ تمہارا کوئی بیرونی دشمن ہوتا تو اس سے بے شک ہم جنگ و جدال کر سکتے تھے۔ مسٹر فریزر وہاں سے چند اصحاب کے ہمراہ کلکتہ دروازہ چلے گئے اور مناسب بندوبست کرنے میں مصروف ہو گئے۔ مسٹر فریزر کی اردلی کے مجددار جوالا سنگھ نے ان سے شہر چھوڑنے کے لئے کہا اور کہا کہ مسلمان بغاوت پر آمادہ ہیں۔ مسٹر فریزر نے جواب دیا کہ میں ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا چاہے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ تمام شہر کی دوکانیں بند ہو چکی تھیں۔ اور یہ خبر ہر طرف پھیلی کی طرح کوند گئی تھی۔ ریورینڈ مسٹر جیننگس دو دیگر اصحاب قلعہ دار صاحب کے مکان کے دریاے میں کھڑے ہوئے میرے ٹھہسے آنے والے سواروں کو دورین سے دیکھ رہے تھے۔ کپتان ڈگلس بھی اپنی گہی میں سوار ہوئے اور کلکتہ دروازہ مسٹر فریزر کے پاس پونچے اور انہیں ایک خط پڑھنے کے لئے دیا۔ پھر مسٹر فریزر نے اپنی اردلی کے سواروں کو ہتھیار رہنے کا حکم دیا۔ مسلمانانِ تہنئی با دار۔ راجگھاٹ پونچے اور باغیوں سے کچھ عہد و پیمان کو کے ان کے اندر آ جانے کے لئے دروازہ کھول دیا۔ باغیوں نے شہر میں گھستے ہی مکانات میں آگ لگائی اور انگریزوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ دریا گنج کے تمام مکانات کو آگ لگا دی اور انگریزوں کو قتل کر دیا۔ اور اس کے بعد ڈاکٹر چین لال کو جو ہسپتال کے سامنے کھڑے تھے ہلاک کر ڈالا۔ پھر مسلمانانِ شہر نے سواروں کو خبر دی کہ مسٹر فریزر کلکتہ دروازہ

ہیں مع فورا وہاں پہنچے اور سپتوں سے فیر کرے ننگے دو انگریز جو وہاں موجود تھے گھائل ہو کر گر پڑے مسٹر فریزر کی اردلی کے سواروں نے بویہ مسلمان ہونے کے باغیوں کی ذرا مزاحمت نہیں کی مگر مسٹر فریزر نے زبردستی ایک گار دس کے سپاہی کی بندوبست چھینی اور ایک باغی کو ہلاک کر دیا پھر مسٹر فریزر اور کپتان ڈنگس بھی میں سوار ہو کر قلعہ کی طرف روانہ ہوئے اول الذکر تو اپنے کمرہ پر چڑھ گئے مگر منوالہ ذکر چڑھنا چاہتے ہی تھے کہ باغی سواروں اور بادشاہ کے مسلح معاصروں نے دوسری سیڑی پر انہیں ہلاک کر دیا۔ پھر ان کے قاتل اوپر چڑھ گئے جہاں کپتان ڈنگس ریورینڈ مسٹر جیننگس ان کی دختر اور ایک صاحب پر ہاتھ مصاف کیا۔ انہیں قتل کرنے کے بعد تمام مسلمان شہر و قلعہ کمروں میں گھس گئے اور سارا مال و اسباب لوٹ کھسوٹ کر لے گئے سر تقیو فلس میت کاف برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے گھوڑے پر سوار چاندنی چوک بازار کی طرف جاسے تھے جن کے پیچھے کئی باغی سوار لگ گئے اور مسٹر موصوفہ لاجپری دروازہ سے باہر نکل گئے۔ جہاں موجیہ با کرتے تھے اور جہاں نہیں جاساں دیکھ کر خود بھی لانتھیاں لے لیکر گھروں سے نکل آئے۔ دہلی کی تینوں پیدل جنٹیں باغیوں سے مل گئیں اور اپنے افسروں کو کثیر تعداد میں قتل کر کے شہر میں گھس گئیں۔ پھر باغیوں نے دریائے گج اور میجر اسکر کے مکان وغیرہ میں جہاں انگریزوں کو پایا فورا تہ تیغ کر دیا اس کے بعد شہر کے مسلمانوں اور کچھ ہندوؤں سے ملازمینوں نے بڑے پولیس اسٹیشن اور بارہ چھوٹے اسٹیشنوں کو تاراج کر دیا۔ ہنرکوں کی تمام لائٹوں کو توڑ ڈالا۔ چیف پولیس آفسر نور پوش ہو گئے مگر اسسٹنٹ چیف پولیس آفسر زخمی ہوئے اور فرار ہو گئے۔ باغیوں نے جبوقت بینک پر حملہ کیا تو دو صاحب اور تین لیڈیاں مع دو بچوں کے چھت پر چڑھ گئے۔ ایک مفید درخت پر چڑھتا تو ایک صاحب نے اسے گولی مار دی یہ دیکھ کر باغی آگ بگولہ ہو گئے۔ اور طیش میں آ کر بینک گھر میں آگ لگا دی اور مسلمانوں نے

ان صاحبوں اور لیڈیوں کو لائٹھوں سے کچل کچل کر مار ڈالا اور پھر تمام شہر میں فتح مندا
 نعرے لگائے پھرتے رہے۔ راجہ بلی گڈہ ایک ریلوے افسر سے ملاقات کرنے
 گئے اور دس سوچے واپس لگے۔ تینوں جینٹوں نے خزانہ لوٹ لیا اور آپس میں تقسیم
 کر لیا۔ نیز جو ڈیشل کورٹ اور کالج کو لوٹ لیا اور ان تمام عمارات میں آگ لگا دی۔
 سواروں کا رسالہ چھاؤنی پہنچا اور وہاں کی عمارتوں میں بھی آگ لگا دی۔ اتنا کرنے
 کے بعد میرٹھ سے آئی ہوئی سواروں کی رجمنٹ اور پیادہ رجمنٹ دہلی کی تینوں
 رجمنٹوں کے ساتھ بادشاہ کے پاس پہنچیں اور ان کی سرپرستی و منتظمی کی ملتی
 ہوئیں اور بادشاہ سے ان کی حکومت تمام قلمروں میں قائم کرنے کا وعدہ کیا۔
 بادشاہ نے جواب دیا کہ ان کی دلی آرزو یہی ہے اور ان پر لطف و کرم فرمایا۔ پھر سلیم
 گڈہ میں مقیم رہنے کا حکم دیا اور غائب کیا کہ تمہاری بدولت تمام بازار اور دوکانیں
 بند ہو گئی ہیں۔ پس فوراً لوٹ مار بند ہو جانی چاہئے۔ پیادہ اور سوار سپاہیوں نے
 جب یہ سنا کہ بعض انگریز اپنی عورتوں کو لیکر میگزین میں چلے گئے ہیں تو دریا گنج سے
 دو توپیں لے گئے اور ان میں پتھر بھر کر میگزین کے دروازوں پر فیر کے انگریز بھی اندر
 سے گریاں چلائے اور ترکی بہ ترکی جواب دیتے رہے۔ یکایک میگزین جل اٹھا اور شہر
 کے بہت آدمی ہلاک ہو گئے۔ قرب و جوار کے صد ہا مکانات لوٹ پھوٹ کر برابر
 ہو گئے میگزین کے اندر سے انگریز مرد و عورت تلوار دریا کے رخ بھاگے جنہیں سواروں
 نے دو دو کر قتل کر دیا۔ ان سب میں سے صرف تین سارجنٹ اور دو ہمیں زندہ گرفتار
 کر کے بادشاہ کے حضور میں لائی گئی تھیں ان میں سے ایک سارجنٹ نے
 بادشاہ سے اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے لئے پناہ چاہی۔ کیونکہ انہیں پورے عین
 تھا کہ باغی ضرور قتل کر ڈالیں گے۔ بادشاہ نے انہیں عبادت خانہ میں رکھنے کا
 حکم دیا۔ غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل راجہ نہر سنگ اپنی عورت بہانی سے

کو اور شہر منرو کو جو تبدیل لباس میں تھے لیکر ملیب گڑھ روانہ ہو گئے۔ پیادہ سپاہ نے سالک رام خزانچی کے مکان پر دھاوا کیا۔ مگر مکان کے دروازے بہت مضبوط تھے جنہیں وہ توڑ نہ سکے یہاں تک کہ نصف شب گزر گئی۔ غرض بہار خرابی انہوں نے اندر جانے کا راستہ بنایا اور مسلمانان شہر کے ہمراہ اندر گئے تمام مال اسباب لوٹا اور چلتے بنے کچھ ساجینٹ چھاؤنی سے توپیں لے جا رہے تھے مگر باغی سواروں نے دیکھتے ہی چیر دیا اور پھر جہاں کی وہ تھیں وہیں رکھ آئے۔ قلعہ میں ۲۱ توپوں سے سلامی دی گئی اور رات بھر تمام شہر میں یلپائی اور ہنسنے پکارا۔ لوٹ مار اور آتشزدگیاں عمل میں آتی رہیں۔

منگل ۱۲ مئی ۱۷۵۷ء

بادشاہ دیوان خاص میں آئے جہاں اعداد و سار نے خراج عرض کیا میر ہمہ رحیمٹ کے صوبہ داروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ کوئی شخص روزانہ رسد پہنچانے کے لئے مقرر کر دیا جائے۔ رام سہائے مل اور دیوانی مل پانچپور و پیر و زونہ کی رسد مثلاً دار چنا، آنا، وغیرہ فراہم کر کے رحیمٹوں میں پہنچانے کے لئے مقرر ہوئے چار انگریز مساجان محمد برہیم ولد علی محمد تاجر کے مکان میں روپوش ہیں۔ اتنا سننے ہی سوار دوڑ گئے انگریزوں کو قیدیوں کا لالہ اور چشم زون میں قتل کر دیا جس کے بعد اس تاجر کے مکان کو بھی انگریزوں کے چھپانے کی پاداش میں جلا ڈالا۔ ایک انگریز عورت ہندوستانی لباس میں ایلینبورٹ تالاب کے پاس سے گزر رہی تھی جسے سواروں نے قتل کر ڈالا۔ پیدل سپاہی زبردستی تمام شہر کے علویوں کی دکانوں پر چارٹنے اور مکان میں کچھ بھی نہ چھوڑا۔ بادشاہ یہ خبر سکر بہت متاثر ہوئے اور منیر الدین خاں سابق پولیس انسپیکٹر پانچ کو حاکم شہر مقرر کیا اور ایک پچین رحیمٹ ہمارہ ویکر چیف پولیس اسٹیشن پر روانہ کیا اور تاکید کی کہ فوراً جائے قتل و خونریزی

ہند کجائے مرزا نے کہیں اگر بادشاہ سے کہہ دیا کہ سپاہی اس وقت چاؤڑی بادلوٹ
 رہے ہیں۔ بادشاہ نے فوراً تمام رجمنٹوں کے صوبہ داروں کو حکم دیا کہ شہر میں سے
 فوجیں ہٹالی جائیں اور ایک رجمنٹ قلعہ کے پاس اور ایک ہٹلی دروازہ پر رہے۔
 باقی ایک ایک دو دو سو ستر دروازہ مثلاً جمیری دروازہ لاہوری دروازہ قراچا
 کشمیری دروازہ وغیرہ پر مامور کیا جائے اور ایک کمپنی دریا گنج بازار میں رکھی جائے
 اور فرمایا کہ ماہر ولت کو اپنی رعیت کی غارتگری ہرگز منظور نہیں۔ پیدل اور سواروں
 نے کوچہ ناگریستھ کو لوٹنے کا قصد کیا۔ مگر باشندوں نے مکانات کے دروازے
 بند کر لئے اور اندر سے سپاہیوں پر پتھر اور اینٹ برسایا کئے جس سے سپاہ لپٹا ہوا کوکھا
 پل گئی۔ کئی لاکھوں نے غارتوں کے ساتھ راجہ کلیان سنگھ کشن گروہ والے کے ہاں
 پناہ لی۔ سوارانہی تلاش میں وہاں پہنچے اور بند و قوں اور پستولوں سے فیر کرتے
 رہے۔ انگریزوں نے بھی فیر کئے جس سے باغی غضبناک ہوئے اور دو توپیں لاکر
 انہیں فیر کرنا چاہا مگر کلک زمین درز کو ٹھڑیوں میں چھپ گئے۔ بادشاہ نے مرزا منگل کو
 شہر کے قتل و غارت کو فرو کرنے کا حکم دیا۔ مرزا منگل ہاتھی پر سوار ہو کر چھپ پولیسٹین
 پہنچے اور اعلان کیا کہ جو شخص لوٹ مار کرتا ہوا پایا جائیگا اس کی ناک اور کان کاٹتے
 جائیں گے۔ اور اگر دوکاندار اپنی دوکانیں نہ کھولیں گے اور سپاہیوں کو سامان
 دینے سے انکار کریں گے تو جہانہ اور قید کے مستوجب ہوں گے۔ علیا حضرت ملکہ تلج محل
 حراست سے آزاد کی گئیں۔ دو انگریز چھپ پولیس اسٹیشن کے سامنے جاتے
 ہوئے قتل کر دیئے گئے وہ ہندوستانی لباس پہنے ہوئے تھے دو پیدل متنبیں
 اور کچھ توپیں لیکر بادشاہ شہر میں نکلے مدد ہاتھی پر سوار تھے۔ اور ان کے پیچھے مرزا
 جوان نجات بیٹھے تھے۔ علیا حضرت نے عام راستوں کی دوکانیں کھلوانے اور
 ضروریات فوج کو پورا کرنے اور سپاہیوں کو سودا دینے کی دوکانداروں کو

تائید کی اور پھر قلعہ میں واپس تشریف لے گئے حسن علی نے بوساطت حکیم حسن الدین علی ایک سنہری ہیرا بادشاہ کو نذر کی اور اعلیٰ حضرت نے انہیں لایا یہ ہیرا اپنی مصاحبت میں رکھ لیا۔ مرزا امیر الدین کو خلعت فاخرہ اور وہلی کی گورنری دی گئی مرزا نے چار سو روپے بطور نذرانہ پیش کئے۔

بروز بدھ - ۱۳ محرم ۱۱۵۵ھ

بادشاہ عبادت خانہ میں تشریف لائے۔ نواب محبوب علی خاں دو دیگر روسائے ندریں پیش کیں۔ ناظر حسن مرزا کو مرزا امیر الدین کے لئے حکم دیا گیا۔ اگلے دن واپس آکر کہا کہ مرزا بیارہیں اس وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے۔ مرزا امیر الدین چیف پولیس آفسر شہر سے کہا گیا کہ فوج کو رسد نہیں روانہ کی گئی ہے لہذا اس کے بندوبست میں میر نہ کی جائے جن علی خاں حاضر تھے بادشاہ نے ان سے فرمایا ”فوج قلعہ میں جمع ہو گئی ہے کیا کرنا چاہئے؟“ خان موصوف نے جواب دیا کہ یہ سپاہی اپنے مالکوں کے قاتل ہیں۔ ان پر چنداں اعتبار نہ کیا جائے۔ شاہ نظام الدین پر زادہ اور بدین صاحب فرزند نواب محمد خاں مرحوم کو دبیرین کی کافرئیں میں شریک کر دیا گیا۔ مرزا منگل مرزا خیر سلطان۔ مرزا عبداللہ وغیرہ پیادہ قبیلوں کے کرنیل مقرر ہوئے اور انہیں فی الفور ہر ایک کو دو توپیں ہمراہ لیکر کشمیری لاہوری اور دہلی دروازوں پر حفاظت کے لئے جانیکا حکم ملا۔ شاہ نظام الدین نے کہا کہ سواروں نے نواب میر حمید علی خاں کو اس الزام کی بناء پر گرفتار کر لیا ہے کہ ان کے مکان میں انگریز چھپے ہیں۔ حالانکہ میر صاحب نے انہیں بیائیک یقین دلایا کہ اگر ایک انگریز بھی نکل آئے تو انہیں خود کو قید کر لیا جائے۔ اسپر بادشاہ نے شاہ نظام الدین کو سپیل و سواروں کے ہمراہ جا کر مکان کی تلاشی لینے کے لئے روانہ کیا۔ جب حکم شاہ نظام الدین اور مرزا ابوبکر وہاں گئے مگر کسی انگریز یا ایٹھلوانڈین کو نہیں پایا۔ یہ دیکھ کر سواروں نے

لوٹا ہوا مال واپس کر دیا۔ اور میر صاحب کو رہا کر دیا۔ مرزا ابوبکر سواروں کی رحمت کے کرنیل مقرر کئے گئے۔ خبر پہنچی کہ کشن گڑھ کے راجہ کلیان سنگھ کے مکان میں ۲۹ نفر مرد عورت اور بچے یوروپین چپے ہیں یہ سنتے ہی سواروں اور پیادوں نے انہیں جا کر قید کیا۔ اور بندو قوں کی ہاڑھ مار کر ہلاک کر ڈالا۔ کچھ سوار کرنیل سکندر کے مکان میں گھس گئے اور ان کے لڑکے جوزف اسکندر چیف پولیس اسٹیشن کے سامنے لاکر مار ڈالا کسی کی ترغیب سے پیدل اور سوار نرائن داس ورام چرن داس ڈپٹی کلکٹر کے مکان میں یہ بیان کر کے گھس گئے کہ یہاں انگریز چپے ہیں اور لوٹ مار کر کے چلتے تھے۔ کچھ سپاہیوں نے قاضی پٹنوں اور ان کے لڑکے کو شہید کر دیا۔ دو انگریز ہندوستانی لباس پہنے بدرود دروازہ سے باہر جا رہے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی مار ڈالا گیا۔ بادشاہ نے ہر ایک رحمت کو نصارت کے لئے چار سو روپے عطا کئے چیف پولیس آفسر نے شہر میں اعلان کرویا کہ جن لوگوں کو ملازمت کی خواہش ہو وہ اپنے ہتھیار لیکر فوراً چلے آئیں اور جو شخص کسی انگریز کو اپنے مکان میں چھپائیگا اس سے مجرموں کے مانند برتاؤ کیا جائیگا۔ نواب احمد علی خاں وولید اذخاں ساکنان ملا گڑھ عند الطلب حاضر ہو کر کورنش بجا لائے اور انہیں روزانہ حاضر دربار ہونے کا حکم فرمایا گیا۔

بادشاہ نے خاص خاص تاجران غلہ کو طلب کیا اور سب کو کر کے تمام اجناس بازار میں فروخت کرنے کا حکم دیا۔ میرزا منیر الدین خاں نے دو سو آدمیوں کو دریا شرک پر انتظام قائم کرنے کے لئے مامور کیا۔ سب قوں نے لال کنوئیں کے کسی دوکاندار کا کہیں چرایا تھا انہیں گرفتار کیا گیا۔ قلی خاں اور سر فرزانہ خاں مع دیگر شیردس کے جنہوں نے تیلی دار و دسبزی منڈی میں ڈاکرئی کی تھی گرفتار کر لئے گئے۔

بروز جمعرات ۲۴ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ کو خاص سے برآمد ہو کر عبادت خانہ میں تشریف لائے۔ ناظر حسن مرزا

کپتان دلدار علی خاں، حسن علی خاں اور مرزا میر الدین۔ مرزا ضیاء الدین اور مولوی صدیق الدین حاضر ہو کر آداب بجالائے مولوی صاحب نے ایک طلائی تہ پیش کش کی بادشاہ نے انہیں عدالت دیوانی و جودیشل کورٹ کا منصف مقرر کیا مگر مولوی صاحب نے عرض کی کہ مجھے معافی دیجائے حسب الحکم خزانچی سالک رام حاضر ہوا اور ایک شرفی نذر کی۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ خزانہ میں کتنا روپیہ تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے خبر نہیں۔ پھر بادشاہ نے فرمایا کہ کسی اپنے نوکر کے ذریعہ ہمیں اطلاع دینا۔ اس کے جواب میں اس نے کہا ”بہت بہتر ہے“ حسن علی خاں نے رحمت علی خاں کو باریاب کرایا۔ اور انہوں نے ایک اشرفی نذر کی۔ بادشاہ نے دریافت کیا ”یہ کون ہیں“ جواب دیا گیا کہ نواب فیض محمد خاں کے صاحبزادے اور حسن علی خاں کے بھتیجے ہیں، محمد علی خاں فرزند سالار جنگ نے بھی ایک اشرفی نذر کی۔ بادشاہ نے ان کے بارے میں فریفت کیا کہ ”یہ کون ہیں“ جواب دیا کہ بہادر جنگ رئیس وادری کے بھتیجے۔

رئیس سنوت کا ایجنٹ حاضر ہوا اور عرض کی کہ رئیس کی طبیعت ناساز ہو اس لئے وہ حاضر دربار نہ ہو سکے پھر ایجنٹ نے جے پور جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو بادشاہ کے حکم سے فی الفور ایک مرسلہ راجہ رام سنگھ والی جے پور کے نام لکھا گیا کہ بہت جلد اپنی فوج لیکر دربار میں حاضر ہوا اور ایجنٹ کو یہ جاننے کے لئے ویدیا گیا اس نے وعدہ کیا کہ وہ بہت جلد جے پور پہنچ جائیگا۔ اس کے بعد نواب عبدالرحمن خاں والی جھڑ بہادر جنگ خاں والی وادری، اکبر علی خاں والی پانڈوی، راجہ ہنگر رئیس اعظم بلب گڑھ، حسن علی خاں رئیس ووجانہ نواب احمد علی خاں والی فرخ نگر کے نام فی الفور حاضر دربار ہونے کے چھابدا احکام روانہ کئے گئے۔ مرزا امین الدین خاں و مرزا ضیاء الدین خاں کو ضلع جھڑ وگوڑگانوہ کی نظامت عطا کی گئی۔ چند راول مکے گوجر سبزی منڈی رتلی واڑہ۔ راجپور، منڈیر سا وغیرہ کی دوکانوں میں مالت

وقت ڈاکہ زنی کرتے ہیں۔ مرزا نسل کو ان گوجروں کی کارروائیوں کے انسداد کا حکم ملا۔ مرزا ابو بکر اپنی حبثت لیکر ٹکاؤں مذکورہ میں پہنچے اور سٹے لوٹ کر جلا دیا۔ بہادر شاہ داروغہ اراضی سرکاری متعلق ریاست لکھنؤ نے ایک طلبائی مہر پیش کی۔ ایک انگریز سپاہی انبالہ سے جاسوسی کرنے دہلی میں آیا تھا اسے گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ علیحضرت نے حکم دیا کہ قید خانہ میں رکھا جائے۔ چند پیادہ سپاہی اور صوبہ دار جو تہ پہنچے ہوئے دربار شاہی کے فرش پر چلے آئے بادشاہ نے انہیں نگاہ غضب سے دیکھا اور بہت ناراض ہوئے۔ چنانچہ منیر الدین خاں پولیس آفسر کے نام حکم جاری کرایا کہ نمبر ۳۲ دیسی پیادہ رجمنٹ کو بیاں سے نکال کر جہاؤنی کی طرف ہٹا دو۔ اور سبزی منڈی و پہاڑی و رنگ کو انکی دست برد سے محفوظ رکھو۔ میرٹھ سے چار آدمیوں نے آکر کہا کہ انگریزی فوج میں راہ میں ہیں وہ غنیمت یہاں پہنچ چکے ہیں پوری پوری سزا دی گئی۔ سپاہ اس خبر سے بہت ناخوش ہوئی اور ان چاروں کو گرفتار کر لیا۔ پولیس آفسر ننگدہ سیکشن کو مسٹر فریزر اور کپتان ڈگلز کی لاشیں دفن کرنے سے اور بقیہ مردوں غورتوں اور بچوں کی لاشیں دریا میں بہا دینے کا حکم ملا اور انہوں نے اسکی فی الفور تعمیل کی۔ گوجروں نے مسٹر فریزر کے مکان کا تمام فرنیچر لوٹ لیا اور کشتری اور فٹنگ گورنر کے آئینہ کی تمام کاغذات کو دہجیاں دہجیاں کر ڈالا۔

بروز جمعہ ۱۵ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ کو خاص میں تشریف رکھتے تھے۔ مولوی عبدالقادر نے ایک مجوزہ فہرست پیش کی جو انہوں نے بابتہ تنخواہ اخراج مرتب کی تھی۔ اللہ حضرت نے مولوی صاحب کو ایک دو شالہ عطا کیا اور نواب محبوب علیاں کا ہڈو گار مقرر کر دیا اس کے بعد مولوی صاحب ہاتھی پر سوار ہو کر مکان واپس گئے۔ بیس

شیونگر والی سموت نے اپنے بجٹ کی معرفت کچھ ادویات بادشاہ کی نذر کیں بادشاہ نے فی الفور بجٹ کو ایک حکم تحریری دیا کہ راجہ بہت جلد دربار میں حاضر ہوں۔ غلام نبی خان داروغہ کو لا محل میرا ضیاء علی سوار کے ہمراہ جو مسٹر فریری کی اردلی میں تھا حاضر دربار ہوا اور آداب بجا لا کر عرض کی کہ پچاس سوار جو نواب جھجھ نے روادے کے تحفے منگے ہیں مگر نواب صاحب خود بوجہ بدنامی ریاست کے حاضر نہیں ہو سکتے مولوی احمد علی راجہ نہر سنگہ والی بلب گڑھ کے سفیر بن گئے اور ایک روپیہ نذر کیا اور راجہ کا خط پیش کیا جس میں راجہ نے لکھا تھا کہ گوجروں نے لوٹ مار بجا رکھی ہے۔ لہذا بوجہ بدنامی ملک ابھی حاضر نہیں ہو سکتا۔ ریاست میں کامل بندوبست ہو جائے تب حاضر دربار ہو گا راجہ کو فوراً حاضر دربار ہونے کے احکام روانہ کئے گئے۔ خبر پہنچی کہ روہتک کا محشر بٹ فر ہو گیا ہے اور خزانہ وہیں ہے جسے لوگ لوٹنے ولے ہیں۔ یہ بھی خبر ملی کہ گوزگانوہ کا خزانہ لوٹ لیا گیا۔ یہ خبر سنکر بادشاہ نے ایک پیادہ رجمنٹ اور چند سواروں کو روہتک کا خزانہ لانے کا حکم دیا اور عبدالکریم کے نام حکم جاری کیا کہ چار سو پیدل سپاہی اور ایک رجمنٹ سوار بہرتی کئے جائیں اور پیدل سپاہیوں کو پانچ روپیہ اور سواروں کو بیس روپے تنخواہ ملے گی۔ ۲۰۰ آدمی بات کہتے میں بھرتی کولے گئے۔ عبدالقادر پرنس نے بادشاہ کے معائنہ کے لئے چند کاغذات پیش کئے اور کہا کہ وہ انکا بندوبست کر لینگا۔ سواروں کے افسران کے نام بادشاہ نے ایک حکم جاری فرمایا کہ مرزا ابوبکر کرنلی سے برطرف کر دئے گئے اور ان کو لوگوں کو انکا حکم ناکر صرف بادشاہ کا حکم ماننا چاہئے۔ قاضی فیض الدین نے بادشاہ کے حضور میں پانچ روپیہ نذرانہ پیش کیا اور چیف پولیس آفسر شہر مقرر کے سبائے کی درخواست کی اور انکی درخواست منظور کی گئی۔

ایک سارنے اپنے ایک ہم پیشہ شخص کو جس سے دیرینہ دشمنی تھی قتل کر دیا

اور گرفتار کر لیا گیا۔ جسے سنگاپور کے میواتیوں نے ریلوے افسر کے بلکان پر ڈاک
 ڈالا اور ۴۰۰ روپیہ نقد و دیگر اشیاء لیکر فرار ہو گئے۔ سوار اور پیدل سے سنگاپور
 کو تاراج کرنے کی غرض سے جاسے دی گئے کہ لاندیر بائیکر سٹیج پر پہنچنے سے ایک خوشست
 اس مصنفوں کی گزرائی کہ بادشاہ بادشاہ گان ہے سنگاپور کو مان دیں اس درخواست
 کی بنا پر ایک حکم جاری کیا گیا کہ کوئی پیادہ یا سوار بادشاہ کی اجازت سے بغیر چٹکے
 بنجانے پاسے نہیں لپچی کو پیدل اور سوار سپاہی سڑکوں پر لگی تلواریں نہ نکشت کرتے
 چہرے ہیں اور غصے کے مارے کوئی دوکان نہیں کھولی گئی۔ سنگاپور کے حکم ہوا کہ سواروں کے
 کے چٹانوں سے اور کہیں بھی کوئی شخص رہنے نہ لے سکے۔ چٹکے کے سواروں کے
 کہا نہ ہو کہ کوہتاب مرغ میں رہنے کا حکم ہوا۔ اطلاع کی گئی کہ کشتیاں گندم
 و دیگر بھانسنے ہندی ہوئیں صبح باجی داس اگر وال کی آئی ہیں۔ اس پر واپسی کے
 نام حکم جاری کیا گیا کہ تم غلہ مذکورہ کو اتروا کر جاسے یہاں سے آؤ۔ دو پیدل پیادوں
 نے مخفی طور پر راجی داس اگر وال کے یہاں دوسروں پر امانت رکھنے سے قلعہ کو گھنٹو
 چل کرے لیں گے۔ کسی طرح ان دونوں سپاہیوں میں تقیض پیدا ہو گئی۔ اور راز
 سب پر عیاں ہو گیا تو سیوٹ ایک دست سپاہ روپیہ لینے کے لئے روانہ کیا گیا اور
 سنا ہو کار نے فوژار و پیرا کر دیا۔ شہر کے تاجروں کو دہار میں حاضر ہونے کا
 حکم دیا گیا۔ سواروں اور پیدلوں نے باہم سازش کی اور بادشاہ کے پاس دیوان
 خاص میں آکر کہا کہ انہیں لادنس اور کپڑے ٹھیک طور پر نہیں ملتے اس کا بندوبست
 کر دیا جائے اور شکایت کی کہ حکیم حسن السخاں اور محبوب علی خاں انگریزوں سے
 مل گئے ہیں۔ پھر عیسیٰ لال کموں میں گئے اور پیرزادہ شاہ نظام الدین کو اس الزم
 میں گرفتار کر لیا کہ ان کے مکان میں دو انگریز لہجیاں روپوش ہیں۔ شاہ نظام الدین
 نے دریافت کیا کہ انہیں کس نے خروچی ہے تو سپاہیوں نے کسی شخص کو لاکھڑا کیا

جو راہبوں کا رہنے والا تھا اور جس نے کہا کہ میں نے صرف اڑنی ہوئی خبر سنی ہے۔ شاہ نظام الدین نے سواروں سے کہا کہ اگر کوئی انگریز ویڈیو یا یاد ہو جائے تو تمہیں میرا تمام مال لوٹ لینے کی اجازت ہے اور اگر تم اس تہمت کے درپردہ صرف لوٹنے کی غرض سے آئے ہو تو اس کا نہیں اختیار ہے میں تمہارے فعل کا مزاحم نہیں ہوں۔ منکر سوار خاموش ہوئے۔ محبوب علی خاں نے قرآن کی قسم کھائی کہ میں انگریزوں سے نہیں ملا۔ سپاہیوں نے آغا محمد خاں کا مکان لوٹ لیا۔

بروز شنبہ ۱۶ مئی ۱۷۵۷ء

باہوشاہ دیوان خاص میں تشریف لائے اور دربار منعقد کیا۔ حکیم حسن الدخاں آغا سلطان تقسیم کتنے دستخوار۔ کپتان دلدار علی خاں۔ رحمت علی خاں و دیگر رؤساء حاضر ہو کر آداب بجا لائے۔ پیرا وہ اور سوار سپاہی اپنے افسروں کو ساتھ لیکر دربار میں آئے اور ایک خط پیش کیا جس پر حکیم حسن الدخاں اور نواب محبوب علی خاں کی مہربانیت تھیں۔ پھر شکایت کی کہ ہم نے یہ خط دہلی دروازہ پر پکڑا ہے جسے حکیم صاحب اور نواب صاحب نے انگریزوں کو روانہ کیا تھا۔ اس میں لکھا ہے کہ انگریز لوگ فوراً چلے آئیں۔ ہم شہر میں داخل کروائیں گے اور زمینت محل ہی انگریزوں سے ملی ہوئی ہیں اس طرح پرکرواں بخت۔ تخت نشین کروایا جائے گا۔ اس خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ تمام فوج و سپاہ کو تمہارے قبضہ میں کر دیا جائیگا۔ خط مذکورہ حسن الدخاں اور محبوب علی خاں کو پہنچا دیا گیا ہے ویکٹر انہوں نے کہا کہ یہ جلی ہے۔ پھر اپنی انگلیاں اٹا کر سپاہیوں کے گائے پھینک دیں اور کہا کہ یہ کاغذ اکھا نہیں ہے اور اس کی نسبت شہدہ مہر بی بی جلی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے قمیص بھی کھائیں کہ یہ کاغذ انکا نہیں ہے۔ سپاہیوں کو ہیر پھیر نہیں آیا۔ کسی سے سپاہیوں کو خبر دی کہ نہر کی چادری کے نیچے بہت انگریز روپوش ہیں۔ سستے ہی مرزا ابوبکر سپاہیوں کو عہدہ لیکر چادر کے

ہونچے ہسپتال کے کئی فیر کے مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ پھر سپہیل اور سواروں نے تلواروں
 پہنچے ہیں اور حکیم حسن الدخاں کو گھیر لیا۔ انہیں پورا یقین تھا کہ وہ ضرور انگریزوں
 سے ملا ہوا ہے۔ اور آپس میں کہنے لگے یہی وجہ تھی کہ جو اس نے انگریز قیدیوں کو قتل
 ہونے سے بچا نا چاہا تھا تا کہ جب انگریز آجائیں تو قیدیوں کو ان کے حوالہ کر دیا جا
 اور سپاہیوں کو قتل کرائے۔ ان کا شک یہاں تک بڑھا کہ وہ قید خانہ میں تمام انگریزوں
 جو عورتوں بچوں سمیت ۵۲ تھے باہر نکال لائے۔ اور حوض کے پاس قتل کرنے کے
 ارادے سے بھاڑ دیا۔ شہزادہ مرزا بیگلے نے انہیں اس فعل قبیح سے باز رکھنا چاہا
 اور کہا کہ شرع اسلامی میں عورتوں اور بچوں کا قتل حرام ہے۔ اس پر سپاہیوں نے
 مرزا کو بھی قتل کرنا چاہا مگر مرزا خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا پر انہوں نے قیدیوں کو نیچے
 بٹھا کر ہسپتال کا ایک فیر کیا مگر گولی بادشاہ کے ایک ملازم کو جالگی جو چچے پکھڑا تھا اس
 بعد بادشاہ کے مسلح مصاحبوں نے اگر انگریز مردوں بچوں اور عورتوں کو تلواروں سے
 قتل کر دیا جب یہ ہو رہا تھا اس وقت دو سو مسلمان حوض پر کھڑے ہوئے مقتولوں
 کو لعنت کر رہے تھے۔ اٹائے قتل میں بادشاہ کے ایک مصاحب کی تلوار ٹوٹ گئی
 قتل کے بعد لاشوں کو دو گاڑیوں میں بھر کر دریا پر لے گئے اور بہا دیا اس واقعہ سے
 شہر کے ہندوؤں میں بظنی پھیل گئی اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ ان پوربیوں کو
 جنہوں نے ایسا پاپ کیا ہے کبھی انگریزوں پر فتح نصیب نہ ہوگی یہاں تک کہ گارڈ
 تبدیل کئے گئے کسی نے سواروں کو خبر دی کہ خزانچی متھرا داس کے مکان میں انگریز
 چھپے ہوئے ہیں جو چودہری کے کوچہ میں رہتا ہے۔ انہوں نے فی الفور جا کر تلاشی
 لی۔ مگر کسی انگریز کو نہ پا کر واپس چلے آئے اس موقع پر انہوں نے کسی کو کچھ تکلیف نہ دی
 ایک حکم بیدادخواں کے نام تحریر کیا گیا کہ جننا کے مشرقی ساحل پر گوجروں نے منفسد
 پردازی پھیلا رکھی ہے۔ اس کا فوراً تدارک کیا جائے۔ لاہوری دروازہ کے

دو کاذاروں نے شکایت کی کہ کاشی ناتھ ان کے حلقہ کا پولیس آفسر بطور رشوت ۱۰۰۰ روپیہ طلب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وہ مذہبی تو باندہ کرچیف پولیس اسٹیشن پر پہنچائے جائیں گے۔ حکیم احسن المدخال نے فوراً قاضی فیض اللہ کو پولیس آفسر مندرجہ بالا کی گرفتاری کا حکم روانہ کیا۔

روزانہ روز۔ ۱۷ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ خاص کمروں میں تھے کہ پیدل و سوار اپنے افسروں کو ہمراہ لیکر آئے اور عرض کی کہ انہوں نے سلیم گڑھ کو مستحکم کر لیا ہے، علیحضرت تشریف لیچکر ملاحظہ فرمائیں۔ بادشاہ ہلاوار پر سوار ہو کر سلیم گڑھ تشریف لے گئے۔ وہاں مشاہدہ کیا کہ توپوں کو کس طریقہ سے نصب کیا گیا ہے اور سپر سپاہیوں کو اپنے متفقہ الرے ہونے کا یقین دلا کر اور انہیں زینت محل و احسن المدخال اور محبوب علی خاں پر بدگمانی نہ کرنے اور اعتماد رکھنے کی نصیحت کر کے واپس گئے۔ سپاہیوں کا دل بڑھانے کے لئے بادشاہ نے یہ بھی کہا کہ اگر وہ کسی انگریز کو گرفتار کر کے لائیں گے تو خود میں اپنے ہاتھ سے قتل کر دینگا۔ یہ سن کر فوجیں مطمئن ہو گئیں اور حکیم جن المدخال کی بیگناہی کا سبکو پورا پورا یقین آگیا۔ پل پر ایک شخص گرفتار کیا گیا جس کے پاس سے میرٹھ کے کسی انگریز کا خط برآمد ہوا۔ پیدل سپاہ نے اسے توپ کے منہ سے باندھ دیا اور بیت دیر تک یونہی لٹکائے رکھا۔ باغیوں نے دیوان خاص کو مکان بننا رکھا تھا انہیں وہاں سے نکال کر اسے صاف کیا گیا۔ اور قالینوں و فانوسوں وغیرہ سے آراستہ کیا گیا۔ مرزا امین الدین خان و مرزا فیاض الدین خاں حسب الحکم حاضر دربار ہوئے۔ اور کورنش عرض کی کہ انہیں روزمرہ حاضر ہونے کا حکم ہوا تو بیماری کا بہانہ کیا۔ پھر بادشاہ نے فوج بڑھانے کے لئے کہا جسکو انہوں نے منظور کر لیا۔ اور وعدہ کیا کہ وہ ایسا کرینگے بادشاہ نے انہیں فرمایا کہ ٹکوں ملک کا زریعہ حصہ عطا کیا جائے گا۔

اگر بادشاہ کے احکام کی پوری پوری تعمیل کرے گا اس کے بعد راتوں رات خاں و میر خاں براہِ رانِ نواب مصطفیٰ خاں والی جہانگیر آباد۔ اخبار خاں و دیگر نامی صحابہ حاضر و بار ہوئے اور ہر ایک نے دو دو روپیہ نذر کئے۔ پیدل رجمنٹ کے لئے کرنیلوں کا تقریر بحث رہا۔ گزری ہر سروسے ایک سوار آیا اور خبر دی کہ کئی لاکھ روپیہ صلح گوہر گاہ کی آمدنی کا پیدل کی ایک کمپنی اور سواروں کی حفاظت میں دہلی آ رہا ہے۔ مگر اسی علاقہ میں ۳۳ سیواتیوں اور گوجروں نے غزنے پر حملہ کیا ہے اور بوٹھا چاہتے ہیں۔ چنانچہ سپاہیوں اور ٹیڑوں میں لڑائی ہو رہی ہے۔ یہ سنکر بادشاہ نے مولوی محمد بکر کو دو کمپنی پیدل اور ایک رسالہ سوار ہمراہ لیکر گوجروں سے مقابلہ کرنے اور خزانہ بحفاظت لے آئے کا حکم دیا۔ مرزا مغل کے ایک خاکروب کو جاسوس ہونے کے الزام میں سپاہیوں نے پکڑ لیا اور بہت بری طرح زد و کوب کیا۔ بہر کیف مرزا مغل کے حکم پر لے رہا کر دیا گیا۔ ایک رپورٹ کی گئی کہ بے سنگہ یور کے مینواتی جنہوں نے ریلوے سپرنٹنڈنٹ کا مکان لوتا تھوڑی دھمکی ہو گئے ہیں۔ اور انگریزوں کے ملازم ہیں موضع ندھولی کے زمینداروں نے حاضر ہو کر ایک ایک روپیہ نذر کیا۔ اور اپنی وفاداری اور فرمانبری کا پورا یقین دلایا۔ بادشاہ نے زمینداروں سے کہا کہ اپنے موضع میں عمدہ انتظام رکھا جائے۔ اگر یہ نہ ہو گا تو اس کے ذمہ دار وہی لوگ ٹہرائے جائیں گے۔

بادشاہ کے دو قاصد جو خبر لانے کے لئے روانہ کئے گئے تھے واپس آئے اور خبر لائے کہ تقریباً... سپاہی مع چند انگریز مردوں عورتوں اور بچوں کے صدر بازار میں جمع ہوئے ہیں۔ اور سوچ کنندہ میں قلعہ بندی کی ہے۔ جہاں ہاتھیوں سے کچھو کر تھیں نصب کی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ میرٹھ سے مسلم پور تک ٹرک پر گوجر لوٹ مار کر رہے ہیں اور میرٹھ سے ساتھ ہی بدسلوکی سے پیش آئے۔ بادشاہ

نے جہنا کے پل پر پیدل کی دو پٹنیاں گومتیں کیا۔ حکیم عبدالحق نے حاضر ہو کر پانچ پونے
 نذر کئے۔ رڑکی سے خندق کہوٹے والوں کی پانچ پٹنیاں میرٹھ گئیں۔ انگریزوں نے
 ان سے اپنا کام لینا چاہا مگر وہ رضا مند نہ ہوئے اور انگریزوں نے ان پر حملہ کر کے کئی آدمیوں
 کو مقتول و مجروح کر دیا جو باقی بچے وہ بھاگ کر دہلی چلے آئے۔ مہاراجہ نریندر سنگھ
 والی پتیلہ راجہ رام سنگھ والی بچے پورا راجہ صاحب الورا دراجگان جو وہ پور کوٹہ
 بوندی وغیرہ کے نام حاضر رہا رہوٹے کے کئی فرمان جاری کئے گئے۔ دیکھو دیوان
 کشن لال کے مکان کے برآمدہ سے لڑکر مرگے پورٹ کی گئی ہے کہ فوجیں انبار سے
 آ رہی ہیں اس کے سوا ہر طرف امن و امان ہے۔

یہ وزیر مورخہ فارسی شہسوار۔

بادشاہ اپنے کمرہ خاص سے برآمد ہو کر دیوان خاص میں تشریف لائے اور
 تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے۔ پانچویں جمعہ کو کے مینڈ باجے آئے اور
 انگریزی طرز پر باج بکایا گیا۔ بادشاہ نے مستحقین کو حسب مراتب ہتھیار و خلعات
 فاخرہ عطا کئے اور عہدے دیئے۔ مرزا مغل کو کمانڈر انچیف افواج۔ مرزا کوپا سنگھ
 مرزا نیر سلطان، مرزا مینڈو۔ و دیگر فرزندوں کو زمینوں کا کرنل مقرر کیا۔ اور
 اپنے پوتے مرزا ابوبکر کو سواروں کی تربیت کا کرنل مقرر کیا۔ مرزا مغل نے دو
 اشرفیاں اور دیگر شہزادوں نے ایک ایک اشرفی اور ایک ایک روپیہ عہدے
 عطا کرنے کے شکریہ میں گزرائے جن علیاں حاضر ہوئے اور مجرا عرض کیا۔
 انہیں روزانہ دربار میں آنے کی ہدایت کی گئی جسے بالموافق انہوں نے منظور کیا
 پھر بادشاہ نے ان سے فوج بڑھانے کے لئے کہا اور بہت سا علاقہ نصیب کیا
 وعدہ کیا مگر انہوں نے کہا کہ وہ ایسا نہ کریں گے بلکہ صرف حضور کی خدمت کیا کرتے
 نہ سوار جو تھا لیکر الورا روانہ کئے گئے تھے واپس آئے اور کہنے لگے کہ ہزار ہا گوجر

نہیں جانے دیتے۔ مزدوروں اور خندق کنوں کے افسر حاضر ہوئے اور کہا کہ انکی پانچ کمپنیاں روڑ کی سے میرٹھ آ رہی تھیں جہاں تمام انگریز مع اپنی عورتوں کے کمین گاہ میں جے دمدمہ کہتے ہیں محصور ہیں اور انہوں نے مزدوروں کو دہلی آنے سے باز کرنے کی کوشش بہتیری کی اور میرٹھ میں رکہ کر ان سے کام لینا چاہا تھا ہوں میں اضافہ کرنے کی طمع دلائی مگر مزدوروں نے انگریزوں کی بات نہ مانی جس پر قریب تین بجے کے ایک بارڈ بند وقوں کی اپن ماری لگئی جس سے ۲۰۰ سے کچھ زائد آدمی ہلاک ہوئے اور باقی ماندہ بھاگ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انکو سلیم گڑھ میں ٹہیرنے کا حکم ملا۔ نواب محبوب علی خاں نے راجی داس گو دام والا، راجی داس اگر وال، سالگ رام خزانچی و مثل اس کے دیگر جہانوں کی ایک فہرست بنائی۔ اور ملازموں کے ہاتھ سے ان کے پاس روانہ کی اور یہ لکھ دیا کہ چونکہ فوج کے روزانہ مصارف ۲۵۰۰ روپیہ ہیں۔ پس سب مل کر وہ پانچ لاکھ روپیہ فراہم کر کے مصارف فوج کی کفالت کریں۔ اس پر تمام سوداگر محبوب علی خاں کے پاس گئے اور کہا کہ غدر کے روزانہ کا تمام سامان و نقدی لوٹ لیا گیا ہے۔ اب وہ کہاں سے روپیہ لائیں؟ راجی داس نے کہا کہ اگر محبوب علی خاں دوسرے جہانوں سے لے لیں گے تو میں ہی بلا غدر دید ونگا۔ مرزا ابوبکر سواروں کی جمنیٹ لیکر چند راول اور وزیر آباد کے گوجروں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے مگر ان کے جانے کے قبل ہی گوجر فرار ہو چکے تھے۔

روز منگل، مورخہ ۱۹ مئی ۱۸۵۷ء

بادشاہ مکرہ خاص میں سے دیوان خاص میں تشریف لائے۔ دوسرا میرٹھ سے آئے اور اطلاع دی کہ ایک فوج جس میں پیدل و توپخانہ شامل ہے کئی لاکھ روپیہ لیکر بریلی اور مراد آباد سے میرٹھ پہنچی ہے۔ انگریزوں نے ان سے میرٹھ کی

فوجوں کے باغی ہو جانے اور انگریزوں کے قتل کر ڈالنے کی شکایت کی جیسے بریلی کی فوج نے جواب دیا کہ انگریزوں نے بھی تین سو مزدوروں اور خندق کھودنیوالوں کو مار کر اپنا حوصلہ نکال لیا ہے۔ اور کچھ شک نہیں جو وہ ہمسے بھی ایسا ہی بتاؤ کریں یہ جواب سنکر انگریز اپنے مورچوں پر چلے گئے اور گولہ باری شروع کی جس کا جواب مراد آباد بریلی کی فوجوں کی طرف سے بھی تڑکی بترکی دیا جائے لگا۔ خدا کا فضل یہاں شامل حال رہا چنانچہ ہنے ایک فیڑا کیا جس سے دشمنوں کی پناہ گاہ بالکل جل گئی بادشاہ اور تمام فوج یہ سنکر بہت خوش ہوئی اور اپنی خوشی کے اظہار میں سلیم گرہ میں پانچ فیڑے توپوں کے کئے اس کے بعد یہ خبر آئی کہ گڑھی ہر سرد میں گورگناؤہ کا مجسٹریٹ بھاگتے بھاگتے سترہ ہزار روپیہ رکھ گیا تھا۔ چنانچہ ایک سو سوار اور دو کمپنیاں پیدل اس روپیہ کو لے آئی ہیں۔ حکم دیا گیا کہ اسے خواندہ میں داخل کرو۔

بیجا بائی کا بھیجا ہوا سوار آیا اور عرض کی کہ ہساری مالک نے دریافت کیا ہے کہ کیا انگریزوں اور انکی عورتوں کو قتل کیا گیا ہے یا نہیں۔ انہیں ان خبروں پر یقین نہیں ہے وہ مستند شہادت چاہتی ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہاں جتنے انگریز تھے وہ سب قتل کر دیے گئے اور اپنے دو سو سوار اور مرہٹہ شاہی اس کے ہمراہ دیکر گوالیار روانہ کیا اور زبانی بھی کہہ دیا کہ بائی صاحب سے کہہ دینا کہ تمام فوج لیکرنیاں چلی آئیں اور اپنی وفاداری کا ثبوت دیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے دیوان خاص میں دربار کیا اور ایک خلعت فاخرہ مع ایک چاندی کی دوات کے اور ایک خطاب ”وزیر اعظم ممالک مفتوحہ“..... کو عطا کیا مرزا نے اس اعزاز کے شکر میں دس طلائی مہریں پیش کش کیں۔ بادشاہ نے ایسا ایک خلعت نچھنے فرزند مرزا بختاورد شاہ کو نیزم، فری پیدل کا کرنیل مقرر کرنے وقت

سلطان مانپور پر ناپاؤاں کشتہ جو سوت مقرر کیا تھا اس عہدہ پر مقرر کیا گیا ہوگا

عطا کیا۔ مرزا نے دو طلائی مہریں اور پانچ روپے بطور شکریہ مندر کئے۔ پیرا علیحضرت نے ہر ایک مقرر کردہ کرنیل کو ایک جفت تقارہ دیا۔ ناظر حسن مرزا کو کنورا جیت سنگ پٹیلہ والہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ کنور صاحب نے حاضر ہو کر ایک طلائی مہنڈر کی۔ انہیں بھی ایک خلعت عطا کیا گیا جس کے بعد میں انہوں نے پانچ روپے پیش کئے بادشاہ نے فرمایا وہ کنور صاحب کو بہت عرصہ سے جانتے ہیں جب سے کہ وہ دہلی میں رہا کرتے تھے۔ احمد مرزا اور فرزند حکیم عبدالحمید حاضر ہوئے اور پانچ پانچ روپے مندر کئے۔ محمد اخبار علیخان کا روانہ کردہ رسالہ ار حاضر ہوا اور دو روپے اپنی طرف سے مندر کئے اور ایک عرضی اخبار علیخان کی پیش کی جس میں لکھا تھا کہ ریاست کا پورا بندوبست کرنے کے بعد فوراً حاضر دربار ہوں گا۔ نتہودری کے مکان میں دو انگریز مرد اور تین بیٹیاں دو بچے پوشیدہ تھے جنہیں سواروں نے جا کر گرفتار کر لیا اور درزی بیچاے کے مکان میں آگ لگا دی۔ بادشاہ نے ان قیدیوں کو سپاہ کی زیر حراست رکھا۔ علیحضرت سلیم گڈہ تشریف لے گئے تھے جہاں تمام فوجوں نے سلامی دی نمبر ۳۰ پیدل نے کہا کہ میرٹھ کے مورچوں کے جلجھانے کی خبر انہیں صحیح نہیں معلوم ہوتی ان کا ارادہ خود جا کر مورچوں کو آڑا دینے کا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے اور کہا کہ اپنے جنرل مرزا منسل کے احکام کی ہر حال میں تعمیل کرو۔ اور ان کے بغیر حکم کوئی کام نہ کرو۔ ایک حکم قاضی فیض الدین چیف پولیس افسر شہر کے نام جاری کیا گیا کہ جہنا کے پل کی دو کشتیاں الگ ہو گئی ہیں لہذا سومر دوروں کو مرمت کے لئے روانہ کرو۔ خبر پہنچی کہ علیائے دین نے تمام شہر کے مسلمان باشندگان کو جمع کر کے انگریزوں سے جہاد کرنے کی ترغیب دی اور کہا کہ کفار کو قتل کرنے سے ابر عظیم ملتا ہے۔ ہزاروں مسلمان ان کے علم کے نیچے جمع ہو گئے اور جب بادشاہ سے یہ خبر سنی تو ان لوگوں کو خبر ہوئی کہ جن سے تم جہاد کرنا چاہتے ہو وہ سب مار ڈالے گئے۔

اور حکم روانہ کیا کہ علم سرنگوں کو دیا جائے۔ خود مولوی صدر الدین جامع مسجد گئے اور دیر تک عالموں سے بحث کرتے رہے۔ اور چند اہل بند کرنے کو بیکار ثابت کیا۔ غلہ و نمک وغیرہ کی کئی گاڑیاں شہر سے باہر پکڑی گئیں اور اندر لائی گئیں۔
بروز بدھ - مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۱۵۸ھ

بادشاہ کمرہ خاص میں سے برآمد ہوئے۔ دیوان خاص میں دربار منعقد کیا محمد سعید حاضر ہوئے اور انہوں نے سلام علیک کی۔ بادشاہ نے کہا کیا انہی (مولوی) نے انگریزوں سے جہاد کرنے کا علم بلند کیا تھا؟ لیکن جب وہ سب قتل ہو چکے تو پھر ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ وہ ہندوؤں کے برخلاف جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ اسپر بادشاہ نے کہا کہ وہ ہندو اور

مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور وہ ہندوؤں کے برخلاف کوئی مذہبی جنگ نہیں کرنی چاہتے پھر کہا کہ عیسائیوں کو اگر کہتے ہو تو وہ تمام قتل کر دے گئے اس کے بعد ہندو افسران فوج حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ مسلمان باشندوں نے ان کے برخلاف اسلامی علم بلند کیا ہے لیکن بادشاہ نے انہیں یہ ہلکے مطمئن کر دیا کہ ان کا مقصد صرف انگریزوں کا قتل تھا۔ افسروں نے بیان کیا کہ ایک شخص جو میگدین میں ملازم تھا تانبے کی چھوٹی توپ چرائیگیا تھا اسے پل پر گرفتار کیا گیا ہے بادشاہ نے اسے توپ سے اڑا دینے کی سزا مقرر کی۔ مرزا امین الدین خاں، مرزا ضیاء الدین خاں، حسن علی خاں، اور رحمت علی خاں، حاضر ہوئے اور مجرا عرض کیا۔ بادشاہ نے مہربانی فرما کر ایک ایک دستہ چوب عطا کی جس کے شکر یہ میں ہر ایک نے پانچ روپے نذر سکے۔ مرزا منگل کو حکم موصول ہوا کہ چار توپیں اور چار پیدل جنتیں لیکر بیرٹھ جائیں اور انگریزوں کے مورچوں اور پناہ گاہ کو اڑا دیں۔ مرزا منگل نے جواب میں کہا کہ یہاں ہمراہ مرزا امین الدین خاں، مرزا ضیاء الدین خاں، حسن علی خاں جنہوں نے بڑی بڑی

جاصل کیس ہیں بھیجے جائیں اور انگریزوں کے قتل کرنے کا مرزا صاحب نے وعدہ کیا اس جواب کو سنکر تمام روسا چپ ہو گئے اور کسی نے جانچنے کے لئے "ہاں" نہیں کی بادشاہ نے یہ حالت دیکھ کر مرزا ابوبکر کو فوج لیکر جانے کا حکم دیا۔ اور نواب محبوب علی خاں اور حکیم حسن الدخاں کو فوج کے میرٹھ تک مصارف کا انتظام کر دینے کا حکم دیا۔ پیدل سپاہیوں نے میرٹھ سے ایک گاڑی آتی دیکھ کر اس پر حملہ کیا اور زیور لوٹ لیا بعض سپاہیوں نے مبارک باغ میں جو چھاؤنی کے عقب میں تھا جیتوکی اور دو انگریزوں کو چپے ہوئے پا کر قتل کر دیا۔ افسران فوج نے اگر درخواست کی کہ پانچ انگریز عورتیں جو مقید ہیں ہمارے حوالہ کر دی جائیں۔ بادشاہ نے مولوی محبوب علی صاحب کو از روئے شرع مسئلہ بتانے کا حکم کیا۔ مولوی صاحب نے شرعی مسئلہ ان کے سامنے پیش کر دیا۔ کہ اسلام میں عورتوں کا قتل جائز نہیں ہے پھر بادشاہ اپنے کمرہ خاص کی خفیہ انجمن میں جہاں ملکہ اور مکند لال سکریٹری تھے تشریف لے گئے۔ چار بجے عدالت کل گیا رہ بجے تک کے لئے برخاست کی جاتی ہے۔

سترہویں روز کی کارروائی

یوم چار شنبہ مورخہ ۲۴ فروری ۱۲۵۷ء
عدالت قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں منعقد ہوئی
پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔
ملازم مع اپنے مختار غلام عباس حاضر کئے گئے۔
افتباسات اخبار صادق الاخبار فارسی زبان میں پڑھے گئے۔ پھر ان کا ترجمہ پڑھا گیا جو ذیل میں درج ہوا۔

۶ جولائی ۱۲۵۷ء ایک حکم حیدر شاہی ثبت تھی بنام کمانڈر انچیف جاری

کیا گیا جس میں فوج کے دو نائزہ الائنس کی بابت تحقیقات کی ہے اور حکم دیا ہے کہ تمام فوجی امور کو اپنے ہاتھ میں لے لیا جائے۔

۸ جولائی ۱۷۵۷ء۔ ایک مہاراجہ گلاب سنگھ والی کشمیر نے اس حکام کے لئے کہ انکا اقتدار حکومت لاہور و لاہور کے قرب و جوار میں مستحکم ہو گیا ہے بھیجی۔ اور ایک دوست محمد خاں کی درخواست ہے کہ حاضر دربار ہونا چاہتا ہوں۔ بہرہ و درخواستیں جنرل بہادر کے پتہ پر موصول ہوئی ہیں جن کے جواب میں مراسلات جاری کرنے کا حکم دیدیا گیا ہے۔

۹ جولائی ۱۷۵۷ء۔ خبر موصول ہوئی ہے کہ بختیار خاں نے ایک فوج تیار کر کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے روانہ کی ہے۔ جو جوہر مرادنگی و کمار ہی ہے قاصد و مہدم فتح کی خبریں لارہے ہیں۔

۱۱ جولائی ۱۷۵۷ء۔ اقتباس کورٹ گزٹ (سراج الاخبار) یہ سب پر روشن ہو چکا ہے کہ بادشاہ نے دربار منعقد کرنا شروع کر دیا ہے کج روسا و معززین کو بار بار فرمایا گیا۔ ملعون دشمنوں کی نقل و حرکت اور انتظامات جنگ کا مشورہ۔ اور بہادران شاہی کی کارگزاریاں بادشاہ اور اہل دربار کی واقفیت کے لئے پڑھ کر سنائی گئیں غلام نبی خاں کے نام حکم جاری ہوا کہ نواب حجاز کا مکان واقع محاذ دریا گنج مجروحین کے لئے صاف کر اگر دکھا جائے۔ مجاہدین کے خرچ کے لئے کچھ دیر غنائیت کیا گیا۔

۱۲ جولائی ۱۷۵۷ء۔ سید علی و بکر علی روسا بنارس کی ایک درخواست موصول ہوئی۔ انہوں نے لکھا تھا کہ مرد و کفار کی بڑی تعداد انہوں نے قتل کر دی ہے۔ اور اب حضور اقدس کی خدمت میں مشرف ہونا چاہتے ہیں۔ فی الفور غنائیت نامہ سے سرفراز فرمایا گیا۔

۱۳ جولائی ۱۷۵۷ء۔ جنرل بہادر نے عرضی روانہ کی کہ حکم خدا اگر فتح کر لیا گیا

اکیس توپوں سے بادشاہ کو سلامی دی گئی۔ بلجے والوں نے انگریزی باجہ بجایا! انگریزی سارنگیاں، ڈھول، شہنائیاں وغیرہ خوشی کے اظہار میں بجائی گئیں۔ دو جاسوس مع انگریزی خطوط کے گرفتار کئے گئے اور تحقیقات کی غرض سے مرزاغل کے پاس روانہ کئے گئے۔ افسران جہانسی جھنڈ کی ایک درخواست قتل کفار کے متعلق موصول ہوئی جس کا جواب ارسال فرما دیا گیا۔

۱۵ جولائی ۱۸۵۷ء۔ حسین بخت خاں کو ایک شاہی مہسلہ روانہ کیا گیا کہ جہانسی کی فوج سے ملیں جو کل صبح اگر چہیری دروازہ کے باہر قیام کرے گی۔ ۱۶ جولائی ۱۸۵۷ء۔ افسران جہانسی فوج حاضر ہوئے اور اپنی وفاداری کے اظہار میں تلواریں اور بندوقیں زمین پر ڈالیں بادشاہ نے شفقت فرمائی۔ اور ۲۰۰۰ روپیہ خرچ کے لئے عنایت کیا۔

۱۷ جولائی ۱۸۵۷ء ایک اطلاع موصول ہوئی کہ پیدل کی دو جھنڈیں انبالہ سے حاضر ہوئی ہیں۔ مرزاغل کو حکم دیا گیا کہ گذشتہ آئی ہوئی جھنڈوں میں کہیں انکو بھی ٹھہرا دیا جائے

۱۸ جولائی ۱۸۵۷ء قبرستان میں کئی جاسوسوں کو گرفتار کیا گیا ہے ۲۱ اگست ۱۸۵۷ء ایک عرضی گورنر جنرل کی طرف سے موصول ہوئی کہ غنیم پساہ پور رہا ہے۔ اس پر ایک حکم لکھا گیا کہ عرضی ہذا داخل دفتر کی جائے۔

۲۴ اگست ۱۸۵۷ء۔ جنرل سدھاری سنگھ۔ افسران پنج فوج و دیگر دستہ افسران حاضر ہوئے مجلہ عرض کیا اور میدان جنگ سے وغیرہ کفار کی تدابیر پیش کیں بادشاہ ان سے بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے۔

۲۵ اگست ۱۸۵۷ء۔ بادشاہ نے دو احکام جاری فرمائے۔ ایک نواب ولیداد خاں کی درخواست کا جواب جس میں لکھا گیا کہ انگریزوں کو سامنے سے ہٹانے

کے بعد افواج روانہ کیجائیں گی۔ دو سراراجہ الور کے نام کہ خراج مع عرضی فی الفور روانہ کرو۔

۶ اگست ۱۵۵۷ء بادشاہ افواج کی مردانگی و شجاعت کے کارنامے سن رہے تھے کہ معاف فرمائی کہ دلیر فوج نے مورچوں پر قبضہ پانے کی عزت حاصل کی فوراً فوج اور بارود دین کی ہمت افزائی کے لئے سپینے کا حکم دیا گیا۔

۷ اگست ۱۵۵۷ء خبر موصول ہوئی ہے کہ ہماری سپاہ مورچوں میں جا کر نہایت دلاوری سے غنیمت سے برسرِ پیکار ہے۔ شام کے وقت انہوں نے سنسکرتی کے کام میگزین واقع محلہ چوڑی والہ میں ایک بیک آگ لگ گئی جس سے صد ہا وہاں کے کام کرنے والے مرد و عورت جل کر کوئلہ ہو گئے۔ اور بارود سے عمارت کو بالکل مسمار کر دیا پیدل سپاہ جو ہمیشہ ایسے موقع سے فائدہ اٹھاتی رہتی ہے یہ سنا تو بگڑ گئی۔

۸ اور جناب دارالملک (طیب شاہی) پر میگزین میں آگ لگنے کا جھوٹا الزم لگا کر ان کے مکان کا صفایا کر دیا۔ جو چیز جس کے ہاتھ آئی لیکر چل دیا۔ نیز ہمایوں کے مکانات لوٹے گئے۔ بادشاہ یہ سن کر بہت غضبناک ہوئے اور حکیم صاحب کو بہت تسلی بخشی دی اور اعلان کر دیا کہ حکیم صاحب کا جو کچھ مال جس شخص نے لیا ہو۔ فی الفور لا کر یہاں حاضر کرے۔ پھر اعلیٰ حضرت نے یہ دعا پڑھی۔

میرے دشمن ہر طرف سے جمع ہو کر طاقت پکڑ رہے ہیں۔

یا خدا علی مشکل کشا کے طفیل (مدد کر)

تو نے میری مدد کے لئے غیبی فوج روانہ کی ہے۔

پس تجھی سے میں فسح و ظفر کی دعائیں مانگتا ہوں۔

اقتباسات سراج الاخبار جو اہل فارسی میں پڑھے گئے پیرانہ ترجمہ ذیل

میں درج ہوا۔

سہ حکیم احمد امین

روز منگل مورخہ ۲۵ اگست ۱۷۵۷ء صبح صادق سے طلوع آفتاب تک مذہبی مراسم کی ادائیگی میں وقت صرف ہوا۔ وقار الملک (طیب) کو نبض شاہی دیکھنے کی عزت نصیب ہوئی۔ پھر بادشاہ سند شاہی پر عہدہ افروز ہوئے اور ممتاز شرفا کو دربار شاہی میں باریاب ہونے کی عزت بخشی۔ انہوں نے بیداد و احترام کا اظہار کیا۔ اعلیٰ حضرت نے دو فرمانوں کا معائنہ کیا جو دفتر خاص میں تیار کئے گئے تھے۔ ایک بہادر علی خاں، حسن علی خاں، درگاہ شاہ، بہو پ سنگہ، انسران فوج پشاور کے نام تھا جس میں انہیں تاکید کی تھی کہ مع فوج فی الفور دربار شاہی میں حاضر ہوں اور معقول خزانہ بھی ہمراہ لیتے آئیں۔ دوسرا بنام شہزادہ مرزا محمد کوچک جس میں تحریر تھا کہ نصیر آبادی فوج کی تنخواہ تقسیم کر دی جائے بعد ملاحظہ شاہی اپنے جہ خاص ثبت کی گئی۔ پھر حکم شاہی سے انہیں روانہ کر دیا گیا۔ پھر اعلیٰ حضرت نے ان درخواستوں پر توجہ مبذول فرمائی۔ اول تناور علی خاں سپہر محمد عبدالغفار خاں سکھ مصطفیٰ آباد عرف رامپور کی درخواست جس میں وفاداری اور خیر خواہی کا اعتراف کیا گیا تھا اور تحریر تھا کہ دربار شاہی میں حاضر ہونے کی خواہش ہے۔ دوم راجہ نہر سنگ والی بلب گڈہ کی جن میں اطاعت شعاری، خیر خواہی، وفاداری کا اظہار کیا گیا تھا۔ اور میر فتح علی خاں کی معرفت روانہ کی گئی تھی۔ سوم وارث محمد خاں بہوپالی کی درخواست جس میں ۵۶ انگریزوں کو قتل کر دینے کی خبر روج کی ہوئی تھی اور ایک اعلان کی کاپی بھی درخواست کے ساتھ شامل تھی جو باشندگان شہر و ملک کو کفار کے قتل کی تحریص و ترغیب لانے کے لئے تقسیم کیا گیا تھا۔ نیز ایک فرمان شاہی مانگا تھا۔ چارم کاشی راہل کروالی اندور کی درخواست جس میں انہوں نے محبت و وفاداری جتائی تھی۔ اور نیز خواہی بادشاہ کا اعتراف کیا تھا اور اپنے غم بالجرم سے مطلع کیا تھا جو انہوں نے انگریزوں کے قتل پر کیا تھا۔ اور پانچ انگریزوں کے سر روانہ کئے تھے پنجم محمد امیر خاں

پسر غلام محمد خان، ابن عبدالعہد خاں رئیس دو جانہ کی ایک درخواست تھی متذکرہ بالا درخواستوں کو پڑھ کر علیحضرت نے حکم دیا کہ بعد مزید غور ان کا جواب لکھا جائے افسران فوج نے دربار شاہی میں حاضر ہو کر کہا کہ محمد نجات خاں گورنر جنرل بہادر حضور کی فوج ظفر موج کے ہمراہ دشمنان دین سے لڑنے تشریف لے گئے ہیں اور بہت جانفشانی دکھائے ہیں۔ لہذا ان کے لئے کمک ارسال کرنی ضرور ہے۔ اسی وقت ایک حکم جاری کیا گیا کہ ایک دستہ فوج اور روانہ کر دیا جائے۔

اس کے بعد علیحضرت کمرہ خاص میں تشریف لیگئے دوپہر کو خاصہ تناول فرمایا جس کے بعد دل بہلاتے رہے۔ پھر آپ نے نماز فریضہ ادا کی اور اس میں اتنے عرصہ مصروف رہے کہ عصر کا وقت آگیا اور عصر کی نماز بھی آپ نے پڑھی۔ دن ختم ہونے کے قریب وقار الملک (طیب شاہی) کو نبض دکھانے کی عزت عطا فرمائی بعد ازاں سیر و تفریح کی غرض سے سلیم گرہ باغ تشریف لے گئے۔ سلیم گرہ سے واپس ہو کر اپنے کمرہ خاص میں چلے گئے۔ افسران فوج مقیم تیلی واڑہ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ انہیں مدد نہیں پہنچائی گئی۔ پھر حضور دیوان خاص میں برآمد ہوئے اور دربار کیا مگر فوراً ہی بہت خفا اور ناراض ہو کر واپس تشریف لے گئے۔ غروب آفتاب کے بعد حاضرین دربار کو جانے کی اجازت مل گئی۔

بروز بدھ ۲۶ اگست ۱۷۸۴ء

صبح سے طلوع آفتاب تک علیحضرت وظائف میں مشغول رہے جس کے بعد وقار الملک (طیب شاہی) کو نبض دکھائی۔ پھر تخت پر رونق افروز ہوئے مغلز عائد نے چائے گرم ہالہ کے حلقہ کی طرح علیحضرت کو گھیر لیا۔ افسران فوج نے آکر عرض کی کہ فوجیں غنیمت سے مقابلہ کر رہی ہیں اور داد شجاعت سے برہی ہیں لہذا ان کے لئے کمک ارسال کیجائے۔ احکام جاری کئے گئے کہ تمام پیدل و سوار ہم

پرجائیں۔ بعدہ بادشاہ نے ان تین احکام کا ملاحظہ کیا جو دفتر خاص میں تیار کئے گئے تھے اور مہر شاہی ثبت کر کے فوژار روانہ کرنے کی ہدایت کی۔

حکم اول۔ بنام افسران فوج کہ نصف فوج بجھ گڑھ کے مورچہ پر اور نصف تیلی واڑہ کے مورچہ کو روانہ کیجائے۔

حکم دوم۔ بنام مرزا محمد ظہور الدین بہادر کہ محاصرہ کیا جائے اور فوج کو اپنے اختیار کامل میں رکھا جائے۔

حکم سوم۔ بنام ٹھاکر چن سنگہ برائے طلبی برادران ٹھاکر مذکورہ۔

شہزادہ محمد عظیم بہادر کی ایک درخواست موصول ہوئی جس میں اپنی مشکلات کا اظہار تھا جو غنیم کی فوجوں کے اچانک آپڑنے سے پیش آئی تھیں اور سپاہ و توپخانہ کی کمک مانگی تھی بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک مہر شاہی درخواست کے جواب میں لکھ دیا جائے۔ پھر بادشاہ دربار سے لشکر اپنے کمرہ خاص میں تشریف لے گئے۔ دوپہر کو خاصہ تناول فرمایا اور پھر آرام کیا۔ نماز ظہر سے فارغ ہو کر ذکر و شغل میں مصروف ہو گئے۔ پھر عصر کی نماز پڑھی۔ غروب آفتاب کے قریب علیحضرت مع اپنے تمام اداکین کے باغ سلیم گڑھ پر تفریح تشریف لے گئے۔ شام کو واپس آئے اور کمرہ خاص میں تشریف لے گئے۔

روز جمعرات ۲۷ اگست ۱۱۷۷ھ

علی الصباح لشکر اور فرانس مذہبی کو انجام دیکر علیحضرت نے طبیب شاہی و قاتل الملک کو نبض دکھائی۔ پھر علیحضرت سریر آرائے مسد ہوئے جیکہ ان کے مشہور فرزندوں اور عمامہ و بارہ نے مجھ سے عرض کئے۔ پھر بلدیو سنگہ کندے کش نے تذر گورانی تو علیحضرت نے بے انتہا لطافت و شفقت سے ایک دو شاہ عطا کیا۔ اور اس نے بعد میں نذر بطور شکر پیش کی جو قبول کر لی گئی۔ بادشاہ نے مسبیل

چند فرماؤں کا جو دفتر خاص میں تیار کئے گئے تھے ملاحظہ کیا پھر حکم دیا کہ ہر شاہی لگا کر روانہ کر دئے جائیں۔

اول حکم بنام مرزا محمد خیر سلطان بہادر کہ انہیں چندہ وصول کر نیکا پورا پورا اختیار ہے اور اس معاملہ میں کوئی مانع نہ ہوگا

دوم حکم۔ بنام مرزا بھل بہادر و مرزا خیر سلطان بہادر اور افسران فوج اور میران کورٹ کراچی داس اگر وال سے روپیہ دو مرتبہ وصول کر لیا گیا ہے۔ اب کسی حالت میں مطالبہ نہ کیا جائے۔

حکم سوم۔ بنام مرزا عبدالحسن عرف مرزا عبدالمہجوب درخواست امیر خاں ساکن دو جاند جسے دربار میں حاضر ہونے کی ہدایت کی گئی تھی۔

فسرمان چہارم بنام کاشی راؤ حاکم دالی اندوڑ جنکو دربار میں مدعو کیا گیا تھا۔ حکم پنجم۔ راجہ نرسنگھ رئیس بلب گڑھ کے نام کا بلیٹ گھوڑا پہنچ گیا۔ اور تم فوج کی چھیڑ چھاڑ سے خوف نہ کہاؤ۔

فرمان ششم۔ بنام تناد علیخان سپر عبدالمدھاں رامپوری معرفت فتح علی خاں لکھا گیا جس میں انہیں حاضر دربار ہونی کا ارشاد ہوا تھا۔

کچھ سواروں نے افواج شاہی کی کارگزاریاں اور خصوصاً فوج پنج کے کارنامے سنائے شروع کئے اور علامۃ بخف گدھ کے کسانوں کا ساتھ دینا بھی بیان کیا طبیعت ناساز ہوجانے کی وجہ سے علیحضرت نے طبیب شاہی کو طلب کیا اور مجلس اس تشریف لے گئے۔ دوپہر کو علیحضرت نے خاصہ تاول فرمایا۔ پھر آرام کیا۔ اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھی پھر ذکر و شغل میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا پھر نماز پڑھی طبیب شاہی نے یہ حاضر تھے واداسک بار دتیار کے دی۔ دن ختم ہونے کے قریب تمام حاضرین دربار کو جانے کی اجازت لی۔

جمعہ ۲۰ اگست ۱۸۵۷ء

صبح بعد ازلے فرائض مذہبی علیحضرت نے طیب شاہی کو نبض دکھائی
پھر دیوان خاص میں تشریف فرما ہوئے جہاں رؤساء و عائدے مجربے عرض کئے
خواجہ یحیٰ علی خاں ایک باشندہ کالپی آگے آئے اور باریاب ہونے کے بعد موافق
معمول نذر پیش کی۔ علیحضرت پر ناتوانی و ضعف غالب آگیا۔ آپ اٹھکے مکہ خواں
میں چلے گئے۔ دو پہر کو خاصہ ناول فرمایا۔ پھر آرام کیا۔ پھر حرب معمول ظہر و عصر کی نادر
ادائی۔ اس کے بعد حکیم صاحب کا تیار کردہ نفقہ بار و پیا۔ اس روز دربار برکات
رہا جب فیل احکام ”بحکم“ شاہی مہر ثبت کر کے جاری کئے گئے۔

(۱) بنام محمد شفیع برگذیر دیگر اشخاص بجواب درخواست کہ علیحضرت ان سے ناخوش
یا خفا نہیں ہیں اور نہ نیچ کی فوج پر انہیں کسی قسم کا اشتباہ ہے۔
(۲) بنام مرزا رحمت بہادر کہ امام بارگاہ کا گرایہ ادا کر دیا جائے جو ایک مدد موسومہ
”نیا نذر“ کے خرچ کے لئے وقف ہے۔

(۳) بنام احمد علی خاں رئیس فرخ نگر جنہیں چند توڑے دار بندوقین بھیجے کی ہدایت
کی گئی۔

(۴) بنام بہادر جنگ ۱۳۔ اونٹوں کی انکی حدود میں چوری ہو جانے کی اطلاع۔
ایک درخواست عبد اللطیف خاں رئیس خانیور کی موصول ہوئی جس میں انہوں نے
اپنی ناسازی طبیعت کا عذر کیا تھا۔ اور یہ کہ وہی دربار میں حاضر ہونے اور کئی باقی ہمارے
لانے کا وعدہ کیا تھا۔

عدالت ایک نئے برخاست ہو گئی اور مزید کارروائی ۲۰ فروری کیا رہے نئے
ہنگ کے لئے ملتوی رکھی گئی۔ تاکہ گواہ سٹراپورٹ حاضر ہو سکیں۔

اٹھارہویں روز کی کارروائی

یوم شنبہ مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۵۷ء

آج گیارہ بجے قلعہ دہلی کے دیوان خاص میں عدالت منعقد ہوئی۔
پریسڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔
مزمع مختار غلام عباس عدالت میں لائے گئے۔

جان ایوریٹ رسالدار سابق بقیاعہ سواران نمبر ۱۱ حبشہ و حال کشمیری
فوس طلبہ کئے گئے اور شہادت دی۔

جج ایڈوکیٹ نے اظہارئے۔

سوال۔ کیا گیارہویں شہداء کو تم دہلی میں ہی تھے؟

جواب۔ جی ہاں۔

سوال۔ پھر تم نے غدر کے متعلق کیا دیکھا، بیان کرو؟

جواب۔ صبح بوقت ۹ بجے میرے آنیوالے باغی شہر میں داخل ہو گئے اور خوف پیدا
ہو گیا کہ وہ تمام انگریزوں اور عیسائیوں کو قتل کرنے کے نصف گھنٹہ بعد میگزین کی سمت
سے بندو قوں کی آداریں آنے لگیں۔ شام تک بوجہ بیمار ہونے میں باہر نہ نکل سکا۔

کیونکہ میں دہلی میں بیماری کی رخصت لیکر آیا تھا۔ لیکن میں جس مکان میں رہتا تھا وہ
کراہ کا تھا اور میرے لئے محفوظ مقام نہیں تھا۔ میں نے خود کو محفوظ نہ پا کر اس مکان
کو شام کے وقت چھوڑ دیا۔ اور رات کی تاریکی میں کرنیل اسکندر کے احاطہ میں چلا گیا
جہاں شب بسر کی۔ دن نکلتے ہی میں مرزا عظیم بیگ (جو بے قاعدہ سواروں کے
ایک نیشن یافتہ افسر تھے) کے مکان پر پہنچا اور ان سے اپنے مکان میں دن بھر کے
لئے پناہ دینے اور ہر کسی طرح شہر سے باہر ہونے کے لئے کی درخواست کی۔ انہوں نے مجھے

لپٹے مکان میں رکھا اور کہا کہ وہ ایسا کرنے کی کوشش کریں گے۔ میں ان کے مکان میں ایک دن اور ایک رات رہا۔ دوسرے روز وہ کہنے لگے کہ میری روپوشی کی خبر مسایوں کو ہو گئی ہے۔ مسٹر جارج اسکنز بھی انہیں کے مکان میں روپوش تھے۔ مرزا عظیم بیگ ہم جن کے یہاں سہتے تھے۔ بادشاہ کے پاس ہماری حفاظت کے لئے گارڈ لینے گئے۔ انہوں نے ایک گھنٹہ بعد خبر بھیجی کہ طبیب شاہی جن المدخاں بوجہ عیسائیوں کو پناہ دینے کے ان سے بہت ناخوش ہوئے ہیں (کیونکہ احسن اللہ خاں مرزا صاحب کے قرابت دار تھے) اور ہمیں فوراً ان کے (مرزا کے) مکان سے نکل جانا چاہئے۔ میں تو فی الفور وہاں سے نکل گیا۔ لیکن مسٹر جارج اسکنز وہیں دانا خانہ میں چھپے رہے۔ میں سردار بہادر کے مکان سے قریب دو سو گز گیا ہونگا کہ مجھے باغی سپاہی آتے ہوئے دکھائی دیے۔ میں تریک کی مسجد میں یہ خیال کر کے چھپ رہا کہ یہاں باغی مجھے نہ دیکھ سکیں گے۔ لیکن جونہی باغی پاس آئے کسی نے مجھے پہچان کر انہیں پکارا اور کہا کہ ایک عیسائی مسجد میں چھپا ہے۔ پھر انہوں نے مجھے گرفتار کیا اور مرزا عظیم بیگ کے مکان پر جا کر جارج اسکنز کو بھی ماخوذ کر لیا۔ ہمیں کو توالی پہنچایا گیا لیکن قبل ازیں کہ ہم کو توالی پہنچیں نمبر ۱۱ لائٹ کیوٹر کے سوار دوڑتے ہوئے آئے اور سپاہیوں سے دریافت کیا تم کون ہو جو قیدیوں کو لئے جا رہے ہو؟ کیا یہ عیسائی ہیں؟ جس کے جواب میں انہوں نے کہا ”ہاں“ تو کچھ سواروں نے پستولیں تان لیں اور کہا ”کیوں ناحق کو توالی لئے جا رہے ہو؟ یہیں کیوں نہ قتل کر دیا جائے؟“ سپاہیوں نے جواب دیا کہ کو توالی یہاں سے کچھ دور نہیں ہے وہاں لئے چلتے ہیں۔ وہاں جو جلی میں آئے کرنا۔ سپاہیوں نے کو توالی میں جا کر رپورٹ کی کہ وہ دو انگریزوں کو گرفتار کر کے لئے آئے ہیں۔ مگر کو توالی چیف پولیس آفسر نے ان کی طرف مطلق التفات نہیں کیا۔

ایک سوار سٹر جارج اسکندر کے پاس آیا اور ان کے بال بکڑ کو توالی سے گھسیٹتا ہوا
پس قدم تک لے گیا جہاں دیوار کے سہا سے بٹھا کر گولی مار دی اور دو سواروں
نے بھی گولیاں چلائیں جیکہ وہ بیجان ہو کر گر پڑے میں کو توالی کے پاس سہا ہوا کھڑا
تھا کہ سوار میرے پاس بھی آئیں گے مگر سٹر اسکندر کو قتل کرنے کے بعد وہ قلعہ کی طرف
بھاگ گئے۔ پھر مجھے کو توالی کے حوالدار نے جا کر ان قیدیوں میں بیٹھنے کا حکم دیا جو وہاں
موجود تھے میں مع چالیس مرد، عورت اور بچوں کے وہاں پچیس روز تک قید رہا۔
جس کے بعد میں ایک مولوی محمد اسماعیل نامی کی شہادت پر کہ ہم مسلمان ہیں اور اگر
مسلمان نہ بھی ہوں تو اب ہو جائیں گے رہا کر دئے گئے جنہوں نے یہ بھی کہا کہ جو
لوگ بخوشی و خاطر مذہب، سلام قبول کرنا چاہیں انہیں قتل کرنا حرام ہے غرضیکہ
ہم رہا تو ہو گئے مگر شہر سے باہر نہ نکلے دیا۔ پھر میں ایک افریقی "موجودہ" نامی کے ہاں
چلا گیا۔

سوال۔ اس شخص سے تمہاری کبھی کی ملاقات یاد دہشتی تھی۔

جواب۔ میں اسے اچھی طرح پہچانتا تھا وہ کرنل اسکندر کی ملازمت میں رہا ہے مگر
اس وقت میں اس نے ملازمت چھوڑ دی تھی۔

سوال۔ نذر کے زمانہ میں یہ افریقی کس کی ملازمت میں تھا؟
جواب۔ اس وقت سے بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔

سوال کیا کبھی اس نے تمہیں کمپنی کی ملازمت چھوڑ کر بادشاہ کی ملازمت کرنے
کے لئے کہا یا ترغیب دی۔

جواب۔ جی ہاں عذر سے تین روز قبل اس نے کہا تھا۔ میں اپنی سواری کے لئے
گھوڑا خرید رہا تھا وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ سے شہیدین کے کفن
کرنی چاہتا ہوں۔ جب میں اس کے ساتھ ایک گوشہ میں گیا تو اس نے مجھ سے

کہا کہ ”تم کہنی کی ملازمت چھوڑ کر بادشاہ کی ملازمت کرلو“ پھر کہنے لگا ”میں دوستا
طریقے سے کہیں نصیحت کرتا ہوں“ میں نے جب سبب دریافت کیا تو اس نے کہا
کہ موسم گرما میں تم ہر جگہ روسیوں کو پاؤ گے“ میں اس کی تجاویز پر ہنس پڑا اور اس سے
پھر کہنی ملنے کے لیے گیا کیونکہ میں اپنے کام میں بے حد مشغول تھا۔ یہ گفتگو ۹ مئی روز
یکشنبہ ۱۲۸۵ھ کو ہوئی تھی۔ مگر وہ پھر میرے پاس نہیں آیا۔ اور جب میں کوٹوالی سے
رہا ہوا تو اس کے پاس پہنچا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا۔ کیا میں تم سے چلے آئے کو نہیں کہتا
تھا؟ اور پھر اس نے مجھ سے ذکر کیا کہ ایک افریقی قبیلہ نامی غدر سے دو سال قبل
قسطنطنیہ روانہ کیا گیا ہے اور یہ شخص دہلی سے مکہ جانے کے بہانے روانہ ہوا تھا
لیکن بادشاہ دہلی کا سفیر بنکر روسیوں سے کچھ امداد طلب کرنے گیا ہے اور قبیلے
دو سال بعد دہلی واپس آنے کا وعدہ کیا ہے۔

سوال۔ غدر کے زمانہ میں جب تم موجود کے پاس رہتے تھے کیا تمہیں کچھ خبریں ملتی تھیں؟
جواب۔ خصوصیت سے غدر کی بات تو نہیں البتہ وہ نوکری سے شام کے وقت مکان
پر آتا تھا اور دن بھر کے کوائف و حالات مجھے سنا دیتا تھا۔ ایک موقع پر اس نے کہا کہ
بادشاہ نے اپنے تمام امراء و فرزندان کو دربار عام میں جمع کیا اور کہا کہ ”جب سے
قائمی الدین نگر کی لڑائی ہوئی ہے اُن دنوں تم لوگوں میں نا اتفاقیاں پھیلتی جاتی ہیں
اور یہ بہت خطرناک امر ہے“

اس نے کہا پھر بادشاہ نے یہ کہا کہ ”اب سب کو متفق ہو کر انگریزوں کو نکال دینا
کی کوشش کرنے کا وقت ہے اور اگر تم ایسا نہ کرو گے تو یاد رکھو کہ اگر برٹش فوج دوبارہ
عربی میں داخل ہو گئی تو خاندان تیموریہ کے کسی شخص واحد کو بھی ذمہ نہ چھوٹے گی۔“
موجود دس بابارہ افریقیوں کا افسر اور بادشاہ کے خاص ملازمین میں سے تھا جو
ہر وقت ان کے پاس کھڑے رہتے تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بیانات ضرور

صحیح ہونگے۔

سوال۔ کیا اس شخص (موجود) نے کبھی روپیہ یا کوئی اور شے کمپنی کی ملازمت ترک کر دینے کی غرض سے دی؟

جواب۔ جی نہیں۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ متذکرہ بالا تحریک بادشاہ یا کسی قلعہ والے کے ایام سے تھی جواب میں اسے ایسا نہیں سمجھتا میں نے تو صرف اسکی ذاتی بیوقوفی پر محمول کیا تھا۔

سوال۔ کیا آپیں معلوم ہے کہ کمپنی کے کسی دوسرے ملازم کو بھی بادشاہ کی ملازمت میں آنے کی ترغیب دی گئی تھی

جواب۔ مجھے علم نہیں۔

سوال۔ کیا کبھی اپنی جھبٹ کے سپاہیوں کو تم نے چپاٹیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا جو غدر سے قبل گاؤں گاؤں میں تقسیم ہوئی تھیں۔

جواب۔ جی نہیں۔ میں اس زمانے میں اپنے گاؤں میں خلعت پر تھا۔ اور جو کچھ میں نے ان کی نسبت سنا وہ یہ تھا کہ چپاٹیاں تقسیم ہو رہی ہیں۔ اور کوئی شخص اس کا مفہوم نہیں سمجھ سکتا۔

سوال۔ گیارہ مئی سے کتنے عرصہ پیشتر تم دہلی میں تھے۔

جواب۔ تیرہ یا چودہ روز۔

سوال۔ کیا اس وقت تم نے لوگوں کو تذکرہ کرتے سنا تھا کہ دہلی میں کوئی مارا شہ ہوئے والا ہے؟

جواب۔ جی نہیں میں بیمار تھا اور اہل دہلی سے بہت کم ملتا تھا۔

سوال۔ تم نے کہا ہے کہ موجود غدر کے بعد کہتا تھا کہ روسی ہر جگہ لگائیں گے کیا تم جانتے ہو کہ باشندوں کا یہی ہی اہم تھا؟

جی ہاں سچے خیال ہے کہ تھا جب مسلمانوں سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوتا تو ان کی تقریر کا باخدیہی ہوتا تھا کہ وہ روسیوں کو موسم گرما تک آیا ہی سمجھتے ہیں سوال۔ غدر سے پہلے اہل رنجیت اور ویسی افسران میں اور تم میں کہنی کی ملازمت کی بابت کبھی گفتگو ہوئی تھی۔

جواب۔ ایک مسلمان غیر ۱۴ بیقاعدہ سواروں کا افسر جس کا نام مرزا محمد تقی ہے کہتا تھا کہ اسکی کتابوں میں لکھا ہے کہ انگریزی عہداری بہت جلد منیت ہو جائیگی وہ شخص پشاور میں تھا اور مجھے ٹھیک معلوم نہیں ہے کہ آیا اس نے سہ ماہی میں کہا تھا یا سہ ماہی میں۔

سوال۔ کیا تم نے کبھی کسی شخص کو انگریزی حکومت کے خاتمہ کی مدت بتاتے اور یہ کہتے سنا ہے کہ روزمرہ کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی حکومت قریب لافتم ہو جاوے گی جواب۔ جی نہیں۔

سوال۔ کیا تم اندازہ لگا سکتے تھے کہ انگریزوں سے ہندوؤں کو زیادہ نفرت تھی یا مسلمانوں کو۔

جواب۔ مسلمانوں کو

سوال۔ کیا کبھی تم نے سنا تھا کہ شاہ ایران فوج لیکر ایران سے آ رہا ہے

جواب۔ جی نہیں ان مضامین پر میں ان سے کبھی بحث نہیں کرتا تھا کیونکہ انگریزی اخبارات سے مجھے خبریں ملتی رہتی تھیں۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ روسیوں کی آمد کا چرچہ ہندوستانیوں میں غدر سے پہلے بھی ہوتا تھا۔

جواب۔ جی نہیں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ مجھے ایسی گفتگو کرنے یا سننے کا کبھی موقع نہیں ملا۔

ملزم حج سے انکار کرتے ہیں۔

عدالت کے اظہار نے

جب تم دہلی میں تھے کسی طرح بھی یہ خبر تمہارے کانوں میں پڑی تھی کہ ملزم بیلی سے باغیوں کے شریک ہوئے کیا تم بھی یہی سمجھتے ہو۔

جواب میں صرف وہی بتا سکتا ہوں جو میں نے سنا ہے۔ پہلے بادشاہ بیدل تھے مگر جب انہوں نے بھی خود کو اس میں گھرا ہوا پایا تو شامل ہو گئے یعنی پندرہ روز کے بعد شامل ہوئے یہ صرف افواہ ہے اور میں اسکی حقانیت کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔

گواہ جاتے ہیں۔

غلام عباس ملزم کے مختار کو انکی گزشتہ شہادت کی یاد دہانی کی جاتی ہے

جج ایڈووکیٹ اظہار لیتے ہیں۔

ان بارہ کاغذوں کو دیکھو اور کہو کہ آیا تم ان کے اصلی ہونیکا یقین کہتے ہو یا نہیں؟

جواب وہ جن کے سروں پر پمپل سے تحریر شدہ احکام ہیں فی الواقع اصلی ہیں کیونکہ بادشاہ کے تحریری احکام انہر موجود ہیں۔ دیگر کاغذات کو بھی اصلی سمجھنے میں مجھے کلام نہیں۔ جنرل پمپل سے دستخط ہیں وہ بھی اصلی ہیں اسوجہ سے کہ وہ بادشاہ کے دستخط ہیں پھر مترجم ان کاغذات کو پڑھتا ہے اور ان کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

چار بجے۔ عدالت یوم بدھ مورخہ ۲ مارچ ۱۸۵۷ء کے لئے بغاوت ہو جاتی ہے تاکہ مترجم کو دیسی اخبارات کے اقتباس و دیگر دستاویزوں کے ترجمہ کرنے کی اہلیت مل سکے۔

انیسویں روز کی کارروائی

یوم بدہ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۵۷ء

آج پھر نئے دہلی کے دیوان خاص میں عدالت منعقد ہوئی
پریسیڈنٹ، ممبران جوری، مترجم ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں
ملزم اور ان کے مختار غلام عباس عدالت میں لائے گئے۔
مندرجہ ذیل اٹھارہ کاغذات اصل مترجم نے پڑھے اور ان کا ترجمہ پڑھا گیا۔
دخا رونی کے اقتباسات علیحدہ ایک مجموعہ میں چھاپے گئے ہیں۔
اس واسطے یہاں درج نہیں کئے۔ (حسن نظامی)

بیسویں روز کی کارروائی

یوم جمعرات مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۵۷ء

کل کی کارروائی کے سلسلہ میں آج پھر گیارہ بجے عدالت منعقد ہوئی۔
پریسیڈنٹ، ممبران، مترجم، ڈپٹی جج، ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔
ملزم اپنے مختار غلام عباس کے ہمراہ عدالت میں لائے گئے
ملزم نے اب عدالت میں اپنی تحریری جوابدہی پیش کی جسے مترجم
نے پڑھا۔

عدالت سائیس بارہ بجے برخاست ہو گئی اور کل مورخہ ۲۱ مارچ کی پیشی
مقرر ہوئی۔ تاکہ ترجمہ کرنے اور ڈپٹی جج ایڈوکیٹ کو اس کا جواب دینے اور شہادتوں
کا خلاصہ کرنے کی جہلت ملے۔

ایسویں روز کی کارروائی

یوم منگل مورخہ ۹ مارچ ۱۷۵۷ء

عدالت آج پھر دیوان خاص قلعہ دہلی میں منعقد ہوئی۔

پریسیڈنٹ، نمبران، مترجم، ڈپٹی جج ایڈوکیٹ جنرل سب حاضر ہیں۔

ملزم اسکے مختار غلام عباس کے ہمراہ لائے گئے۔

اب جج ایڈوکیٹ ملزم کی جواب دہی کو پڑھتے ہیں جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

جواب تحریری از بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی

اصل حقیقت یہ ہے۔ غدر کے روز کی مجھے پہلے سے خبر نہیں تھی۔ آٹھ بجے

کے قریب باغی سوار دفعتاً آگئے اور محل کی کھڑکیوں کے نیچے شور و غل مچانے لگے

انہوں نے کہا کہ وہ انگریزوں کو قتل کر کے میرٹھ سے لے گئے ہیں اور اپنے ایسا کرنے کا

یہ عذر پیش کیا کہ ان سے لگائے اور سور کی چربی سے بنے ہوئے کار تو مسوں کو

سنہ میں رکھ کر دانتوں سے کاٹنے کے لئے کہا گیا تھا۔ جو سراسر ہندو اور مسلمانوں

کے دہرم کو مستی مانس کرنا تھا۔ میں نے یہ سن کر قلعہ کے دروازے بند کر دیئے

اور فی الفور قلعہ دار کو اس امر کی اطلاع پہونچا دی۔ وہ خبر سنتے ہی خود میرے

پاس آئے اور جہاں باغی جمع تھے جانا چاہا اور دروازہ کھول دینے کی درخواست

کی۔ میں نے انہیں اس ارادہ سے باز رکھا۔ بہر کیف جب دروازہ کھولتے

دیا تو وہ اوپر گئے اور برآمدہ میں کھڑے ہو کر سپاہیوں سے کچھ کہا جسے سنتے ہی

وہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد قلعہ دار یہ کہہ کر کہ وہ ہنگامہ کو روکنے کا بندوبست

کرتے ہیں میرے پاس سے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد مسٹر فریزر نے دو توپوں کے لئے اور

قلعہ دار نے دو پالکیوں کے لئے خبر بھیجی اور کہا کہ ان کے پاس دو بیڈیاں بٹری

ہوئی ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ انہیں مجلس سرائیں پہنچایا جائے۔ میں نے دو ہالکیاں روانہ کیں اور حکم دیدیا کہ توہیں بھی ہمدی جانیں۔ اس کے بعد میں نے سنا کہ ہالکیاں بھی نہ پہنچے پانی تہیں کہ مسٹر فریزر قلعہ دار اور وہ لیڈیاں سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔ اسے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ باغی سپاہ دیوان خاص میں گھس آئی۔ عبادت خانہ میں ہی ہر طرف پھیل گئی۔ اور مجھے چاروں طرف سے گھیر کر ہر متعین کروایا۔ میں نے ان کا مطلب دریافت کیا اور چلے جانے کے لئے کہا جس کے جواب میں انہوں نے خاموش کھڑے رہنے کو کہا اور کہا کہ جب انہوں نے اپنی زندگیوں کو خطرہ میں ڈالنا ہے تو اب اپنی طاقت کے موافق سب کچھ کر کے چھوڑینگے۔ خوف کہا کر کہ کہیں میں نہ قتل کر دیا جاؤں میں نے منہ سے ات تک نہ کی اور پپ چاپ اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ شام کے وقت یہ نمک حرم کئی انگریز مرد و عورت کو گرفتار کر کے لائے جنہیں انہوں نے میگزین میں پکڑا ہوا اور انکے قتل کا قصد کرنے لگے۔ میں نے باز رہنے کی درخواست کی اور اس وقت تو میں ان انگریزوں کی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر باغی سپاہیوں نے انہیں اپنی ہی زیر حراست رکھا۔ متواتر دو موقعوں پر انہوں نے انگریزوں کے قتل کا قصد کیا۔ اور میں نے منت و سماجت کر کے باز رکھا اور قیدیوں کی جانیں بچالیں۔ آخری وقت اگرچہ میں معتمد بلوایوں کو حتی المقدور باز رکھنے کی کوشش کرتا رہا مگر انہوں نے میری طرف مطلق التفات نہیں کیا اور ان بیچاروں کو قتل کرنے باہر لے گئے۔ میں نے اس قتل کے لئے کچھ بھی حکم نہیں دیا۔ مرزا منگل مرزا خیر سلطان مرزا ابوبکر اور میرالیک خاص مصباح بست سپاہ سے ملے گئے تھے۔ انہوں نے میرا نام شاید لیا ہو لیکن مجھے علم نہیں کہ انہوں نے کیا کہا۔ نہ میں یہ جانتا ہوں کہ میرے خاص مصاحبین میرے حکم سے

سرتابی کر کے قتل میں شریک ہوئے ہوں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ مرزا مغل سے مرعوب ہو کر گر گز سے ہونٹ گئے۔ نیز قتل کے بعد تک مجھے اس کے متعلق کسی نے خبر نہیں دی۔ بعض گواہان نے شہادت میں میرے ملازمین کا مسٹر فریئر اور قلندر کے قتل میں شریک رہنا بیان کیا ہے۔ میں اس کا بھی وہی جواب دیتا ہوں یعنی میں نے انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو اپنی آزاد مرضی سے کیا۔ سچے اس کا بھی علم نہیں اور یہ بات بھی مجھے نہیں بتائی گئی۔ میں خدا کی قسم کہا کرتا ہوں کہ جو میرا گواہ ہے کہ میں نے مسٹر فریئر اور کسی انگریز کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ مکندالال و دیگر گواہان نے کہا ہے کہ میں نے حکم دیا ہے غلط کہا ہے، مرزا مغل و مرزا خیر سلطان نے احکام دیے ہوں تو تجھے نہیں کیونکہ وہ سپاہ سے مل گئے تھے۔ بعد ازاں فوجیں مرزا مغل و مرزا خیر سلطان اور مرزا ابوبکر کو میرے سامنے لائیں۔ اور کہا کہ ”ہم انہیں اپنا افسر بنانا چاہتے ہیں، میں نے ان کی درخواست کو رد کر دیا لیکن جب سپاہ ضد کرنے لگی اور مرزا مغل غصہ ہو کر اپنی والدہ کے مکان میں چلا گیا تو میں سپاہیوں کے خوف سے ساکت رہ گیا اور پہرہ فین کی رضا مندی سے مرزا مغل کمانڈر انچیف افواج مقرر ہوا۔ میری ہر کے ثبت شدہ اور دستخط کئے ہوئے احکام کی نسبت معاملہ کی اصل حالت یہ ہے کہ جس روز سپاہ آئی انگریزی افسروں کو قتل کیا اور مجھے مقید کر لیا میں ان کے اختیار میں رہا جیسا کہ اب ہوں تمام کاغذات جو مناسبت سمجھتے میرے پاس لاتے اور مجھے ہر ثبت کرنے پر مجبور کرتے رہا اوقات احکام کے سوزے لائے اور میرے سکرٹری سے انہیں صاف کروائے کبھی اصلی کاغذات لائے اور انکی نقلیں دھڑ میں رکھ دیتے۔ اس نے کئی خطبہ اور مختلف تحریریں روئداد کی فائل بنائی ہیں۔ بارہا انہوں نے خالی لفافوں پر ہر ثبت

کر لی ہے نہیں معلوم ان میں انہوں نے کون سے کاغذات بھیجے اور کہاں بھیجے
عدالت میں ایک درخواست پیش ہوئی ہے جو مکمل ذلال کی طرف سے کسی گناہ شخص
کے نام ہے جس میں ایک روز کے جاری شدہ احکام کی تفصیل دی ہوئی ہے۔
اس فرست میں صاف مرقوم ہے کہ اتنے احکام اس کی ہدایت سے لکھے گئے ہیں
اور اتنے احکام اس کی ہدایت سے لیکن کہیں میری ہدایت سے لکھے ہوئے ایک
حکم کا بھی حوالہ نہیں ہے۔ پس اس سے صاف ثابت ہو گیا ہے کہ بدو ان میرے حکم
جس نے جتنے احکام چاہے لکھ لئے اور مجھے ان کے خلاصہ تک سے اطلاع نہیں
یکجا تھی میں اور میرا سرکاری جان کے خوف سے کسی معاملہ میں کچھ نہیں
کہتے تھے۔ ٹھیک یہی حالت ان درخواستوں کی بھی ہے جنہیں میری دستی تحریر
ہے، جب سپاہی یا مرزا مثل یا مرزا خیر سلطان و یا مرزا ابو بکر کو کچھ لکھانا ہوتا تو وہ
درخواستیں لے آتے اور افسران فوج کو بھی ہمراہ لے آتے، اور احکام لکھنے کے لئے
مجھے مجبور کرتے تھے وہ میرے سامنے کے لئے اکثر کہا کرتے تھے تاکہ میں ان سے
مرعوب ہو کر ان کی خواہشات کی تعمیل کر دیا کروں کہ وہ جو ان کی خواہشات کی
تعمیل نہ کر لیا اپنی حالت کے موافق نہ پایا گیا، علاوہ ازیں میرے ملازموں پر
انگریزوں کے پاس خط بھیجنے اور سازش کرنے کی تہمت لگایا کرتے تھے، علی الخصوص
حکیم حسن الدخاں، محبوب علی خاں اور ملک زینت محل پر سازش کا الزام لگایا جاتا
تھا اور کہا جاتا تھا کہ اب اگر ایسا معلوم ہوا تو ہم انکو مار ڈالیں گے، اسی طرح ایک وزیر
حکیم صاحب کا مکان لوٹ لیا اور بارادہ قتل انہیں مقتید کر لیا تھا، بہر اوردشاہی
اور میری منتیں کرنے پر لپے اراوہ سے باز رہے لیکن پھر بھی حکیم صاحب کو قید کیا
اس کے بعد میرے دیگر ملازموں کو گرفتار کر لیا، مثلاً شمشیر الدولہ والد ملک زینت محل
وغیرہ کو نیز انہوں نے کہا کہ وہ مجھے معزول کر کے میری جگہ مرزا مثل کو بادشاہ

بنائیں گے پھر یہ معاملہ سنجیدگی و انصاف سے قابلِ غور ہے کہ میرے پاس کسی قسم کی
 کوئی طاقت تھی یا انکو خوش رکھنے کا کوئی سبب میرے پاس تھا؟ افسرانِ فوج
 یہاں تک سرچڑھ گئے تھے کہ ملکہ زینت محل کا مطالبہ کرتے تھے کہ میں انکو ان کے
 حوالہ کروں تا کہ وہ انہیں قید میں رکھیں اور کہا کہ ملکہ نے انگریزوں سے دوستانہ
 تعلقات قائم کئے ہیں پھر اگر مجھے پوری طاقت یا اختیار ہوتا تو کیا میں حکیم حسن الدخان
 اور محبوب علیاں کو مقید ہونے دیتا یا حکیم صاحب کے مکان کو لٹتا ہوا دیکھتا
 باغی سپاہ نے ایک کورٹ قائم کیا تھا جہاں تمام معاملات طے ہوتے تھے۔
 اور جن معاملات کو وہاں طے کیا جاتا تھا انہیں یہ کونسل اختیار کرنی ہوتی۔ لیکن
 میں نے کبھی ان کی کافرٹس میں شرکت نہیں کی انہوں نے اس طرح بدوں
 میری مرضی یا خلاف حکم صرف میرے ملازموں ہی کو نہیں لوٹا بلکہ کئی محلوں کو لوٹ
 لیا چوری کرنا قتل کرنا قید کرنا ان کے بایں ہاتھ کاکیل تھا اور جو چاہتا تھا۔
 کر گزرتے تھے۔ جبراً معزز اہل شہر سے اور تجار سے جتنی رقم چاہتے وصول کرتے تھے
 اور یہ مطالبات اپنے ذاتی اغراض کے لئے کرتے تھے جو کچھ گزرا ہے وہ سب غصہ
 پر واذ فوج کا کبا دہرا ہے۔ میں ان کے قابو میں تھا اور کر گیا سکتا تھا وہ اچانک
 اُپر سے اور مجھے قیدی بنا لیا۔ میں لاچار تھا اور دہشت زدہ۔ جو انہوں نے کہا میں
 نے کیا ہو کر انہوں نے مجھے کبھی کا قتل کر ڈالا ہوتا۔ یہ سب کو معلوم ہے مجھے ایسی
 مایوسی ہوئی تھی کہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا جبکہ میرے ماتحت عہدہ داروں کو
 بھی جانبری کی امید نہیں تھی۔ اسی لئے میں نے فقیری کا تہیہ کر لیا تھا اور گیسو سے
 رنگ کی صوفیانہ پوشاک پہننی شروع کر دی تھی پہلے قطب صاحب کی درگاہ
 وہاں سے اجیر شریف اور اجیر شریف سے بالآخر مکہ معظمہ جانے کا عزم تھا لیکن فوج
 نے مجھے اجازت نہیں دی جس نے میگزین و خزانہ لٹا دیا یہ سپاہ ہی تھی جس نے

جو چاہا کیا۔ میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا نہ ان لوگوں نے لوٹ کا کچھ مال مجھے لاکر دیا۔ ایک روز یہی لوگ ملکہ زینت محل کا مکان لوٹنے کی نیت سے گئے تھے۔ مگر دروازہ توڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اب غور کرنا چاہئے کہ اگر وہ میرے ماتحت ہوتے یا میں ان کی سازش میں شریک ہوتا تو یہ باتیں کیونکر ظہور پذیر ہوتیں؟ اس سب کے ساتھ ہی یہ بھی قابل غور ہے کہ کوئی شخص غریب ترین انسان کی عورت کا مطالبہ بھی یوں نہیں کرتا جسے کہ لاؤ اسے مجھے دید و میں قید کر دوں گا، جیسی قنبر کی نسبت یہ ہے کہ اس نے مجھ سے حج کرنے اور مکہ شریف جانے کی نصحت لی تھی میں نے اسے ایران نہیں روانہ کیا نہ میں نے شاہ ایران کو کوئی خط بھیجا یہ قصہ کسی نے غلط مشہور کیا ہے۔ محمد درویش کی درخواست میری دستاویز نہیں ہے کہ اس پر بھروسہ کیا جائے ممکن ہے کسی نے میرے یا میاں حسن عسکری کے دشمن نے وہ درخواست بھیجی ہو تو اس پر اعتماد نہیں۔ نہ کرنا چاہئے۔ باغی فوج کی عادتوں کی نسبت معلوم ہو کہ انہوں نے مجھے کبھی سلام تک نہیں کیا نہ میرا کسی قسم کا ادب و لحاظ کیا۔ وہ دیوان خاص و دیوان عام میں بید ہرک جوتیاں پہنے چلے آتے تھے میں ان فوجوں پر کیا اعتبار کرتا جنہوں نے اپنے ذاتی آقاؤں کو قتل کر دیا ہو؟ جس طرح انہوں نے انکو قتل کیا مجھے بھی ہتھکڑیاں باندھ کر لیا، مجھے چور کر کے۔ مجھے حکم میں رکھا اور میرے نام سے قائد اٹھایا۔ تاکہ میرے نام کی وجہ سے ان کے افعال مقبول ہوں۔ یہ دیکھ کر ان فوجوں نے اپنے ذاتی ذی وجاہت و صاحب فرمان افسروں کو مار ڈالا۔ میں بے فوج بے خزانہ بے سامان جنگ بے توجہ نہ کیونکر انہیں روک سکتا تھا یا ان کے خلاف صلہ احتجاج بلند کر سکتا تھا۔ لیکن میں نے کبھی کسی طرح کی بات نہیں کی نہ وہ نہیں دی۔ جب باغی افواج قلعہ کے پاس آئیں میری طاقت میں تھا میں نے دروازے بند کر دیے۔ میں نے قلعہ دار کو طلب کیا۔ اور جو کچھ

گورامن و عن بیان کر دیا۔ اور انہیں باغیوں میں جانے سے باز رکھا۔ میں نے
بیڈیوں کے لئے دوپالکیاں اور دو توپیں قلعہ کے پھاٹک کی حفاظت کے لئے
قلعہ دار اور بیٹ لفتٹ گورنر کی درخواستوں پر روانہ کر دی تھیں۔ مزید بیان
اسی شب کو تیز ساندھی سوار کو جو کچھ ہنگامہ یہاں برپا ہوا تھا اس کا اطلاعی خط ویکر
ہزار لفتٹ گورنر گڑھ کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکا کیا۔
میں اپنی خود مختار مرضی سے کوئی حکم نہیں دیا۔ میں سپاہ کے اختیار میں تھا۔ اور
انہوں نے ہجر و قہر جیسا چاہا کر لیا۔ چند ملازمین جو میں نے رکھے تھے باغی دہلوائی
فوجوں سے ڈر کر اور اپنی جان کے خوف سے رکھے تھے۔ جب یہ فوجیں فرار ہونے
پر آمادہ ہوئیں تو میں موقع پا کر چپ چاپ قلعہ کے پھاٹک سے نکلا اور مقبرہ ہمایوں
میں جا کر ٹھہر گیا۔ اس جگہ سے میں ضمانت طلب کیا گیا کہ میری جان محفوظ ہے گی
اور میں نے فوراً اپنے آپ کو گورنمنٹ کی حفاظت میں دیدیا۔ باغی فوجیں مجھے
لپٹے ہمراہ لیجانا چاہتی تھیں مگر میں نہ گیا۔

(جس وقت افسران فوج نے بادشاہ کو ہمراہ لیجانے کا اصرار کیا میرے نام
وہاں موجود تھے) (حسن نظامی)

مذکورہ بالا جواب میرا خود تحریر کیا ہوا ہے اور بلا مبالغہ ہے حق سے اصلاً
انحراف نہیں کیا ہے۔ خدا میرا عالم و شاہ ہے کہ جو کچھ بالکل صحیح تھا جو کچھ مجھے یاد
تھا وہ میں نے لکھا ہے۔ شروع میں میں نے آپ سے حلفیہ کہا تھا کہ میں بغیر
بنادٹ اور بغیر ملاوٹ کے وہی لکھوں گا جو حق اور راست ہو گا۔ چنانچہ ایسا
ہی میں نے کیا ہے۔

دستخط ہیادشاہ بادشاہ

تتمہ خط۔ مرزاغل کے نام کے ایک حکم کا حوالہ دیتے ہوئے جس میں سپاہ کے کردار کی شکایت اور میرے آخری ارادہ درگاہ خواجہ صاحب کو اور وہاں سے مکہ معظمہ جانے کا بیان ہے۔ میں اظہار کرتا ہوں کہ مجھے ایسے کسی حکم کا اجرا یاد نہیں۔ حکم زیر بحث برخلاف میرے دفتر کے قوانین کے اردو زبان میں ہے۔ جہاں اس قسم کی ہر ایک تحریک فارسی زبان میں لکھی جاتی تھی۔ میں یہ نہیں جانتا کہ یہ حکم کس نے اور کہاں تیار کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجھے فرج سے بالکل عاجز آیا ہوا دیکھا اور میرے تارک الدنیا ہو کر فقیری سے لینے پھر کہ معظمہ جانے کو خیال کر کے مرزاغل نے یہ حکم اپنے دفتر میں لکھوایا ہو گا۔ اور میری ہر سپرٹ کر دی ہوگی۔ بہر حال فوج سے میری ناراضگی اور میری پوری بے بسی کی جس کا میں پہلے ذکر کر آیا ہوں حکم زیر بحث سے بھی تصدیق ہو سکتی ہے دیگر دستاویزوں کی بابت جو اس کے ماسواہیں جیسے راجہ گلاب سنگھ کے مراسلات کی نقل یا بخت خاں کی درخواست پر میرے احکام اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے و مہر ثبت کئے ہوئے و دیگر کاغذات جو کارروائی میں شامل ہیں میں یقین دلاتا ہوں کہ مجھے انکی یاد نہیں ہے بلکہ میں ابھی جیسا بیان کر چکا ہوں کہ افسران فوج نے بلا اطلاع جیسا چاہا لکھا اور اس پر میری مہر ثبت کر دی اور مجھے یقین ہے کہ یہ بھی ضرور اسی قسم کے ہیں۔ اور بخت خاں کی درخواست پر ضرور مجھے حکم لکھنے کے لئے مجبور کیا گیا ہو گا جس طرح دوسری درخواستوں پر لکھوایا کرتے تھے۔

..... دستخط

نچ ایڈوکیٹ نے عدالت کو مخاطب کر کے تقریر کی

حضرات! ایڈریس ہذا میں میرا یہ مقصد ہو گا کہ مختلف حقائق کو جو دوران کارروائی میں ہم چوتھے ہیں جمع کر دوں اور جہاں تک ہو سکے انہیں اصلی شکل میں

جیسے کہ وہ گزے ہیں آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ ہماری تقشیش کئی ماہ کی محنت کا
 پر محیط ہے جبکہ اس شہر میں مفسدہ پروازی کثرت سے تھی اور میں یقین کرتا ہوں
 کہ ہم مختلف واقعات کے جو میری بیان کردہ مدت میں گزے ہیں نہایت باریکی
 سے پتہ لگانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ہماری جانفشانیوں فی الحقیقت اس حد تک
 نہیں ہوئیں جتنا کہ چاہئے جسے میری رائے میں ہمارے فرائض کا غیر اجم حصہ کہنا
 چاہئے۔ حقائق وقوعہ کے سلسلے میں وہ قرار و ادرجہ میں جنہر ملزم باخوذ کئے گئے
 ہیں۔ اور اگر انکا مرتبہ و حکومت سابقہ بیشک فیصلہ کو جس کی ساعت کے لئے کج
 آپ لوگ طلب کئے گئے ہیں ہتم بالشان بنا دیگا تاہم خواہ وہ رہائی ہو یا اثبات
 جرم، میری رائے میں ان اہم نکات کے بالمقابل جنہر چنناں عز کیا گیا ہے۔ اور جو
 عرصہ دراز تک سبق سیتے رہیں گے۔ میزان میں تولنے سے ہلکا اترے گا۔ میں
 حقیقتاً ان اسباب کو جو خواہ قریب ہوں یا بعید، جنہوں نے وہ بناوت پیدا
 کی جو تاریخ میں یا تو اپنے تقدی کے لحاظ سے جس کا مستقبل نہاں ہو گیا، و یا
 اچانک ظاہر ہونے سے جس سے ابھی تک عناصر اربع مذہب کی رو سے ناموافق
 سمجھے گئے ہیں بے نظیر ہے۔ بیشک کسی مذہب کے برخلاف باہم مل کر جہاد عام
 کرنا اس ملک کے ہندو اور مسلمان باشندگان کے لئے ناوار اور جو ہے مجھے
 خوف ہے کہ معاملہ نا کافی طور پر واضح ہوا اور شاید مذہبی اثر کو جو بالآخر پولیٹیکل تحریک
 ثابت ہوا۔ میں اس طرف منسوب کرنے میں غلطی کر رہا ہوں۔ طاقت و حکومت
 کے اخراج کی ایک جدوجہد، ایسے ملک میں جہاں کے لوگ مذہب میں، خون میں
 رنگ میں، عادات میں، جذبات میں، اور ہر چیز میں مختلف ہوں واقعی عجیب
 ہے۔ گلاس ٹیٹ پر آخری رائیں کچھ بھی ہوں مسائل سے جہانگ میں واقف ہوں
 ہنوز واضح و تسکین دہ نہیں ہوئے ہیں کہ کن وجوہات کی بنا پر یہ ہونا کہ بغاوت

اور مسلسل قتل عام وجود میں آئے اور اس کے اصلی محرکین اعظم کون تھے! میں یقین کرتا ہوں کہ ممبران عدالت میرے ساتھ متفق رہے ہوں گے کہ ہماری تصدیق اس سوال کا صاف اور مکمل جواب نہیں دیتی ہے۔ اور کیوں نہیں دیتی؟ میں سمجھتا ہوں کہ اسکی صرف یہی وجہ ہے کہ مختلف مقامات و منبغات سے لوکل تحقیقات کے ذریعہ شہادت ہم پہنچانے میں ہم قاصر رہے۔ جو آثار کئی جگہ میسر آسکتی ہے تاہم اس نقطہ نظر سے ہمیں امید کرنی چاہئے کہ ہماری جدوجہد بے نتیجہ یا غیر مفید نہیں ہے گی۔ اور اگر ہم خود کو پوری کامیابی کے لئے مبرا کیا نہیں دے سکتے تو بھی ہمیں اس کے قریب تک پہنچ جانے کا یقین رکھنا چاہئے میں خیال کرتا ہوں کہ بعض لوگ بغیر اس نتیجہ پر پہنچنے کہ سازش اس عدالت دہلی کی پرورش یافتہ ہے۔ ان طویل کارروائیوں کو پرستہ رہیں گے۔ ظاہری طاقتوں کی نمائش گاہ میں یہ بھی ظاہر ہو جائیگا کہ ان فرضی بادشاہی کے مالک کو اسلامی تعصب نے سرغنہ اور اپنے مذہب کا پر شوکت ستارہ سجھا تھا ان سے اب تک لاکھوں کی امیدیں وابستہ تھیں۔ وہ جنہوں نے انکو منبع عزت سمجھ رکھا تھا۔ علاوہ ازیں یہ صرف مسلمانوں کے جامع نہیں بچے گئے ہیں بلکہ ہزار بادوسروں کے ستر لج بھی ہے ہیں جنہیں مذہبی تعصب کی وجہ سے ایک ہی مرکز پر لانا قریب قریب ناممکن تھا۔ ایسے معاملہ پر پوری طرح روشنی ڈالنا ایک روز یا ایک ہفتہ کا کام نہیں ہے۔ وقت مارا جائے سب سے بڑا منظر اعظم بدیشک ایک نیا ایک روزانہ چشموں کو عیاں کر دینگا جن میں سے ایسا بدکرداری و خرابات کا ورہیابا ہے۔ لیکن اس وقت ہمیں صرف ان معاملات پر اکتفا کرنی چاہئے جو ہماری موجودہ تحقیقات رونما کرتی ہے۔ مفسدین کے بہت سے راز ہم کو معلوم ہو گئے ہیں۔ لیکن مجھے غلبت نہ کرنی چاہئے یہی ہماری تحقیقات کا ایک

حصہ ہے چیر میں نظر دانی چاہتا ہوں لیکن واقعات کا محل بیان شاید ٹریس ہذا کی ابتدا میں موزوں ہوگا

لہذا مجھے بیان کرنا چاہیے کہ نمبر ۳ کیولرائی کے سواروں و نان کمیٹیشنڈ افسران جنہیں گذشتہ مئی میں کار تو سوں سے انکار کرنے کی پاداش میں میرٹھ میں جنرل کورٹ مارشل کی رو سے سزا دی گئی تھی۔ ان کی مجموعی تعداد ۵۵ تھی۔ ۹ مئی کی صبح انہیں سزا سنادی گئی اور پریڈ کے میدان میں ہتھکڑیاں پہنائی گئیں اور ۱۰ مئی کو بوقت شام میرٹھ کی تینوں رجمنٹوں نے بغاوت کی جو اس روز شام کے ساڑھے چھ بجے سے شروع ہوئی۔ اس دوران میں میرٹھ کی بغاوت کرنے والی فوجوں اور یہاں کی فوجوں کے درمیان جوان سے آفریں مل گئیں، تبادلہ خیلا کے لئے ۳ گھنٹہ تک کی ہلت ملی تھی۔ یہاں سے وہاں تک سفر کرتے ہیں ایک کوچ گاڑی کے لئے ۶ گھنٹہ کا وقفہ درکار ہے اور باغیوں نے طرفین میں گفت و شنید کر کے فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ میں کپتان ٹنکر کی شہادت کو پیش کرتا ہوں کپتان موصوف کی شہادت سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ میرٹھ سے اتوار کی شام کو سپاہیوں کی گاڑی آئی اور اس میں باغی ہی تھے جو پیدل جنٹ نمبر ۳ میں گئے تھے۔ بیشک سپاہیوں کو ان کے بلوائی اجاب مناسب عمارتوں کی نوازی کے لئے خبر دینے آئے تھے۔ اور گو ہمارے پاس یقینی شہادت نہ بھی ہوتا ہم اس پر خیال کیا جائے کہ صرف اتوار کی شام ہی ان سازشوں کی کونسل کرنے کا پہلا موقع نہیں تھا۔ بیشک ہمارے پاس ورج ہے کہ میرٹھ میں باغیوں کو کورٹ کی سزا دینے کے قبل بھی یہ جوش پھیلا ہوا تھا کہ اگر مجرب کار تو سوں کا استعمال برابر جاری رکھا گیا تو دہلی اور میرٹھ کی فوجیں ملکر علم بغاوت بلند کریں گی اور یہ انتظام اتنا

سلطنتی میرٹھ سے دہلی تک لئے جاتے ہیں۔ مترجم

پختہ اور قابل یقین ہو چکا تھا کہ اتوار کی شام کو قلعہ کے پھاٹک والے سپاہی بھی اپنے خیالات کو پوشیدہ نہ رکھ سکے اور یہ ہر ایک دو سرے سے کہنے لگے کہ کل کیا ہونی والا ہے۔ کل واقعہ کے معقول اور بے بنیاد الزامات کا توازن کرتے وقت یا ذرا پہلے کہ میرٹھ کی تینوں جہتوں کے میگزینوں میں کوئی ایک مچر بکارتوں بھی نہیں تھا اور جہاں تک مجھے خبر ملی ہے نہ دلی میں تھا۔ خیال رکھئے کہ ہندوستانی سپاہی بذات خود حسب ذیل معاملات میں شاید سب سے زیادہ واقف تھے چاند مار ہی کرنے کے لئے میگزینوں میں کارتوس قدیم سے بننے چلے آتے ہیں۔ اور بنائے ہوئے خود ان کے اجائے جنس ہم مذہب اور ہم عقیدہ لوگ تھے۔ پس بالکل ناممکن تھا کہ میگزین کی کوئی بات ان سے پوشیدہ رہتی۔ اور جہتوں کے خلاصی جو کارتوس بنایا کرتے تھے۔ اگر فی الواقع ایسا ہوتا تو فوراً ہی پر ظاہر کر دیتے۔ دراصل قابل غرض کارتوس (اس سے میرا مقصد وہ کارتوس ہیں جن سے ہندو یا مسلمانوں کے مذہب کو صدمہ پہونچے) خود ان کی جہتوں کے میگزینوں میں بنائے جاتے تھے۔ اگر کوئی مستحکم بات ہوئی تو خود ہندوستانی کاریگر بنانے سے انکار کرتے۔ مگر سب سے بڑھ کر تو بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی کوئی ذات نہیں ہے مسلمان سور کے گوشت کو بھی چھولیں تو ان کے مذہب کو کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا ہے چنانچہ وسط ہند کے مسلمان اس کی مثال موجود ہیں ہم میں کون ہے جو زمرہ ان مسلمانوں کو ٹیبل سرورٹ (میز کا لازم یا کہا نا کھانا بنو لے) کی حیثیت سے کہانے اور طشتریاں لیجاتے نہ دیکھتا ہو جس میں صریحاً وہی چیز ہوتی ہے جس کا کارتوسوں میں حوالہ دیا جاتا ہے۔ بالفرض ہم تسلیم کئے لیتے ہیں کہ کارتوسوں میں سوراور گائے کی چربی تھی۔ تاہم مسلمان سپاہیوں کو ان کے استعمال سے کوئی شرعی حجت مانع ہو سکتی تھی۔ ان کے عزیز و برادر جو انیسویں کی

خانگی ملازمت کرتے ہیں ان کھانوں کو جو ہماری میز پر آتے ہیں لاسنے یا پکانے میں مطلقاً اعتراض نہیں کرتے۔ اس حالت میں مسلمان سپاہیوں کا اعتراض عین لغو ہے۔ گران میں کا کوئی ذرا سی عقل و شعور والا شخص ذاتی اطمینان یا واقفیت حاصل کرنے کے لئے تجسس کرے تو صحیح و غلط معلوم کر لے گا کہ کیونکر ان کے نہیں، امور کا تحفظ کیا گیا۔ کچھ تھوڑے معزز نکستہ رس بیشک ان سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے بھائیوں کی عادت کو برا سمجھا۔ لیکن ایسے آدمیوں کو ایسی بات کے لئے جو بایحتاج شہرت ہو تشریح و ثبوت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں جہاں غلطی کی گنجائش نہیں۔ میرٹھ یاد دہلی میں ایسے کار تو سوں پر مسلمان یا ہندوؤں کو خوشی سے پاس رکھنے اور پھرتی سے استعمال کرنے میں اس وقت بالکل اعتراض نہیں ہے جبکہ ان کا مدعا اپنے انگریز افسروں کو ہلاک کرنا ہونہو جیسا کہ پورے طور سے ثابت ہو چکا ہے یا جبکہ ملزم سے جو آپ کے کہنہ میں ہیں۔ ملکر مہینوں اس طاقت سے برسرِ پیکار رہنا جس کی فرمانبری و خیر خواہی ان کے شایانِ ہستی۔ ان کارروائیوں کے درمیان میں بے شمار درخواستیں آپ لوگوں کی نظروں سے گذری ہیں مگر عدالت کو حیرت ہے کہ کسی ایک میں بھی وہ بات نہیں بیان کی گئی ہے جسے سپاہیوں نے ہمیں اپنی ناراضگی کا یقین دلایا ہو۔ ایک سو ہی سے زائد درخواستیں ہر ممکن مضمون پر لکھی ہوئی عدالت کے پیشِ نظر ہیں ایک لپکانے کے برتن سے لیکر خچر کی بازیا فنگی یا گھوڑے کے پیر میں زخمِ آنکھ ہیں اور ہر ایک دستخط شاہی کے لائق خیال کی گئی ہے۔ لیکن اس آدھارے خط و کتابت میں جہاں انہوں نے اپنے خیالات کا عامیانا اظہار اپنے مقرر کردہ بادشاہ کے سامنے صاف کیا ہے اور جہاں اپنے سابق آقا انگریزوں کے متعلق کوئی زبان کا پاس یا جذبات کا خیال ان کے اظہار خیالات کو باز نہ رکھ سکا۔ کتنا سختی

آموز ہے، جبکہ ہمیں ملعون دوزخی اور کفار، کہہ کر یاد کیا گیا ہے۔ وہاں ہم اس گناہ کا پتہ نہیں پاتے اور کوئی پیرنی کا داغ اس غیر وفادارانہ برتاؤ پر لگا ہوا نہیں نظر آتا۔ بے شک سمجھنے انہیں ان کے ذاتی قصور پر پہنچا دیا ہے جسے ان کی بغاوت و مضد پروازی کا ہم اصلی سبب گردانتے ہیں۔ ایسے از کتاب جرائم جنہر انسانیت کا نپ اٹھتی ہے! باہم ملکر برطانوی افسروں کی تحقیقات و تجسس سے انہوں نے اپنے آپ کو تبرجیمہ یا تھانہ اور وفاداری و فرمانبرداری کی غیر مغلوب مزاحمت مجرب کار توس قرار دیتے تھے، صریحاً غلط ہے۔ اس ناراضگی کی کوئی ایک آواز نہیں سنی گئی۔ اگر واقعی ہوتی تو ضرور ہر ایک دماغ میں چکر کھاتے لگتی ضرور انکی خونخواری پر اثر ڈالتی اور عذر خواہی ہوتی ان کے جرائم کی جنہوں نے انہیں رحم سے دور پھینک دیا۔ اس کو ان کی تقریروں سے مقابلہ کیے جو انگریزی کانوں کو سنائی جاتی ہیں! مجرب کار توس جن کا استعمال سپاہی کی زندگی کو برباد سلسل بنا دیتا ہے انہیں ہمیشہ سامنے کر دیا گیا ہے۔ حقیقتاً اگر ہم اس معاملہ پر نظر غائر ڈالیں، اگر ہم یاد دہانی کریں تو ہم کو معلوم ہو جائیگا کہ ان تینوں جنبشوں نے جنہوں نے پہلے بغاوت کی مردوں ہی کو نہیں بلکہ بیگناہ عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کیا۔ وہ کوئی ایک کار توس نہیں تھا اور ہر ایک سپاہی اس سے کما حقہ گاہ تھا مجیب ہم خیال دوڑائیں کہ مجرب کار توس تھے اور ان مضد پروازوں کے ہاتھوں نہیں استعمال بھی کرایا گیا تھا۔ تو کسی مسلمان کو کسی حالت میں بھی آئین مذہبی کی رے کچھ ضرر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پھر ساتھ ہی اس کے خیال کیجئے کہ تمام اہل ہند کیا ہندو کیا مسلمان، کیا انگریز، ہر ایک بخوبی جانتا ہے کہ ہندوستانی سپاہی اگر موافق چاہے تو امن کے وقت بغیر تحقیقات یا کسی قسم کی دشواری کے اسے بھائی ہے۔ کافی وجہ ہیں جن سے تمیز ہو سکتا ہے کہ کیا ان لوگوں نے بغاوت کسی

حقیقی ناراضگی کی بنا پر کی یا فرضی! خیال باطل، تعصب، شرارت، یا کوتاہ بینی کے خواب ہوں یا جو کچھ بھی ہو۔ تاہم جس سے انقلابیوں کو سابقہ پڑتا ہے وہ چرب کار توں ہیں۔ ان کے ترکش میں یہی ایک زہر آلود تیر ہے۔ کتنا سہل علاج تھا جس کے لئے نہ زیادہ عیلت کی ضرورت تھی نہ کسی غلا سفر کو بتانا پڑتا تھا کہ وہ جس طرح ہو سکے موقوفی کی درخواست دیکر چلے جائیں۔

حضرات! اس اندوہناک مسئلہ میں آپ کس نتیجہ پر پہنچے ہیں نہیں بتا سکتا۔ لیکن ہر طرح غور کرنے سے میرے خیال نے یہی پیش کیا ہے اور میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ، چرب کار توں سے بڑھ کر کوئی گہری اور طاقتور بات اس میں پنہاں ہے۔

وہ مشنری جس نے متحرک ہو کر ایک ہی وقت قتل و بنادت کو ہندوستان کے ایک گوشہ سے دوسرے تک مشتعل کر دیا، اگر دورانہشی سے نہیں تو کامیاب ترین مکاری و غداری سے ضرورتاً تیار کی گئی تھی۔ اس مسئلہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں یاد پڑتا ہے کہ جہاں جہاں ہندوستانی فوجیں اپنے انگریز افسروں سے برگشتہ ہوئیں وہاں کہیں بھی چرب کار توں کا بہانہ قرار واقعی نہیں تھا بلکہ کثیر تعداد نے صریحاً یہ سمجھ لیا کہ اب غدر کرنے کا خوشگوار موقع ہے، بنادت کی، چونکہ وہ سینکڑوں کی تعداد میں تھے اور حکام قلیل۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایسے ہونا کہ نتائج جیسے کہ یہ ہیں دفعتاً واقع ہوں۔ اور کیا ایسی فوج مسئلہ کار توں کی نمود کے قبل غور سے ہمتی تھی؟ کیا کوئی تصور کر سکتا ہے وہ گہری اور وسعت غیر عداوت جس کے ہمیں سابق میں بھی کئی ثبوت مل چکے ہیں، فراموش اور اچانک جذبات کے مشتعل ہو جانے کا نتیجہ تھی؟ کیا واتعات کی ذاتی سرپرستی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عداوت ایک اشتعالک سے ظہور پذیر ہوا؟ یا ہندوؤں

کی فطری عادات سے یا خیال کرنے سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بدون تحقیق کئے اور بے سوچے سمجھے۔ ان بیش قرار فوائد کو جو گورنمنٹ سے چھینچے ہوئے ہوں لا پرواہی سے ایک طرف پھینک کر انہیں انسانی خون میں ہاتھ رنگنے لگیں گے؟ یا اس سے سوا کیا یہ خیال کیا جاسکتا تھا کہ میرٹھ کی تینوں جنٹیلز دہلی کی رحبتوں سے مل کر ہندوستان سے گورنمنٹ برطانیہ کا تختہ الٹ دینے کی ایسی اہم اور ہولناک تدبیر کر سکیں؟

حضرات! اگر ہمارے پاس بغاوت کی کوئی شہادت نہیں ہے، سازش سازش کی کوئی سند نہیں ہے، نہ سہی، میں جانتا ہوں کہ ہر ایک تسلیم کرے گا کہ غدر کی حالت نے خود ہمیں بتا دیا ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرورتاً خلقی اور خلقی دنیا میں ضرور کچھ نہ کچھ سبب و وسائل ہوتے ہیں۔ لہذا کیا سال گذشتہ کی ہولناک خونریزی کو جو ابد الابد تک یادگار رہے گی۔ ہم کارٹوس کی زہر آلودگی سے زیادہ تحقیق نہیں کر سکتے مسلمان کارٹوس جس کی آڑ سے دس مئی تک میرٹھ یا دیگر مقامات میں غلط الزام لگایا جاتا رہا ہے۔ اب رفتہ رفتہ آسانی سے روشنی میں آ رہا ہے۔ کیونکہ بغاوت خود مضبوط و پختہ ثبوت جمع کر رہی ہے اور باغیوں کی پچھلی مدافعتانہ کوشش نے جواب دیدیا، ان کا مطلب فوت ہو گیا، اور حقانیت اسکی جانشین ہوئی ہے اگر ہم ان باغیوں کی حرکات و سکنات پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھ لیں گے کہ بالکل ابتدا سے مکاری اور خفیہ سازش ان پر منقش ہے۔ بطور مثال جب اسکے ۵۰ ہمدموں کو ۹ مئی کی صبح ہتھکڑی ڈال کر ان کی موجودگی میں جیل خانہ بھیجا گیا۔ اس وقت کسی کے چہرے پر یہی یا غصہ کے آثار نہیں پائے جاتے تھے۔

ان لوگوں سے جن کے دلوں میں بیشک بغاوت بہت پہلے سے بہری

ہوئی تھی برہمن کی کوئی آواز یا کوئی فعل صادر نہیں ہوا۔ بلکہ مزین سے کسی نے
 ہمدردی کا بھی اظہار نہیں کیا۔ دراصل شکل و شبہات سے میرٹھ کی پیدل جہتیں
 قابل اعتماد تھیں اور میرٹھ کیولر نے بھی ایسے ہی وفادار نظر آئی تھی یہاں تک کہ انکی
 تدابیر سچے ہو گئیں اور علانیہ بغاوت کرنیکا وقت آپہنچا۔ میرٹھ کیولر نے دوبارہ گھنٹہ کی
 قید کے بعد پاس کے میگزین پر جائیکا ناموقع ملا تھا۔ لیکن اسوقت دہلی کی سپاہ
 کو بھی پیش قدمی کر نیچے لے طیار کرنے کا موقع نہیں تھا۔ کیونکہ میرٹھ میں قوتوقعہ سے
 پہلے معاملات نے ترقی کر لی تھی۔ لہذا دہلی سے دوبارہ گھنٹہ کرنی اور گیارہ
 تاسیخ یوم پیر کو ہونیوالے ڈراما کی اطلاع دینی ضروری تھی۔ پکتین شکر کی شہادت
 ظاہر کرتی ہے کہ ایسا ہوا تھا کیونکہ سپاہیوں کی بھری گاڑی انوار کی شام کو
 میرٹھ سے آنے اور سیدھی میرٹھ ۳۰ دہلی پیدل کی لائنوں میں جانے کی کوئی دیر نہ
 وجہ چھنا سخت دشوار ہے۔

پھر ہم اسوقت جو غدر کے لئے تجویز کیا گیا تھا میرٹھ میں ہی سرکاری د
 غدری کا نظارہ دیکھ سکتے ہیں۔ میرٹھ کی چھاؤنی نے سازشیوں کو قابل قدر
 امداد دی۔ کیونکہ دہلیوں کی لائنیں چھاؤنی کے اس حصہ سے جہاں انگریزی فوجیں
 رہتی ہیں اتنے فاصلہ پر ہیں کہ اگر وہاں ہنگامہ و غل بھی برپا ہوا کھلم کھلا بغاوت ہو جائے
 تو بھی سنائی نہیں دے سکتی، یا ایک سے دوسرے کو نہیں معلوم ہو سکتی تاوقتیکہ
 خاص طور پر اطلاع نہ کی گئی ہو۔ شاید افسروں نے سرکاری رپورٹ کا خیال کر کے
 اپنے سپاہیوں کی مضبوط پروازی کو دبا دیا ہو۔ انگریزوں کو کار توں لینے اور
 دوسل کا فاصلہ طے کر کے وہاں تک پہنچنے میں کچھ دیر توقف در لگے گی۔ بہر حال
 ڈیڑھ گھنٹہ کے عرصہ میں ایسا کام کر گزرنایا واقعی حیرت ناک ہے۔ لیکن چونکہ
 ۴ ۱/۲ بجے سے انکی کارروائی شروع ہوئی۔ لہذا بوجہ تاریکی ہو جانے کے انہیں

چندال دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ یہ تھا جو بیشک کیا گیا اور ہوا۔ انگریزوں کے ویسی لائنوں میں پہونچنے پر تاریکی ہو گئی تھی کوئی سپاہی موجود نہ تھا۔ اور کوئی بات نہیں بتا سکتا تھا کہ کہاں چلے گئے۔ سپہم قشیش سے معلوم ہوا کہ غداری کی تجویز کر کے باغیوں نے دہلی کی سیدھی سڑک اختیار نہیں کی۔ دس دس پانچ پانچ کی ٹولیاں بنا کر مختلف راستوں سے گئے اور ایک مقرر کردہ مقام پر باہم مل گئے۔ میرٹھ سے فوجی ترتیب میں روانہ نہ ہونا بیشک ان کی دوراندیشی پر مبنی ہے۔ مگر اگے بھی ہی ترکیب سے جانا بیشک انکی کم فہمی تھی جہاں کوئی انگریز انکا مان نہیں تھا۔ پھر ہم انہیں پوری فوج بنکر مل پر سے گزرے اور قواعد و اسواروں کا ایک دستہ بطور مقدمہ لے کر پیش روانہ کر کے پاتے ہیں۔

اب ہم کلزم کو جو تھما کے کٹھرہ میں ہیں ان سے ساز باز کرتے پاتے ہیں وہ پہلا نصب العین جبلی طرف وہیلے وہ پہلا شخص جس سے انہوں نے التجا کی ہے دہلی کے فرضی بادشاہ ہیں۔ یہ دیکھ کر معمولی عقل والا بھی کہہ سکتا ہے کہ ان میں ضرور پچھلا ربط و ضبط تھا۔ کیا ہوا اگر کلزم کی شرکت بعد میں ہوئی۔

غدار کی ہولناک واقعت بہت دشواری سے اپنے آپ کو ظاہر کرے گا۔ موقع دیتی اگر ان کے خاص ملازمین۔ انکے قلعہ کے چار دیواری کے اندر اور قلعہ کی انکی آنکھوں کے سلسلہ ہر ایک انگریز کے خون میں جسے پائیں ہاتھ رنگے کو نہ دوڑنے جب ہم یاد کرتے ہیں کہ ان میں سے دو دوجوان و نازک بدن عورتیں بھی تھیں جنہوں نے مضدین کو کوئی نقصان نہیں پہونچایا تھا۔ اس میں ہم خوفناک و غیر فطری اثر کی خفیہ سی جہاں کہہ سکتے ہیں جو سلسلہ کی سرشت میں جلی واقع ہوا ہے وگرنہ یہ کیونکر ممکن تھا کہ تعلیم جنس لاء کے لیے باعث فخر ہو جسے خوش حالی و فائز ابالی کی جہانہ زندگی کا دار و مدار ہو۔ اس پورے وسیع و وسع لیش مسئلہ

تمام افعال سے، جو افسانیت سے خارج کرنے کے لئے کافی ظالمانہ ہیں باز نہ کہتی
میں دریافت کرنے کے لئے ٹہر جاتا ہوں کہ کیا عدالت میں ثابت ہو گیا ہے
اور سالہا سال تک ہوتا رہیگا کہ خاندان تیموریہ کے آخری بادشاہ اس بغاوت
میں شریک تھے؛ اب حالات صاف صاف بیان کر دئے جاتے ہیں قیصل
روز روشن میں درجنوں تماشبینوں کے روبرو کئے گئے اور چھپا کر کرنے کی
بھی ذرا سی کوشش نہیں کی گئی۔

اور بیان کیا جا چکا ہے کہ ملزم کے خاص مصاحبین کے ہاتھوں
واقع ہوئے ہیں اور انکے قلعہ کی چار دیواری میں جہاں کہیں کی حکومت کے
بالمقابل ان کی حکومت بالا تر تھی۔ ابھی میں خود نتیجہ نکالنے کی کوشش نہیں کرتا
کہ ضرور یہ قتل ملزم کی اجازت سے ہوئے کیونکہ استدلال خفیف، عدالت اس
معاملہ میں تسلیم نہیں کر سکتی۔ لہذا میں شہادت پیش کرنا پسندت اس کے
انصاف خیال کرتا ہوں۔ یہ حکیم حسن السرخاں ہیں جو بتا رہے ہیں اور کہہ رہے
ہیں کہ "وقت مذکورہ پر وہ اور غلام عباس مختار عدالت، بادشاہ کے پاس
موجود تھے جس وقت ان سے کہا گیا تھا کہ سواروں نے مسٹر فریزر کو قتل کر ڈالا
اور کپتان ڈگلز کو قتل کنیکٹے اوپر چڑھ گئے ہیں۔ اور کہا روں کی فوری واپسی
سے اس کی تصدیق ہو گئی جنہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے
مسٹر فریزر کو قتل ہوتے دیکھا ہے جن کی لاش دروازے کے پاس پڑی ہے۔
اور کپتان ڈگلز کو قتل کرنے کے لئے باغی سوار اوپر چڑھ رہے ہیں۔ بادشاہ
کے غلاموں نے انہیں ہم سے منظم کو چھپانے کی کوشش کی آسانی سے
بچے میں آسکتا ہے۔ حکیم صاحب نے اظہار کے آخری حصہ میں یہ بھی بیان کیا ہے
کہ انہوں نے نہیں سنا کہ بادشاہ کا کوئی ملازم، اس قتل میں شریک ہوا ہو

پھر کہا ہے کہ عام طور پر معلوم نہیں تھا کہ انہیں کس نے قتل کیا! بادشاہ کے طبیب خاص کا یہ بیان ہے جو اس موقع پر وصل کیا جانا مصلحت سمجھا گیا تھا۔ عام طور پر معلوم نہیں تھا کہ کس نے قتل کیا! وقت کے گزرنے میں ہمیں ان افراد کو ڈھونڈنا مشکل لگنے اور ان کے نام تحقیق کرنے میں ذرا وقت پیش نہیں آئی تھا۔ یہ عام طور پر معلوم نہیں تھا کہ خاص بادشاہ کے ملازمین قاتل تھے۔ پھر یہی معاملہ اسی شان اور خصوصیت سے اسی زمانہ میں شہر کے دیسی اخبارات میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد میں ضروری نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں کی شہادت کو جنہوں نے خاطر خواہ اور صاف طور سے ثابت کیا ہے کہ بادشاہ کے ملازمین قاتل تھے۔ بار بار دہراؤں کیونکر ان کی شہادت بالکل سچی ہے تاہم ان میں کا کوئی بیان ضرور پیش کرنا چاہئے۔ لہذا ذیل میں ملاحظہ ہو، مسٹر فریزر اس وقت ہنگامہ فرو کرنے کی کوشش میں نیچے رہ گئے۔ اور جب وہ اپنے کام میں مصروف تھے میں نے دیکھا کہ حاجی لوہار نے انہیں تلوار سے دو ٹکڑے کر دیا۔ اور اسی وقت بادشاہ کے ملازموں نے، انہیں تلواریں ماریں حتیٰ کہ وہ بالکل مر گئے۔ مسٹر فریزر کے قاتلوں میں ایک حبشی بھی تھا۔ اس کے بعد انہوں نے بالا خانے پر حملہ کیا۔ جب میں فوراً دوڑا اور زینہ کا دروازہ بند کر لیا میں ہر طرف کے دروازے بند ہی کر رہا تھا کہ انہوہ جنوبی زینے سے چڑھ گیا اور مسٹر فریزر کے قاتلوں کو اندر داخل ہونے کے لئے دروازہ کھول دیا۔ یہ لوگ فوراً ان کمروں میں گہس گئے جہاں صاحب یعنی کپتان ڈگلز مسٹر ہچنزن، مسٹر جنکس اور دونو جوان لیڈیاں تھیں۔ انہوں نے حملہ کیا اور سب کو قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر میں زینہ سے نیچے بھاگا۔ جونہی میں نیچے پہنچا مجھے محمود بادشاہ کے قاصد نے پکڑ لیا اور پوچھنے لگا کہ بتاؤ کپتان ڈگلز کہاں ہیں۔ تلوگوں نے انہیں چھپا دیا ہے۔ وہ مجھے زبردستی اپنے ہمراہ اوپر لے گیا۔ میں نے کہا تم نے خود تمام

صاحبوں کو قتل کیا ہے۔ کپتان ڈگلز کو میں نے دیکھا کہ وہ نیجاں تھے محمد
نے بھی دیکھا اور ان کی کھوپڑی پر لکڑیاں مار مار کر ہلاک کر ڈالا۔ یہ ثابت کر کے
کران لیڈیوں کے قاتل بادشاہ کے ملازمین تھے۔ ہم پھر حکیم حسن السخاں کی شہادت
کی طرف واپس ہوتے ہیں۔ ملزم کو اطلاع ہونے کے بعد انہوں نے جو چارہ جوئی
کی وہ اپنے قلعے کے دروازے بند کرنا تھی۔ ہم طبعا دریافت کرتے ہیں کہ کیا قاتلوں
کو فرار ہونے سے روکنے کیلئے وہ بند کئے گئے تھے؟ شہادت صاف ثابت کرتی
ہے کہ ایسا نہیں تھا۔ پھر حکیم صاحب کا اظہار کیا گیا۔ جہاں وہ اعتراف کرنے پر
مجبور ہیں کہ بادشاہ نے کوئی تفتیش نہیں کی اور مجرموں کو سزا دینے یا مقتولوں کو
پھانسی میں کوئی کارروائی نہیں کی۔ پھر کیوں نہیں کی۔ اسے اس زمانہ کے ہنگام
وہاں شوب ہونے کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن حقیقتاً اگر بادشاہ کا اپنے ملازمین
پر کچھ بھی اختیار نہ رہا ہو۔ تو بھی مجرموں کو فی الفور زیر عدل لا کر اسے سزا دینا اختیار قائم کرنا
مکن وسائل میں سے ایک تھا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایسا نہیں کیا گیا اور ہم قیاس
سے سمجھ جاتے ہیں کہ ملزم کے ملازمین کے یہ افعال گواہ خود حکم کردہ نہ ہوں تاہم
حقیقت میں ان کی کشتیاں کے موافق تھے۔ پھر آگے چل کر دیکھتے ہیں کہ کوئی ملازم محض
اسوجہ سے کبھی برطرف نہیں کیا گیا۔ نہ کچھ ذرا سی تفتیش و تحقیقات کبھی کی گئی۔ گواہ
سے سوال کیا گیا تھا جس کا جواب یہ ہے کہ بادشاہ نے قاتلوں کی تنخواہ ملازمت
جاری رکھی۔ اور جیسا کہ ہم پڑھ لے رہے ہیں اس روز کے اخبارات نے بادشاہ کے
اظہار کے برخلاف خبر دی ہے۔ کیا اب بھی سوال کرنا باقی رہ گیا ہے کہ آیا انہوں نے
بادشاہ نے ان افعال کو خود جان بوجھ کر کر دیا یا کیا تھا یا نہیں؟ مجھے بتانا
لازمی نہیں ہے کہ اس جرم پر کون سا قانون عائد کیا جاسکتا ہے؟ کیونکہ ایک علی
تعاون ہی ہے جو نہیں کر سکتا یا خطا وار تھا اسکا تہہ ہے وہ قانون نہیں ہے اور

اور کی ہے۔ یہ وہ قانون ہے جو میرا ہر ایک سامع لگا سکتا ہے۔ جو لیگل کوڈ یا لٹری لمیشن کے انضام سے بدبہارہ کر خطرناک فیصلہ اپنے ہمراہ لے ہوئے ہے۔ یہ وہ قانون ہے جو لوکل کانسٹیوٹنوں، یا انسانی کونسلوں، یا مذاہب کا ساختہ پر واضح نہیں۔ یہ وہ قانون ہے جسے دست خالق نے انسان کے قلب میں رکھ دیا ہے اور کیا وہ قانون اس جگہ علیحدہ ڈالا جاسکتا ہے؟

شاید اب وقت ہے کہ ہم اپنے خیال کو میگزین کی طرف پلٹائیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے اور باغیوں کی دیگر کارگزاریوں کا پتہ لگائیں۔ کپتان فارسٹ نے جسے کہا ہے کہ صبح کے ۹ بجے تھے جبکہ میرٹھ کی ہندوستانی فوج، سنگین ترہی پڑے ہوئے فوجی ترتیب میں پل عبور کر رہی تھی اور اگلے آگے رسالہ تھام چھ پیادہ۔

اس کے پوسے ایک گھنٹہ بعد یا کچھ پہلے نمبر ۳۰ ویسی پسیدل کا صوبہ وار جو میگزین کے گارو پر محیط تھا، کپتان فارسٹ کے پاس آیا اور خبر دی کہ بادشاہ وہلی نے میگزین پر قبضہ کرنے کی غرض سے ایک دستہ روانہ کیا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ تمام انگریزوں کو قلعہ میں لایا جائے اور اگر انہوں نے منظور نہ کیا تو کوئی بھی میگزین کے باہر نہ نکلنے پائے۔ کپتان فارسٹ کہتے ہیں کہ انہوں نے کسی دستہ فوج کو تہ نہیں دیکھا، البتہ جو شخص یہ پیام لایا تھا وہ کھڑا تھا۔ اور وہ ایک خوش پوش مسلمان تھا۔ ہمیں خاتمہ نہیں ہو گیا بلکہ شوری ویر کے بعد بادشاہ کا ایک ویسی افسر زبردست گارڈ اسکراپا جو بادشاہ کے ملازم سپاہیوں پر مشتمل تھا اور جو اپنی دریاہ پہنچے ہوئے تھے، مذکورہ بالا افسر صوبہ دار و نان کیسٹنڈ افسران سے کہنے لگا کہ بادشاہ نے مجھے تمہاری مدد کے لئے روانہ کیا ہے تاکہ تمہارے فرائض منصبی پوری طرح سے ادا ہو جائیں۔ ہم پھر دیکھتے ہیں کہ کتنی پھرتی اور چالاک کیسے گرفت میگزین کا یہ اہم ترین مسئلہ حل کیا جاتا ہے۔ اب کیا یقین کر لیا جائے کہ یہ فوری طیاری اور

یہ عجلت ناب حکم۔ حکم شاہی تھا۔ یا ان کی تجویز جنہوں نے کورٹ قائم کیا تھا؛ ان لوگوں کی طرف اس قسم کی کوئی بات منسوب کرنا گویا انہیں صاحب فہم و ذکاوت مان لینا ہو گا۔ حالانکہ محض مافوق الفطرت انسان ہی کا خاصہ ہوتا ہے۔ تمام و کمال ترقی و فحوائے تجویز چلا کر کہہ رہی ہے کہ یہ تجویز پیشتر کی طے شدہ اور کئی افراد کے عرصہ تک غور کرنے سے بنی ہے۔ یہ سمجھنا بہت دشوار ہے کہ کوئی بھی جو قبل از وقت اس راز سے واقف نہ ہو۔ پھر وقت پر قرار واقعی اور مناسب کام اس کی تکمیل کے لئے اختیار کرے! حکم کی ضرورت شدید اور عظمت مقاصد کو یاد رکھئے۔ پھر ساتھ ہی آپ مستحکم وجوہات و دیشمار و دلائل کو پیش نظر رکھئے جو کوٹاہ اندیشوں کے ہاتھوں ایسی ہم کے عجلت سے سر ہونے کے خلاف صف بستہ ہو گئی۔ و حقیقت بادشاہ کو خوشخوار وحشیوں نے اپنے زمرہ میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی۔ کوئی تحریریں یا خوش آئند منافع کا سبب بلکہ جو انہوں نے بادشاہ کو دکھایا ہو وہ اس خطرہ کے مقابلہ میں جس میں انہیں ضروری پڑنا تھا۔ بالکل شبہ و قوت تھا۔ اس نازک معاملہ میں پڑ کر انہوں نے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی زندگی کو معرض خطرہ میں ڈال لیا۔ اور کس لئے! تاج کی امید ہو م جسکا یقین کسی غیر معمولی وجہ یا خفیہ ترین خیال نے پیدا کر دیا ہو ورنہ اصل دھوکہ تھا۔ ایک عصائے شہابی کا تصور تھا جو گرفت میں آکر نکل گیا۔ ان واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا ہم خیال نہ کر لیں کہ اس ناتوان اور کانپتے ہوئے بوڑھے انسان نے موقع پا کر اپنی آرزو پوری کرنی چاہی؟ اور فون کو بوجھت تمام میسگزین کی طرف روانہ کر دیا تاکہ اپنا ارادہ پورا کر سکے۔ یا اگر دانائی و سازش سابقہ بادشاہ یا ان کے لواحقین کی پیشہ ذوائی نہیں تھی تو کیا ہم اس ضعیف، لاعلم و افسردہ آئینہ خرابوں پر محمول کریں جس میں حالات کا انکشاف ہوا اور جو اس سبب بہت سی زائدانہ تحریکیں ہو

سے عوام کے دلنشین نہیں ہو سکتے تھے۔

عدالت ہذا کے رد و ردوم سب نے خواب کا واقعہ سنا ہے۔
 کہ ایک گبولہ مغرب کی طرف سے نمودار ہوا جس کے ساتھ ہی سیلاب
 عظیم تمام زمین کو پامال کرتا ہوا آیا۔ لیکن اس کی لہروں پر قدیم خاندان شاہی
 بدستور قائم تھا۔

یہ خواب حسن عسکری نے بیان کیا تھا جس سے پیرزادہ کا مقصد یہ تھا کہ اگر ریگنار
 کی تباہی و بربادی شاہ ایران کے ہاتھوں ہو نیوالی تھی جو سلطنت ہند مورث الہی
 کو بخش دینے والا تھا۔ کیا یہ اسلئے مشہور کیا گیا تھا کہ ان ایشیائی ہست تہذیبوں
 میں سنسنی پیدا ہو جائے۔ میں جانتا ہوں کہ سوائے مشرقی زمین کے اور کہیں ایسے
 اوہام، ان نظروں سے نہیں دیکھے جاتے۔ لیکن حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ
 فوجی بغاوت میں یہ خیال پیوست تھے اور ہزار ہستیوں کو برائی پر آمادہ کرنے کا
 موجب بنتے ہیں۔ میگنیزین پر فوری حملہ کرنا صرف سپاہیوں کی سازش نہیں کہلا سکتا
 بلکہ بادشاہ کی فوج کا پہلے قبضہ کرنے کی کوشش کرنا۔ اور فوجی قواعد و اصول میں
 مطلق لغزش نہ ہونا عیاں کر دیتا ہے کہ ایسا حکم دینے والی اور ہی طاقت تھی اسوقت
 وہاں کوئی چھپنی نہیں تھی۔ شور و غل نہیں تھا۔ لوٹ مار کی مطلق کوشش نہیں کی گئی
 نان کمیشٹنڈ انفرن متفرق دروازوں پر گارڈ لے متعین تھے جبکہ دوسرا گارڈ
 مزدوروں کے اہتمام میں تھا جو میگنیزین کی اسٹیڈ باہر نکال رہے تھے بے ترتیبی کا
 قواعد و احکام میں اتنے جلد مبدل ہو جانا کیا خود بخود ہو گیا؟

کیا بادشاہ اور ان کے سرکاری افسردہ نے حالات حاضرہ کا پہلے ہی سنے پروگرام نہ دیدیا
 تھا؟ کیونکہ جو مسکتا ہے اُسے صاحبو کیا بادشاہی فوجیں بغیر کسی قسم کا حکم پائے ہوئے
 خود بخود ایسے اہم کار کے لئے طیار ہو گئیں۔ اگر میں بادشاہ کی ذاتی اجازت کا

پتہ لگانے میں کامیاب نہ ہوا ہوں تو مجھے یقین ہے اور شہزادہ جواں بخت کی نیاو
گوئی صاف ظاہر کرتی ہے کہ بروز پیر لاہور میں کو گزرنے والے واقعات کا علم با اثر اہل
قلعہ کو ضرور تھا۔ جواں بخت کو انگریزوں کے زوال پر اس قدر خوشی ہے کہ وہ اپنے
جذبات کو چھپا نہیں سکتا۔ میرا مقصد صاف طور پر وہ باتیں بیان کرنا ہے جنہیں
میں صحیح سمجھتا ہوں۔ یعنی سازش ابتداء ہی سے سپاہیوں تک محدود نہیں تھی۔ بلکہ اسکی
شائیں قلعہ اور شہر میں بھی تھیں۔ کیا وہ قتل جنرل ہنر غور کرے؟ یہ حقیقت کو مستحکم نہیں
کرتے؛ ہمارے پاس مستند شہادت ہے کہ گیارہویں اور بیسویں پیادہ رجمنٹ کے
باغی، میگزین اٹلے جانیکے قتل اس پر حملہ آور ہوئے اور سیڑھیاں لگا کر چڑھنے کی
کوشش کرتے ہیں اور اس وقت گورنمنٹ کے بدخواہوں کی جماعت میں سب سے
پہلی صورت جو ہماری نظروں سے دوچار ہوتی ہیں وہ بادشاہ ہی ہیں اس کے
بعد انہیں مخفی رہنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور وہ چشمہ بغاوت میں
بید ہرک اتر کر سیلاب کی مدد سے آگے بڑھے چلے جاتے ہیں اور حکومت ہند کا
تصور کرتے ہیں جیکہ دفعتاً مدوجہزرائی امیدوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ اور تودہ ریگ
پر لاپتہ ہوتا ہے۔ بین لفٹنٹ ولف بائی کی طرف رجوع کرنے کے لئے ایک سکندر
نہر جاتا ہوں اور ان جیسے بہادر شخص کے لئے جس نے میگزین کی اس لائقہ اور
فضولیات کے مقابل جس کے سپرد تمام میگزین تھا اسے اتنے عرصہ تک قابو میں
رکھا۔ ایک شخص سخت تشویش میں پڑ جاتا ہے کہ کسے بنظر استعجاب دیکھے کیا فورس
اور دانشمندی کو جس نے ایک نظر میں اس کے ارادے کی ضرورت محسوس کی
اور مناسب انتظام کر دیا۔ یا جاننا ناہ استعجال کو جس سے آخری قربانی چڑھا
گئی؟ اس مرد انگلی کو انصاف سے دیکھنا موزن کا وٹھپ فرض ہوگا۔ میں اس پر چلے
چلے صرف سرسری ایک نظر ڈال سکتا تھا کیونکہ دیگر معاملات پر بہت کچھ بحث کرنی پڑی

جن کا موجودہ کارروائیوں سے بہت گہرا تعلق ہے۔ دہلی کا میگزین اڑتے ہی
 بناؤت کے سیلاب عظیم کو روکنے کی ہر ایک امید مٹ گئی۔ اور انگریزی جماعت
 جو کچھ پہلے برسر اختیار تھی اب مخدوش حالت میں گھر گئی اور جان بچا ناہر ایک کا
 فرض ہو گیا۔ دہلی بالکل بد معاشوں پر چھوڑ دی گئی جنہوں نے ۲۴ گھنٹوں کے
 مختصر وقت میں اپنے اوپر جرائم کے ایسے بجاری داغ لگائے جن سے بمشکل زمانہ
 سلف کی سیہ کاریوں کی فہرستیں مساوی ہو سکیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ بادشاہ
 خود اس عظیم ڈراما کے ایکٹر بن کر آ رہے ہیں جس کے تماشین انگلینڈ و یورپ سے
 کہیں زیادہ تعداد میں ہیں۔ وہ ڈراما جس کے مناظر کو تہذیب و تمدن کی مخالفت
 قوتوں نے بڑی توجہ اور دلچسپی سے دیکھا۔ شہادت بتا رہی ہے کہ ۱۱ مئی کی سپر
 کو بادشاہ دیوان خاص میں آکر کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں اور سپاہ و افسران، ہر ایک
 کیے بعد دیگرے آگے آکر سردوں کو ختم کرتا ہے اور ان کا ہاتھ اپنے سر پر رکھونے کی
 درخواست کرتا ہے۔ بادشاہ ایسا ہی کرتے ہیں پھر ہر ایک جو جی میں آیا کہتا ہوا
 وہاں سے رخصت ہوتا ہے۔ گواہ غلام عباس بلزیم کے مختار خبر دیتے ہیں کہ بادشاہ
 کے سپاہیوں کے سردوں پر ہاتھ رکھنے سے یہ مفہوم ہے کہ وہ انکی خدمات و فرائض و دیو
 کو قبول کرتے ہیں۔ گواہ پیر کے بیان کرتے ہیں کہ ”اگرچہ انہیں بادشاہ کے عنان
 حکومت لینے کی باقاعدہ منادی کا تو علم نہیں ہے لیکن شاید بغیر انہیں اطلاع
 ہوئے ایسا ہو گیا ہو، البتہ بادشاہ کا اختیار فخر کے روز ہی سے قائم ہو چکا تھا۔
 اور اسی شب کو اکیس توپوں سے سلامی دی گئی تھی۔

یہ واقعات ہمیں جرم لگانے کے لئے کافی ہیں اور شاید اب ان تواریخ
 کا چندان لحاظ نہ رکھا جائیگا جن میں یہ فراہم ہوتے رہے ہیں۔ محمد بہادر شاہ سابق
 بادشاہ دہلی پر پہلا جرم یہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ ہنر کے منہ بخور ہونے کے باوجود

انہوں نے امرتھی سے یکم اکتوبر ۱۷۵۷ء کے درمیان ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم سپاہیوں کو محمد نجف خاں صوبہ دار رحیمٹ توپخانہ اور ویسی کمیشنڈ افسران کو حکومت کے برخلاف بلوہ و بغاوت کرنے کی ترغیب دی اور بہڑ کا یا جو دہلی میں ہوئی تھی میں شہادت کا دسواں حصہ بھی جو جرم قائم کرنے کے لئے ہے عدالت کے روبرو پیش کر کے اسے وق نہیں کرنا چاہتا مسٹر سائڈز میں قائم مقام کمشنر اور ایجنٹ لٹننٹ گورنر نے واضح کر دیا تھا کہ کن دو بات سے ملزم برٹش گورنمنٹ ہند کے پیشوا ہوئے یعنی ان کے دادا شاہ عالم مرہٹوں کی قید شدید میں تھے اور جب ۱۷۵۳ء میں سلطنت انگلشیہ نے انہیں شکست دی تو شاہ عالم نے برٹش گورنمنٹ کی حفاظت میں آنے کی درخواست کی چنانچہ انہیں حفاظت میں لیلیا گیا۔ اور اس وقت سے فرضی بادشاہان دہلی۔ گورنمنٹ برطانیہ کی رعایا سمجھے جاتے تھے۔ پھر چنانچہ اس خاندان کا تعلق ہے معلوم ہے کہ کسی کو کسی قسم کی شکایت یا تکلیف نہیں ہوتی ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ملزم کے جدا مجد شاہ عالم نے صرف تخت ہی کو ضائع نہیں کر دیا تھا بلکہ انکی دونوں انگلیں بھی نکال لی گئی تھیں اور وہ ہمہ قسم کے مظالم کا شکار بنائے گئے تھے اور قید شدید میں رکھے گئے تھے جبکہ لارڈ ویک نے انہیں آزاد کرایا۔ اور انکی ابتر حالت پر ترس کھا کر ازراہ ہمدردی انکی سے وظیفہ اور مرتبہ عطا کیا جو ان کے جانشینوں تک یکدستور باقی رکھا گیا۔ حتیٰ کہ اس مادہ میں نے اپنے دانت انہیں پر بارے جنکا وہ احسان مند تھا اور جو اس کی زندگی کا موجب ہوئے تھے۔

۱۔ ملزم اور محمد نجف خاں صوبہ دار کے درمیانی تعلقات کی شہادت بجائے خود جرم قائم کرنے کے لئے کافی ہے۔ ملزم کی دستی تحریر ملاحظہ ہو۔

” بنام غلام خاص لارڈ گورنر محمد نجات خاں صوبہ دار۔

مابودلت کی مہربانی ہو جیو۔ جانو تم کہ پنج کی فوج علا پور پر چڑھ چکی ہے۔
اوس کا سامان بار برداری یہیں رہ گیا ہے تمہیں ہدایت کیجاتی ہے کہ دوسو سوار
اور پیادوں کے پانچ یا سات دسے لیکر تمام سامان مذکورہ گاڑیوں میں لدو اور علا پور
پہنچو اور آگے تمہیں ہدایت کیجاتی ہے کہ کفار کو آگے بڑھنے نہ دینا۔ وہ عید گاہ کے
پاس ٹھہرے ہوئے ہیں یا در کہو کہ اگر فوج بدون فتح پائے اور ذخائر جنگ چھیننے
واپس پلٹ آئی تو بڑی رسوائی ہوگی اور انجام الگ خطرناک ہوگا تمہیں اطلاع
دیجاتی ہے اور ان احکام کو تم ضروری جانو۔“

یہ صحیح ہے کہ اس خط میں کوئی تائید نہیں ہے، لیکن مضمون میں شک کی
گنجائش نہیں کہ اسی زمانہ میں لکھا گیا تھا۔ جس کی بنا پر سپلا جرم قائم کیا گیا ہے۔

جو ادھی پر میرے اظہار رے کر نیکا شاید بہترین موقع ہے۔ ملزم نے بھی ان
دیگر اشخاص کا دطیرہ اختیار کیا ہے جو ہمارے روبرو پیش ہو چکے ہیں اور خود کو عذر
گناہ بتراز گناہ کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ غدر سے قبل انہیں
کسی ایسے معاملہ کی خبر نہیں تھی۔ باغی سپاہ نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا
اور پیرے قائم کر لئے اور وہ جان کا خوف کر کے دم بخود رہ گئے اور کمرہ میں چلے گئے
باغی سپاہ نے مردوں عورتوں اور بچوں کو مقید رکھا۔ انہوں نے منت و سماجت
سے مکران کی جان بچائی اور تیسری مرتبہ بھی انہوں نے جان بچانے کی حتی المقدور
کوشش کی مگر مفسد سپاہ نے ان کی بات کا مطلق خیال نہیں کیا۔ اور ان
بیچاروں کو میرے حکم کے خلاف قتل کر ڈالا۔ اب خاص اعتراض یہ ہے کہ یہ بات
صرف مشاہدہ ہی سے ناپا مدار نہیں ٹھہرتی بلکہ تحریری اور زبانی شہادت جو خاص
ان کے ملازمین کی یا غیر دل کی دی ہوئی ہیں بالکل اس کے برعکس ثابت کرتی ہیں

جواب ہی سرتاپا، صرف انکار معاصی کی زردوزی ہے۔ اپنے فعل مختار نہ ہونے کا
انہماک اپنے گناہوں کو دوسروں کے سر تعویض کی کوشش وغیرہ ہے وہ جواب ہی پر ہے
ان کی جواب ہی کے مخالف اپنے ہاتھ کی ہلکی ہوئی دستاویزوں اور تحریروں سے
یا ان کی خاص ہر دستخط سے انکار تو نہیں کر سکتے تھے اور سوائے اسکے چارہ ہی
نہ تھا کہ وہ کہیں کہ ان سے جبراً لکھوائے گئے ہیں اور مہر بھی زبردستی ثبت کر لی گئی ہے
صرف ایک بھنور جس سے وہ خود کو آزاد نہ کر سکے اور وہ بھی خاص اپنی ہی مرضی سے
وہ مقبرہ ہمالیوں کو جانا اور پھر چلے آنا ہے۔ بیشک انہیں بیان کر دینا چاہئے تھا
کہ آخری بات اپنی خوشی سے کی ہے۔ کیونکہ اس کا امکان بہت دشوار ہے کہ وہاں
بھی انہیں روبرو سستی لیجایا گیا ہو، اس وجہ سے کہ اگر سپاہی واقعی انہیں زبردستی لیجائے
تو انکا اپنی مرضی سے واپس آنا بہت مشکل تھا پس ہم ذیل کے دلچسپ الفاظ میں
اس پر رائے زنی کرتے ہیں۔

جب باغی اور بلوچی سپاہ بھاگنے کے لئے طیار ہوئی تو میں موقع پا کر چپ
چاپ قلعہ کے دروازے سے نکلا اور جا کر ہمالیوں کے مقبرہ میں ٹھہر گیا، کوئی خیال
کرے کہ جب انہوں نے بلوچی سپاہ سے خود کو علیحدہ کرنا چاہا تھا تو بہترین تدبیر
یعنی کہ جو وقت وہ لوگ بھاگنے کے لئے طیار ہو رہے تھے یہ دہلی میں ہی ٹھہر گئے
ہوتے نہ یہ کہ چپ چاپ قلعہ کے دروازے سے دوسری جگہ نکل کر جانا۔ بہر حال
میرا مدعا یہ نہیں ہے کہ جواب کے فقرہ فقرہ کولوں اور اس پر تنقیدی نگاہ ڈالوں۔
میں یقین کرتا ہوں کہ اس کے لئے میرا بہترین جواب یہ بتانا ہوگا کہ جو انم
کہتے مدلل اور باتوث ہیں۔ اور اس مقصد کے لئے میں پھر خود کو خطاب کرتا ہوں
اور دوسرے جرم قرار دوا کی طرف بڑھتا ہوں جو پہلے سے مجی زیادہ مستند و سچ
ہے وہ یہ ہے کہ "ارمئی اور یکم کو تو پر شہر کے درمیان انہوں نے اپنے فرزند

مرزا مغل کو جو گورنمنٹ برطانیہ ہند کی رعایا تھا و دیگر باشندگان شمال مغربی صوبجات کو جن کے نام معلوم نہیں ہیں اور سپاہیوں کو جو سب کے سب گورنمنٹ کی رعایا تھے حکومت کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا اور ہشتعال دلایا۔ اس الزام کے ثبوت میں اس قدر دستاویزیں اور شہادات ہیں کہ جن کا شمار کرنا بھی تھکا دلیگا اخبارات نے مرزا مغل کا تقرر بطور کمانڈر انچیف، انکی خلعت پوشی و دیگر معاملات متعلقہ کا چرچہ کیا ہے۔

اس مسئلہ پر زبانی شہادات بھی قوی ہیں اور برآمد شدہ خط و کتابت بھی ظاہر کرتی ہے کہ مرزا مغل اپنے باپ کے فرزند اور شاید وہلی کے بلوائیوں کے نمبر قافلہ کے سالار تھے۔ میں موضوع کی خاطر مولوی محمد ظہور علی پولیس افسر بنج گڑھ کی عرضی کا تھوڑا سا اقتباس دیتا ہوں۔

بخصوص جہاں پناہ بادشاہ!

مؤدبانہ التماس ہے کہ مرسلہ شاہی کے احکام اس قصبہ بنج گڑھ کے جسٹس ٹھاکروں، چودہریوں، پٹواریوں اور قانون گویوں کو سامنے لگے ہیں۔ اور بنجی ذہن نشین کرائے گئے ہیں۔ اور بہترین انتظامات قائم کئے گئے ہیں۔ دیگر یہ کہ جو جب حکم آنحضرت پادشہ و سواروں کی بھرتی جاری کر دی گئی ہے اور انہیں سمجھا دیا گیا ہے کہ اس ضلع کی آمدنی وصول ہونے پر انہیں الادائیں دیا جائیگا۔ تاہم قیام کے کچھ غازی تازہ مرتب کر کے نہ پہنچدے عائن غلام کو اطمینان نہیں ہو سکتا نکلی، کر کوئی، دچاؤ، لکن، وغیرہ مقامات کی نسبت عرض ہے کہ یہاں کے باشندے پر آشوب وقت دیکھ کر مسافروں کو لوٹتے رہتے ہیں میں خیال کرتا ہوں کہ یہ مرزا مغل ان کے فرزند و دیگر مختلف باشندگان وہلی و صوبجات مغربی و شمالی کو بغاوت پر آمادہ کرنے کے ثبوت میں کافی ہے جس درخواست کا میں نے

ذکر کیا ہے۔ اس کی پشت پر بادشاہ کا دستی فرمان مرزا مغل کے نام ہے جس میں مرزا مغل کو فی الفور ایک پیادہ رجمنٹ مع افسران کے بغف گڑھ روانہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ عرضی دہندہ کی تجاویز آسانی سے پوری ہو سکیں اور انگریزوں سے لڑنے کے لئے پیدل سپاہ جمع کرنے میں دشواری نہ پیش آئے۔ لیکن ایک اور دھڑا ہے جو بوجہ دیر سے دستیاب ہونے تحریری دستاویزوں کے سلسلہ میں پیش نہ کیا سکی۔ لہذا اسے یہاں دینا کرنا ضروری ہے یہ امیر علیخان فرزند نواب خراج پورہ کی طرف سے ۱۲ جولائی کی تحریر ہے اور حسب ذیل ہے۔

بھنور بادشاہ جہاں پناہ!

مؤدبانہ عرض ہے کہ غلام حضور کے دربار شاہی میں حاضر ہوا ہے۔ جہاں دارائے درباری کی ہو۔ فدوی نے حضور کی خاطر جان قربان کرنے کے جوش میں آکر اپنا وطن چھوڑا ہے اور افسوس کرتا ہے کہ یہ دن دیکھنے کے لئے زندہ رہا جبکہ مردوں کا گریو نے قصر شاہی تک جس کے آسانی ملائک پاسیاں ہیں اپنی توہمیں لانے کی جرأت کی غلام نے جب سے ہوش سنبھالا ہے فنون سپہ گری میں شیر کی مانند لڑنا سیکھا ہے۔ نہ مثل رو بہا کے جو اپنی جان کا خون کرے۔

پلنگ اپنا شکار پہاڑوں کی چوٹیوں پر مارے ہیں۔

مگر مجھ اپنا شکار دریا کے کنارے گھات سے نکل لیتے ہیں

فدوی عرض پر دوازہ ہے کہ اگر اسکی التجا قبول کر لی گئی اور اس جنگ کی ضروری تدابیر و آئین میں اس پر بھروسہ کیا گیا تو حضور عالی کے اقبال سے صرف تین روز میں ان گورے چمڑے اور سیہ بخت لوگوں کو ایک دم قتل کر دے گا۔ یہ واجب تھا اس لئے عرض کیا۔

درتی اقبال و سلطنت کی دعائیں بدخواہان سلطنت کو درشت و بخت کلامی سے

کو ہوتا ہے۔

” عرضی غلام امیر علیخان ولد نواب سنجایت خان رئیس خراجپورہ “

حکم شاہی پینسل کا بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔

مرزا ظہور الدین - تحقیقات کیجائے اور سائل کو ملازمت دیجائے۔

تیسرا جرم یہ ہے کہ باوجود پیش گورنٹ ہند کی رعایا ہونے کے اپنی فرمانبرداری کا خیال نہ رکھ کر جو ان کا فرض تھا ”امریکی شہداء“ اس کے کچھ بعد سلطنت کے خاتمے ہوئے۔ اپنے آپ کو بادشاہ دہلی مشہور کیا اور شہر دہلی پر خلافت قانون قبضہ کر لیا۔ نیز مرزا غل اپنے فرزند محمد نجات خاں صوبہ وار توپخانہ و دیگر فتنہ پردازوں سے سازش کی اور امریکی تائید کے تحت ”امریکی سلطنت“ ہوئے اور گورنٹ سے رخصت کے لئے دہلی میں فوج جمع کی۔

پہلا جرم قائم کرتے ہوئے بتا دیا گیا ہے کہ ملزم گورنٹ برطانیہ ہند کے پیشوا ہیں اور گورنٹ نے انکی یا کسی لنگاہل خاندان کی جاگیر و حکومت نہیں چھینی ہے بلکہ برخلاف اس کے انہیں ظلم و عسرت سے نکال کر لاکھوں روپیہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ میرے خیال میں ایسی حالت میں ان کا فرض تھا کہ اطاعت شعاری کرتا۔ برعکس اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی محسن گورنٹ کو الٹ دینے کی جدوجہد کر رہے ہیں غدر کے پہلے ہی روز سہ پہر کو دیوان خاص میں بیٹھ کر وہ باغیوں کے جبرے لیتے ہیں اور عام اخوت و سیماہی کو جوڑتے ہیں۔ اس سین کو یہاں ہو ہو دیکھنا شاید مشکل ہے۔ ایک کمزور کا پتہ ہوا، ضعیف العمر انسان اپنے معرّوش ہاتھوں سے خصائے شاہی کو کپڑا چاہتا ہے۔ جو اسکی تاتواں گرفت سے بالاتر ہے وہ سن و نقاہت سے خمیدہ ہنسی ایک شہنشاہ کی سلطنت پر گندے مظالم اور قتل کی رحمت و برکت کے ذریعہ قابض ہونا چاہتی ہو۔ ہر ایک دلسوزی کو جو قلب انسان پر ایک شان سے نازل ہوا کرتی ہے۔ مار کر اس بغض سے ملبوث انسان نے ضرور خود کو ان وحشیدوں کا نصب العین بنالیا۔

جو چاروں طرف سے گھیرے کھڑے تھے!

یہاں کئی گواہ ہیں جو ملزم کی تخت نشینی کا اعلان مختلف ایام میں ہوتا ہوا بتاتے ہیں۔ اور گمان غالب ہے کہ حقیقتاً ایسا ہوا تھا۔ بڑے شہر دہلی کے گلی کوچوں میں صرف ایک یا دو مرتبہ کا اعلان بہت مشکل سے کیا جاسکتا ہے۔ ملزم کے مختار تسلیم کرتے ہیں کہ بادشاہ کی حکومت ارمی کو قائم ہوئی تھی۔ اور گلاب خبر سال سے پوچھا گیا "کیا بادشاہ غدر کے ہوتے ہی فرماؤا مشہور کر گئے تھے؟" تو جواب دیا کہ "جی ہاں غدر جی کے روز تین بجے قریب سہ پہر کے منادی کرائی گئی تھی کہ آج سے بادشاہ کی حکومت قائم ہو گئی" اور چنی لال بساطی دوسرا گواہ بیان کرتا ہے کہ ارمی کو آدھی رات کے وقت قلعہ میں توپوں کے ۲۰ فیروں نے اپنے مکان میں سے آواز سنی تھی اور دوسرے روز دوپر کو منادی کرائی گئی تھی کہ ملک بادشاہ کے قبضہ میں آگیا۔" آخری فقرہ اس جرم پر مشتمل ہے کہ شہر دہلی پر ناجائز قبضہ کیا۔ لیکن اس جرم کے قائم کرنے میں کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ جرم آگے چل کر بیان کرتا ہے کہ ملزم نے۔ ارمی اور یکم اکتوبر شہر کے درمیان مرز مغل اپنے فرزند اور محمد بخت خان صوبہ دار رحبت توپخانہ سے سازش کی اور دیگر نامعلوم نیکو اموں کو اشتعال دلا کر سلطنت سے بھر کا یا اور رٹنے کے لئے آمادہ کیا۔" مرز مغل کا اندر نجیف مقرر کر گئے تھے اور غدر کے چند روز بعد ایک خاص سرکاری جلوس ان کے تقرر کو مشہر کرنے کے لئے نکالا گیا جس گواہ نے بیان کیا ہے کہ ایسا ہوا تھا وہ چنی لال بساطی ہے۔ لیکن وہ صحیح تاریخ نہیں بتا سکتا کہ اس نے یہ کس روز دیکھا تھا۔

مرز مغل کا تمام فوجی معاملات میں پورا اختیار رہا۔ جب تک کہ جرنل بخت خان نہ آگیا۔ جو گورنر جنرل کو مکمانڈر انچیف مقرر ہو گیا تھا۔ اس کی آمد کی تاریخ یکم جولائی ہے اور اس کے بعد ہر دو مکمانڈر انچیفوں کی شکر بنی اور اختیارات کے لئے آپس کی تقیض

قابل ملاحظہ ہے۔ چنانچہ، ۱۷ جولائی کو مرزا مغل اپنے والد کو تحریر کرتا ہے۔ اور اطلاع دیتا ہے کہ اس روز اس نے فوج مرتب کی اور انگریزوں پر حملہ کرنے کی نیت سے شہر سے باہر نکلا تو جنرل بخت خاں درمیان میں حائل ہو گیا اور عرصہ تک تمام فوج کو ہیکار کھڑا رہنے دیا اور یہ معلوم کرنا چاہا کہ فوج کس کے حکم سے باہر آئی ہے۔ اور پھر یہ کہہ کر کہ ”غیر اس کی اجازت کے کہیں نہ جانا“ اسے واپس کر دیا، ”مرزا مغل آگے کہتا ہے ”میرے حکم کے مسترد ہونے سے میرے افسروں کو بہت صدمہ ہوا لہذا آپ مفصل تحریر فرما دیجئے کہ فوج پر پورا اختیار کس کا ہے۔ اس خط پر کوئی حکم تو نہیں ہے جس سے پورا پتہ چل سکے۔ لیکن نتائج سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی متحسن انتظام کر دیا گیا تھا۔ جیسا کہ ہم دوسرے روز ۱۷ جولائی کو مرزا مغل اور جنرل بخت خان کو باہم مشورہ کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ چنانچہ خط ہذا جو مرزا مغل نے اپنے والد کو لکھا تھا پوری وضاحت سے بیان کئے دیتا ہے۔ جو ۱۷ جولائی کا لکھا ہوا ہے۔

کل سے کل اور سچے طور پر انتظام کر دیا گیا ہے جس سے عظیم کورات اور دن برابر نقصان پہنچتا رہتا ہے۔ اگر علا پور کی طرف سے امداد مل گئی تو خدا کے حکم اور حضور کے اقبال سے یقین ہے کہ پوری فتح حاصل ہو جائے گی۔ لہذا میں عرض کرتا ہوں کہ بریلی کے جنرل کو ہدایت کیجائے کہ وہ علا پور کی طرف سے اگر مدد دیں۔ ادا اس طرف سے کفار پر حملہ آور ہوں اور خودی اس طرف سے حملہ کرے گا۔ تاکہ دونوں فوجیں بالاتفاق تمام مروجہ کفار کو جہنم واصل کر دیں۔ مزید برآں امید ہے کہ علا پور کی سمت جانیوالی فوج دشمنوں کی رسد کو بھی منقطع کرے گی۔ واجب جانکہ عرض کیا گیا۔ اس خط پر حکم شاہی تحریر ہے ”مرزا مغل جو مناسب ہو انتظام کیا جاوے پھر مرزا مغل نے بھی تحریر کیا ہے۔ ایک حکم بریلی کے جنرل کے نام جاری کر دیا گیا۔ تین ہستیوں کا باہم ملکر مشورت کرنا سازش کرنا اس سے عیاں ہے تین دستاویزیں

اور ہیں جنہیں یہاں پیش کرنا ضروری ہے اور جو ہنوز عدالت میں پیش نہیں کی گئی ہیں۔ ایک تو جنرل سخت خاں کا ۱۲ جولائی کا اعلان ہے جس کا اقتباس اخبار ”دہلی اردو گزٹ“ سے کیا گیا ہے۔

ان لوگوں کو جو شہر دیہات میں رہتے ہیں مثلاً مالگندار، زمبسنڈار، وغیرہ غور، یا جاگیردار وغیرہ، معلوم ہو جائے کہ اگر آمدنی کی طے سے وہ ہنوز انگریزوں کے طرقدار ہوں، یا ان سے ملکر انہیں خبریں پہنچایا کرتے ہوں، یا رسد دیتے ہوں، انکا ایسا کرنا قابل معافی نہیں ہو سکتا پس اعلان کیا جاتا ہے کہ تمام وہ جو ایسے ہیں پورا یقین رکھیں کہ جب پوری فتح حاصل ہو جائے گی تو بعد تحقیقات انہیں گزشتہ اور تازہ خطابات اور معطل شدہ آمدنی کا کافی معاوضہ جو موجودہ بددہنی کی وجہ سے لاحق ہوا اور خاطر خواہ انعام ملیگا۔ لیکن اگر احکام کے پہنچنے کے بعد بھی کوئی شخص انگریزوں کا طرقدار رہیگا۔ یا خبریں وغیرہ پہنچایا کرے گا تو حکومت اسکو جیسا چاہے گی سزا دیگی چیف پولیس افسر شہر کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اسکی اپشت پران تمام جاگیرداروں و زمینداروں کے دستخط لیکر جو ان کے علاقہ میں ہوں انہیں حضرت کو واپس کر دیں۔

دوسری دستاویز بادشاہ کا حکم چیف پولیس افسر کے نام ہے۔ محررہ مورخہ ۶ ستمبر ۱۸۵۸ء و حسب ذیل ہے۔

تمہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ شہر میں بذریعہ منادی اعلان کرادو کہ یہ مذہبی جنگ ہے اور صرف مذہب ہی کی خاطر کجا رہی ہے۔ پس تمام ہندو مسلمان باشندگان شہر کو اور دیہات کے تمام اہل مواضع اور انکو جو شہر سے باہر تھے مقابلہ کرے ہیں یا کہیں اور انگریزوں کی

ملازمت کر رہے ہوں۔ خواہ وہ مشرقی صوبجات کے ہوں یا سکھ
ہوں، یا کوہ ہمالہ کے نیپالی، ہدایت کی جاتی ہے کہ یہاں انگریزوں کے
ہمراہی ہندوستانیوں اور دیگر ممالک کے سہنے والوں کو علی الاطلاق
کہہ دو کہ خواہ وہ سکھ ہوں یا کوہستانی، ہندوستانی ہوں یا کسی اور ملک
کے ہندو ہوں یا مسلمان، دشمن سے بے ہراس ہو کر ادھر آجائیں۔
جب وہ یہاں آجائیں گے تو عمدہ خوراک ملا کرے گی اور انہیں اپنے
پلے مذہب پر چلنے کی اجازت ہوگی۔ اور جو لوگ اس حمل میں شریک بن گئے
خواہ وہ فوجی ملازم ہوں یا نہ ہوں مال غنیمت میں سے انہیں حصہ ملیگا
اور جو مال انگریزوں کا لوٹیں گے ان سے کوئی نہ چھین سکے گا۔ اور
علیٰ حضرت سے جو انعام ملیگا وہ اس کے علاوہ ہے۔

یہ کاغذ جو میں نے پڑھا ہے دفتر کی نقل ہے۔ اور حال ہی میں چیف پولیس اسٹیشن
سے دستیاب ہوا ہے۔ اسپر افسر مذکورہ کی اور شاہی اسٹنٹ چیف پولیس آفسر
کی ہر سچے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیحد اصلی فرمان کی نقل ہے۔ ایک عدالت کے
سامنے اس سے بڑھ کر مستند شہادت پیش کر سکتا و شواہ ہے۔ اب مجھے خیال
ہوتا ہے کہ تیسرے جرم کو پورے طور سے ثابت کر دیا جائے اور بے شمار بے ضروری
دستاویزوں کا بیان ختم کر دیا جائے۔ نیز یہ فرمان تیسرے جرم کے آخری حصہ پر
عائد ہوتا ہے۔

میں اب اپنا خیال اس جرم قرار داد کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ جو ملزم یہ
بیلزام عائد کرتا ہے۔ کہ ۱۷ مئی ۱۸۵۷ء یا اس کے ماقبل و مابعد شہر اور قلعہ دہلی
میں ۴۹۴ انگریز اور مخلوط انگریز جن میں خصوصاً عورتیں اور بچے بکثرت تھے،
قتل کرایا اور یا قتل میں حصہ لیا۔ جہاں تک ان مظلوم مقتولوں کا قتل کی سببیں کچھ

بیان نہیں کرتا، واقعات خود عدالت پر واضح کر دئے گئے ہیں، اور وہ ایسے نہیں ہیں جو آسانی سے محو کر دئے جائیں۔ اتنی سنگدلی و بیدردی، جو عورتوں و بچوں کو فوج خانہ میں لیجائے اور وہ بھی بھٹ غلط فہمی پر یا مذہبی جوش جنوں میں ایسی بعید از انسانیت بات ہے کہ قلب سلیم اس کے قبول کر لینے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوتا چاہے اس سانحہ پر الم کی حقانیت پر متفق رائیں، قوی دلائل، براہ راست شہادت ہی ہمارے خیالات پر کیوں نہ زور ڈالیں۔ تاہم یہ حقائق اتنی آسانی سے تسلیم نہیں کئے جاسکتے جیسے مذکورہ بالا واقعات جن کے ثابت کرنے کے لئے میں اس جگہ آیا ہوں وہ بد نصیبی یا نہ بلکہ بیدردی و ناک حالات اور زیادہ تشریح کے محتاج نہیں ہیں۔ اب یہ بتانا رہ گیا ہے کہ ملزم کو اس معصومانہ خونریزی سے کتنا گہرا تعلق ہے اور جیسا فرد قرار واد جرم میں بتایا گیا ہے، کیا دراصل انہوں نے ان ۴۹ نفروں کے قتل کرنے یا کرنے میں حصہ لیا ہے؟ میں اس موقع پر اس قانون سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا جو سازش میں شریک شدہ تمام افراد کو ہر ایک فعل شنیع کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے جو ان کے ہم جماعت سازشیوں سے سرزد ہوئے ہوں گو یہ افعال ان افراد کی خوشی سے نہ ہوئے ہوں یا انہیں اس کی مطلق اطلاع نہ ہو میں چاہتا ہوں کہ ان عورتوں اور بچوں کی اموات سے ملزم کی وابستگی کی ہر ایک حقیقت کو جدا جدا بیان کر دوں، میں انکی گرفتاری کی شہادت، ان کے مجبوس کرنے کا مقام، ان کو فناک مظالم جس کا وہ شکار رہے اور ظلم سے بدتر سلوک جو انکے ساتھ کیا گیا، بیان کرتا ہوں۔

ایک لمحے پر غور سے انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ ان کے حق میں کونسا فتویٰ صادر ہوتا ہے۔ پہلا شخص جس کی شہادت پیش کی گئی تھی حکیم حسن الدھال ہیں جب دریافت کیا گیا، کیا وہ جی تھی جو اتنی انگریز عورتیں اور سچے قلعہ میں لاکر قید

کئے گئے! تو جواب دیا "باغیوں نے انہیں شہر اور شہر کے گرد و لولہ سے گرفتار کیا تھا اور انہوں نے اپنے رہنے کی جگہ قلعہ میں قائم کی تھی ان کو بھی اپنے ہمراہ لے آئے۔ آگے اٹھارہ لینے سے وہ بیان کرتے ہیں کہ باغیوں نے ہر ایک قیدی کو اپنے زیر حراست نہیں رکھا تھا بلکہ اندر لاکر ملزم کو اطلاع کی گئی اور انگریزوں کو باور چنچانے میں لجا کر مقتدر کہنے کا حکم ہوا نیز یہ خیال کیا گیا تھا کہ وہ عمارت کشادہ اور وسیع ہے دوبارہ سوال کرنے سے وہ جواب دیتے ہیں کہ بادشاہ نے خود باور چنچانے کو انکے مقتید کرنے کے لئے مقرر کیا تھا محض اس خیال سے کہ وہ عمارت کشادہ اور وسیع ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ ملزم نے محض 'آوی غورتوں' اور بچوں کے جھنڈ کو مثل گدہ محبوبس کرنے ہی کے لئے وہ جگہ تجویز نہیں کی تھی بلکہ یہ بھی دیکھتا تھا کہ ان کے خاص قلعہ میں ہے اور انکی مرضی کے موافق ہے اور صاف ظاہر ہے کہ انہیں اس جگہ کا بھی ذاتی علم تھا کہ وہ کیسی ہے وہ اسے ایک وسیع و کشادہ عمارت کہتے ہیں مگر یہ اصطلاح اسپر عام نہیں ہو سکتی ہے اور جب برعکس مقاصد کے لئے مستعمل کیجائے تو مفہوم بھی عیاں اور ٹھیک ہو جاتا ہے جب حکیم حسن الدخاں نے یہ شہادت دی تو میں اپنے شک کو رفع کرنے کی غرض سے خود اس مکان میں گیا اور پیمائش کی۔ مکان ۴۰ فٹ طویل اور ۱۲ فٹ عریض اور ۱۰ فٹ بلند ہے۔ پرانا اور میل پڑا ہوا ہے اسٹرکاری نام کو بھی نہیں ہو اور سب سے بدتر یہ کہ وہ تاریک ہے، فرش نہیں۔ در کچھ نہیں اور ہوا اور ٹوٹی کا گڑنا ممکن ہے اس میں صرف ایک روزن ہے جو ایک چھوٹا اور بوسیدہ دروازہ ہے لیکن اب میں سنرلڈ ویل کی زبان سے اس بیان کو افا کرتا ہوں "ہم سب ایک کمرہ میں مقید تھے جس میں صرف ایک دروازہ تھا اور کوئی کھڑکی یا درمشتندان نہیں تھا وہ کسی انسان کے رہنے کے لائق نہیں تھا

اور خصوصاً ہمارے اتنے بھوم کے لئے تو بالکل ہی نہیں۔ ہم سب ہوا لینے کے لئے
کھڑکی کے پاس مجتمع ہو گئے تھے اور ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور اس
کھڑکی کو بھی سپاہیوں کی وجہ سے بند رکھنا پڑتا تھا جو بھری بندوقیں یسکر
آتے اور بچوں کو ڈراتے دھمکاتے تھے۔ وہ ہمارے پاس آکر کہتے کہ اگر بادشاہ
تمہاری جان بخشی کر دیں تو کیا تم مسلمان ہو نیکو اور پاکیزہ لڑکیاں بننے کو طیار ہو؟
لیکن بادشاہ کے سلسلے مصاحبین جو اس گار دیں تھے انہیں اس سے باز رکھتے
اور کہتے کہ یہ سب بوٹی بوٹی کر دیے جائیں گے اور چیلوں کوؤں کو کہلائے جائیں گے
ہمیں بالکل خراب کہاں لانا تھا صرف دو مرتبہ بادشاہ نے اچھا کھانا بھیجا تھا۔
یہ بدلہ ہے اس خاندان کا جسے انگریزوں نے لاکھوں روپیہ پیشا! ایک گواہ
نے صاف طور پر بیان کیا ہے، انکی مجلس میں بہت وسیع جگہ ہے جہاں یہ عورتیں
اور بچے رہ سکتے تھے جس کے بعد کہتا ہے اس میں ایسے ترخانہ ہیں جہاں ۵۰۰
آدمی بھی چمپائے جائیں تو پتہ نہ لگے اور بلوائی بھی حرم سر کے لحاظ سے وہاں جا سکتے تھے
اور دوسرے گواہ کا قول ہے کہ قلعہ میں خالی مکانات کی کمی نہیں تھی جہاں
عورتوں اور بچوں کو آرام مل سکتا تھا مگر انگریزی سخاوت سے مستفیض ہونے
والے نے ان کے لئے ایک تنگ و تاریک غار منتخب کیا جہاں ان کے ساتھ
مجرموں سے بھی بدزسلوک کیا گیا۔ چنانچہ وہ سب محدود جگہ ہی میں رہتے تھے اور
ہر شخص جو جی میں آتا انہیں کہتا تھا، قصر شاہانہ اور ولیفہ سلطانی کا انگریزوں کو
یہ بدلہ ملا! احسن الدخاں اور مسز آلڈ ویل کے اظہار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں
ان معاملات کو بادشاہ کی ذات پر منسوب کرتے ہیں اور متفق علیہ ہیں وہ معاملات
جنہر صرف توجہ ہی مبذول نہیں رہتی تھی بلکہ تحریری احکام بھی وقتاً فوقتاً جاری
ہوتے رہتے تھے جیسا کہ عدالت پر خود روشن ہو گیا ہے۔ تمام اہم معاملات

کے ذمہ دار وہی تھے۔ کیا اس میں اب بھی کچھ شک ہے؟ بیشک تمام گواہان کی مستند شہادت اور انکا تحریری جواب خود ہی ثابت کرتا ہے کہ ایسا تھا۔ ہم بادشاہ کو قید خانہ تجویز کرنے کا ذمہ داریوں ٹھراتے ہیں کہ قیدیوں پر ان کے مسلح مصاحبین مامور تھے وہ بادشاہ ہی تھے جو انہیں خراب کھانا پہنچواتے تھے اور دو مرتبہ اچھا کھانا دیتا تھا اور سپاہی پوچھتے تھے کہ اگر بادشاہ جان بخشی کریں تو وہ مسلمان ہونا اور لونڈیاں بنتا قبول کرینگے یہ بھی ثبوت ہے۔ اتنا پرہیز کے بعد ان کے ایسا کرنے پر کون شبہ کر سکتا ہے۔ کیا کوئی ایک پہلی بار واقعہ گزرا ہے جو یہ بتائے کہ مزیم نے کبھی اپنے کوئی عنایت یا مہربانی کی ہو؟ ان سے مہربانی بہت دور تھی جب تک ان لوگوں نے جو قیدیوں پر بیحد انسانیت ظلم کرتے تھے تحقیق نہ کر لیا ایک مسلمان عورت کو بھی قیدیوں کے ساتھ بند رکھا جنھن اس وجہ سے کہ وہ عیسائیوں کو کھانا پانی دیتی تھی۔ کیا سمجھی، عداوت کا اس سے بڑھ کر بھی کوئی درجہ ہے بیشک شمولہ کی دہان ان لوگوں کو ایسے برسے قید خانہ میں تڑپ تڑپ کر جان لینے سے زیادہ پیاری ہوگی۔ اور آزادی بخشنے والی محسوس ہوتی ہوگی۔

کیا میں یہاں توقع نہ کروں اور مستقل سے فیصلہ عدالت کا منتظر رہوں؟ مگر ثبوت موجوں کی روانی کے ساتھ کامل ہوتا جاتا ہے اور میرا مقصد یہی یہی ہے کہ اس کے کسی شعبہ کو بغیر جانچے نہ چھوڑوں۔

گلاب چیرا دیا نامہ بر ہے۔ بیان کیا ہے کہ قتل کے دو روز قبل یہ مشہور ہو گیا تھا کہ انگریز دو ایک دن میں قتل کر دے جائیں گے اور قتل کے مقررہ روزانہ وہ کثیر قلعہ میں جمع ہو رہا تھا۔ ہر ایک گواہ جس نے اس کی نسبت کہا ہے۔ اس سین کے ایکڑوں اور تھامسٹینوں کے صبح کے وقت قلعہ میں جمع ہونے کی بابت کچھ نہ کچھ ضرور بتایا ہے اور چونکہ یہ آٹھ اور نو بجے صبح کے درمیان

واقع ہوا تھا تو کوئی شک نہیں کہ اسکی اطلاع تماشیینوں کو بہت پہلے سے
 کر دی گئی تھی مطلق غائب نہیں ہوتا کہ اس دردناک نظارہ پر فوج مار عالیانے اظہار
 ناراضگی کیا ہو۔ علاوہ ازیں گواہ کہتا ہے کہ بغیر احکام یہ ہونہیں سکتا تھا اور احکام
 دینے والے صرف دو شخص تھے۔ بادشاہ یا مرزا قتل لچھڑا کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا
 ان میں سے کس نے حکم دیا۔ آگے وہ بیان کرتا ہے کہ قتل کا میں مشاہدہ کر رہا تھا جہاں
 انگریز بادشاہ کے مسلح مصاحبین نہیں باؤی گاڑ دیتے ہیں اور باغی سپاہ
 گھرے ہوئے تھے۔ یہ وہ کہتا ہے کہ گو میں نے کسی کو حکم دیتے نہیں دیکھا نہ سنا
 لیکن ایک بیک مذکورہ بالا اوتھی تلواریں کھینچ کر دوڑے اور قیدیوں پر اتنی دیر
 تک پے درپے مار کرتے رہے کہ وہ سب بالکل قتل ہو گئے۔

دوسرے گواہ چنی لال اخبار نویس سے جب پوچھا گیا کہ انگریزوں کو کس کے
 حکم سے قتل کیا گیا تھا؟ تو صاف صاف جواب دیتا ہے "بادشاہ کے حکم سے ہوا
 تھا اور کون ایسا حکم دیتا ہے؟" وہ اور دیکر گواہ اس پر متفق ہیں کہ مرزا منسل
 بادشاہ کے فرزند اپنے مکان کی چھت سے عمن کا نظارہ کرتے تھے۔ مرزا قتل کا
 اس وقت میں ہونا گویا بادشاہ کا ہونا تھا۔ پس کیا یہ قابل اعتبار ہے کہ بادشاہ کے
 مسلح مصاحبین یعنی انکے خاص باؤلی گاڑنے ایسے خونخوار مظالم کو ان کی مرضی کے
 خلاف کیا ہو گا۔ اس معاملہ پر اگرچہ شک ہی ہوتا ہے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ
 مظلوم کی تحریروں کو جنہیں خود انہوں نے تسلیم کر لیا ہے، دیکھ کر بخ ہو جائے گا جس
 میں انگریزوں کے خون کی پیاس بجا طور پر جھلک رہی ہے۔ مرزا قتل کی موجودگی
 کے علاوہ دیگر ثبوت بھی ہیں کہ مظلوم عورتیں اور بچے خاص بادشاہ کے حکم سے
 قتل کئے گئے ہیں۔ بادشاہ کے اسپیشل سیکرٹری مکند لال کی شہادت پیش کرتا
 ہوں؟

سوال۔ کس کے حکم سے پریڈیاں اور نیچے جو قلعہ میں مقید تھے قتل کئے گئے؟
 جواب۔ "یہ لوگ تین روز تک جج ہونے رہے پوتے روڈ پیدل و سوار
 سپاہی مرزا نعل کے ہمراہ بادشاہ کے کمرہ خاص کے دروازے پر آئے اور ان کے
 قتل کرنے کی اجازت کے بادشاہ سے طلبگار ہوئے۔ بادشاہ اس وقت اپنے کمرہ
 خاص میں تھے۔ مرزا نعل اور سبست علی خاں اندر چلے گئے جبکہ سپاہ باہر کھڑی رہی۔
 ۴۔ منٹ کے بعد وہ باہر آئے اور سبست علی خاں نے با آواز بلند کہا کہ بادشاہ نے
 قیدیوں کے قتل کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ پس بادشاہ کے مسلح مصاحبین نے
 جن کے زیر حاضرت یہ قیدی تھے انہیں باہر نکالا۔ اور چند باغی سپاہیوں کے ساتھ
 انہیں قتل کر ڈالا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا نعل اسی وقت اس کمرہ ترین
 غنی کام کے لئے مسلح ہو کر آئے تھے۔ مذکورہ بالا کے سوا کچھ اور کہنا شاید بلا ضرورت
 لیکن مردم کی ڈائری کا اقتباس ایسا قابل وثوق ہے کہ میں اس کے پیش کرنے پر
 مجبور ہوں حکیم حسن الدعا کی شہادت اس کے بارے میں ہے۔

سوال اس کاغذ کے ورق کو دیکھو اور پہچانو کہ یہ کس کا خط ہے

جواب۔ جی ہاں یہ اس شخص کا خط ہے جو ڈائری لکھا کرتا تھا اور یہ اس کا ایک نسخہ
 کورٹ ڈائری مورخہ ۱۸۵۵ء کے ایک اقتباس کا ترجمہ

”بادشاہ دیوان خاص میں دربار منعقد فرمایا وہ انگریز قیدی تھے اور فرج نے
 مطالبہ کیا کہ وہ اسے دیدئے جائیں بادشاہ نے یہ کہہ کر حوالہ کر لئے کہ ”فرج جو چاہے
 کر سکتی ہے“ اور انہیں نہ تیغ کر دیا گیا۔ حاضرین کثیر تعداد میں تھے اور روساء و
 اہل افسران و اخبار نویسوں نے حاضر و بار ہو کر مجھے عرض کئے۔“

یہاں اسب ہمارے پاس دہائی شہادت کے علاوہ تحریری شہادت بھی ہے
 اور کچھ ملامت کے تحریری اقبال جو مجھے بھی بڑھ کر کوئی ثبوت ہو سکتا ہے۔

میرا مطلب اس جواب دہی سے نہیں ہے جو محض عدالت کی خاطر بنائی گئی ہو جو سرا سر جھوٹ ہے۔ اور جس میں ان حقائق صحیحہ کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو ان کے برخلاف ہیں بلکہ میں ان کے طول طویل خطی طرف اشارہ کرتا ہوں جو اپنے فز و مذموم ذمہ کو لکھا تھا اور جس میں اپنے مسیحی قیدیوں کو قتل کرنے کا اجر غیر دکھلایا گیا ہے اس کے بعد اس مضمون پر زیادہ بحث کرنی فضول ہے اب مجھے جرم قرار داد کا پچھلا حصہ غیر شرح رہ گیا ہے اس کے قائم کرنے کے لئے ہمارے پاس ان مراسلات کی نقول موجود ہیں جو راجہ جانا والی کچھ بھونج بھونج سگڑ میں میلیر اور راجہ گلاب سنگھ والی جہوں کے نام جاری کئے گئے تھے اور ان کا مندرجہ ذیل اہتمام کافی ہوگا۔

نام راجہ جانا والی کچھ۔ خبر ملی ہے کہ تم خیر خواہ مابہ دولت نے کھاراکہ باطل جو تیغ کر دیا ہے اور اپنی زمین کو انکی نجس موجودگی سے پاک نہ کر لیا ہے۔ ہم تمہاری اس کارروائی سے بہت خوش ہوئے اور اس لقب سے تمہیں اعزاز بخشے ہیں۔ تم اپنے ملک میں ایسا انتظام کرو کہ مخلوق خدا کو کسی طرح کی تکلیف و اذیت نہ پہنچے علاوہ یہ کہ جو کفار تمہاری سرحد میں براہ سمندر پہنچیں قتل کر دینے چاہئیں۔ ایسا کرنے سے تم بھل جہاری مضا و خوشی کے باعث ہو گے۔

نام بھونج بھونج سگڑ میں میلیر۔

ہمیں پورا یقین ہے کہ ملعون کفار انگریزوں کا تمہاری سرحد میں نام و نشان بھی باقی نہ رہا ہو گا۔ اور اگر اتفاقاً کچھ فرار ہو گئے ہوں یا روپوش ہو گئے ہوں تو پہلے انہیں قتل کر ڈالو پھر اپنے ملک کا پورا بندوبست کر کے معاف فرماؤ۔ فیج حاضر دربار ہو۔ الطاف و عنایات تمہرے بدل کی جائیں گی

اور تم عزت و سرفرازی میں لپیٹے ہم مرتد لوگوں سے کہیں زیادہ
بیٹھ جاؤ گے۔

نام راجہ گلاب سنگھ۔

تمام ملازمین انگریزوں کے قتل کی مفصل کیفیت جو تمہارے علاقہ میں
تھے مجھے تمہارے خط سے معلوم ہوئی۔ تم قابلِ صدا فرین ہو تھے اس
بہاؤ میں وہ کام کیا ہے جو ہر ایک بہادر کو کرنا چاہئے۔ زندہ رہو
اور خوش حال۔ پھر لکھا ہے کہ دربار شاہی میں آؤ اور راہ میں جہاں
انگریزوں کو پاؤ قتل کروالو۔ تمہاری تمام خواہشات اور آرزوئیں پوری
کی جائیں گی اور راجہ کے خطاب سے سرفراز کئے جاؤ گے۔

غیر ہم بیٹھا عدہ رجسٹ کے دفعدار کی ایک درخواست ہے جس میں وہ
ٹینگ مارتا ہے کہ تمام مظفرنگر کے انگریز افسروں کو قتل کر ڈالا ہے جس کے صلہ
میں ملازمت کا فرمان خود ملازم کا تحریر کردہ ہے۔

قرار داد عہد پر میں اپنی رائے یہاں ختم کرتا ہوں۔ اور حضرات آپ کے
فیصلہ پہنچو رہتا ہوں کہ آیا ملازم جو آپ کے کٹھن میں ہیں گوشہ نشینی اور کیج
غرلت میں جا کر بھی اپنی معقول شدہ عظمت کے دعوے دار ہونگے یا تواضع کے
مجرمان اعظم میں سے ایک سمجھے جائیں گے؟ آپ کو بتانا ہو گا کہ کیا شاہی خاندان
تمو رہ کا یہ آخری بادشاہ جو اپنی ضعیف العمری اور تقاضائے سن سے خمیدہ
ہو گیا ہے نہیں بلکہ خاندانی تکالیف نے اس کی یہ حالت بنائی ہے آج اپنے
آبائی محل سے جدا کر دیا جائیگا! یا نہیں کمرہ دیوان خاصہ یہ علی حضرت انصاف
کی درگاہ آج کے روز ایک ایسے فیصلہ سزاوار ہو گی جو فزون آخر ہمیں یادگار
رہیگا کہ باوینا دعوت کر نیے کیے مجرم کی طرح آبرورسختہ کر دئے جاتے ہیں۔

اور کس طرح ایک شاہی خاندان کے تعیش شہائے مدید ایک دن میں ہمیشہ کے لئے نیست کر دیئے جاتے ہیں۔

مذہم کی ذات پر جو جرائم قائم کئے گئے ہیں اور ثبات کے گئے ہیں ان کا بیان اب ختم ہو گیا۔ میں بادشوق کہتا ہوں کہ اگر بلوہ گذشتہ اور سازش سابقہ کے وجود میں آنے کے اسباب بیان کروں تو بیجا نہ ہو گا۔ ایڈریس ہڈ کے پچھلے حصہ میں کہہ آیا ہوں کہ اگر مسئلہ کار توس کے قبل دہریہ جنٹیں آمادہ پیکار ہوتیں تو ایسی ہولناک و عالمگیر بغاوت نہ پھیلنے پانی ضرور وہاں کوئی دوسری زبردست مخفی طاقت سربراہ کا رہتی جس سے کلکتہ سے لیکر پٹنہ اور تک مختلف چھاونیوں میں پھیلی ہوئی تمام فوج متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ طریقہ کی نو شہید و کارروائی اور کسی پیشتر کی طیارہ کے بغیر نہیں ہوا جسے اصطلاح میں سازش کہا جاسکتا ہے۔ میں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اتنے بہاری ہنگامہ قتل کو کار توس کی طرف ہرگز منسوب نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر مسئلہ کار توس کو جو فساد کی تمنائے ویرینہ کو برائے کافوری و زہیہ یا آلہ ہاتھ آیا تھا ان کارروائیوں میں یا اور کہیں شناخت کرنے میں قاصر رہا تو میں اندھ سے بدتر ہوں گا۔ یہ وہ چنگاری تھی جو اتفاقاً نہیں بلکہ قصداً پہلے کی تیار کردہ سرنگ کو اڑا دینے کے لئے منتخب کی گئی تھی۔ پھر سازش کے وجود کی نسبت میں کہنا نہیں چاہتا کہ مجھے کسی خاص سازشی جماعت کا پتہ لگا یا ہے جس نے اسی طریقہ سے جیسا کہ مجھے مشاہدہ کیا ہے ویسی پیدل میں بغاوت پھیلانی ہو۔ لیکن ایسی شہادت جہے ہم ہم پر پونچا سکے ظاہر کرتی ہے کہ دس نئی سے کتنے ہی عرصہ قبل حکومت برطانیہ سے نفرت و ناراضگی مسلمانوں میں بڑھتی چلی ہوئی تھی جنہوں نے ہر ایک حسب مطلب موقع سے فائدہ اٹھایا اور ان میں سے شاید ایک موقع حکومت برطانیہ میں الحاقِ اودھ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی آخری سلطنت کے جو ہندوستان میں

یکہ دہنہارہ گئی تھی ہاتھ سے بچلے سے زیادہ قلع ہوا۔ اور چند وجوہات سے شاید ہندو سپاہی کو بھی برا معلوم ہوا کیونکہ بجائے دیسی قلعہ داروں کی ماتحتی کے اب اسے انگریز کے زیرِ تخت آنا تھا۔ ایک گواہ جات لے سے ہندو سپاہی اور ہندو سوداگر کے گورنمنٹ برطانیہ کے لئے مختلف فیہ جذبات کا خوب توازن کیا ہے۔

کیا ہندو اور مسلمانوں میں اس لحاظ سے کچھ فرق تھا؟ دریافت کرے پر وہ جواب دیتا جی ہاں ضرور تمام مسلمان گورنمنٹ برطانیہ کا تختہ الٹ دینے کے وسیع تھے جبکہ ہندوؤں میں معزز سوداگر و تجارتا سلف کرتے تھے وہ پیر کے لکھتا ہے کہ فوج میں ہندو اور مسلمانوں کے جذبات علیٰ لہجہ یکساں تھے اور وہ دونوں برابر خلافت تھے ہمارے ذاتی تجربات بھی اس بات کے مؤید ہیں دیسی فوج کا کثیر حصہ ہندو تھا اور ہم نے نہیں دیکھا کہ ظلم و تعدی میں کوئی کسر نہوں نے اٹھا رکھی ہو۔ اور جہاں تک فوج کا تعلق تھا۔

ہندو اور مسلمان ہر دو جرم کبار کرنے میں ایک دوسرے سے قائل ہونے کی کوشش کرتے تھے لیکن فوج سے علیحدہ بغاوت شاید کئی گزشتہ اسلامی سازشوں پر مبنی ہے اور اغلباً اگر اسلامی نقش پائی جستجو کی جائے تو معلوم ہو سکتا ہے جنہوں نے گھرے ہوئے اور جھوٹے افسانوں کو بیج کا تھوڑا سا حصہ ملا کر قوی لٹ

بنادیا جن سے وہ افواج جن کی وفاداری پر کبھی ناز تھا متاثر ہو گئیں ایسے موقع کے لئے سوزوں نہیں ہے کہ گزشتہ سالوں کی طرف پلٹیں اور قدم بقدم ان سب کی جستجو کرے چلیں جنہوں نے باہم ملکر اس اعتبار کو فنا کر دیا جو موجودہ خاندانوں پر کیا گیا تھا۔ اور بیشک ان میں کے بعض وسائل گورنمنٹ کے دست قدرت میں تھے کافی ہو گا اگر میں یہاں صرف گزشتہ مواقع کا تاریخوار نہیں بلکہ دینی ذکر کروں۔ کہ جن میں دیسی جھٹوں نے خود کو بہت کم قابل اعتبار ثابت کیا ہے۔ ان مواقع سے یہ بھی ثابت کر دیا گیا ہے کہ ایک بات پر سب کا اتفاق اور جذبات کی یکسانی

ان میں ہوتی ہے اس وقت سے جو بہت ہی حاصل ہوئے وہ کبھی بھولے نہیں جاسکتے
میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہیں ایام سے ہندوستانی فوج ایک بڑی جھگڑا لو
جماعت بگھی ہے یہ بات نہیں ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ بہت زیادہ سپاہی
اپنے طرز کے عمدہ اور احسن معنوں میں گورنمنٹ کے وفادار رہے اپنے طرز کے اس
وجہ سے کہلے کہ میں نے تحقیق کیا ہے کہ ان میں اس قدر فی استقلال اور راست
بازی کا چھوٹا سا شاہی بھی نہیں ہوتا جو ہونا چاہیے۔ ان کی وفا شعار می جہانک قائم
رہتی ہے فطرتاً نہیں ہوتی بلکہ عادتاً ہوتی ہے وہ ایسی غلط بیانیوں کے شائق ہیں
جن میں کوئی غلطی نہ ہو۔ ایسی جماعت میں ضرور کوئی نہ کوئی فطرتی ہی ہوتے
ہیں۔ ایشیائی طرز معاشرت کی جو کوئی بھی تہوڑی واقفیت رکھتا ہو گا فی الفور اسے
تسلیم کر لے گا اور خصوصاً ہندوؤں کی نسبت کہ ان میں کے بہت تھوڑے بڑائی کی
طرف راغب ہوتے ہیں جبکہ زیادہ حصہ بھلائی کی طرف رجوع ہوتا ہے تین
یا چار ریلروں کو سر بازار جرم کرنے کے لئے لگے بڑھنے دیجئے یا انہیں باغیانہ
معنی سازشوں میں شریک ہونے دیجئے پھر باقی ماندہ لوگ اگر فی الفور خائف
نہ ہو گئے تو کبھی ان کی روک تھام یا مزاحمت کو اپنا فرض خیال کرینگے گودہ خود ایک
حد تک محترموں لیکن فعل متعدی کی ممانعت یا قتل و بغاوت کا انداد، ان کے
سیاسی یا مذہبی عقیدے کے کسی حصہ میں نظر نہیں آتا۔ خطرناک ترین جرائم اسی
طرح ترقی پذیر ہوتے ہیں اور چند روز میں ناکرہ گناہوں کو بھی ہمارے میکرو عدالت کی تہ
میں گر پڑتے ہیں اور اس طرح چند افراد کے جرائم بہتیروں کی بربادی کا باعث ہوتے
ہیں۔ مگر ششہ بلکہ کو ترقی دینے میں یہی اثر کام کو رہے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے
چند ہی لوگ ناکرہ کرینگے اور میں جانتا ہوں کہ کوئی خط و کتابت عدالت میں پیش نہیں
کی گئی اور نہ براہ راست شہادت فی الواقع ہم سپاہیوں سے یہ یاد دہانے

سکے تاہم یہ بالکل صحیح ہے اور معتبر ذریعہ سے خبر ملی ہے کہ مذر سے ایک یا دو ماہ پیشتر ہندوستانی سپاہیوں میں جو خطوط لکے جاتے تھے یہ نسبت عام حالت کے بہت زیادہ تعداد میں تھے۔ یہ حال ان حقائق سے ملکہ جو ہماری پیش نظر چکے ہیں ہمیں سیدھا اس نتیجہ پر پہنچا دیتا ہے کہ کوئی در بدست تحریک ضرور کام کر رہی تھی جس کا نتیجہ نافرمانی اور ناراضگی ہوا۔

”نتیجہ بالائیں جو کچھ گزرا ہے اسے بدکردار باغیوں کی تحریک کی طرف منسوب کیا ہے اب اگر قدر تا دور یافت کیا جائے کہ کیوں یہ نتیجہ ناراضگی پر نسبت کسی اور موقع کے اس وقت ظاہر ہوا اس کے چند وجوہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں مثلاً الحاق اووہ وغیرہ۔ دوسری وجہ یہ کہ پیشوایان مذہب کی مکالمہ بنائی ہوئی چہار دیواری بھی ہے جو سب سے ترقی یافتہ کوہیروان مذہب میں محفوظ رکھتی ہے اور اس طرح مذہب کی آڑ سے انقلاب پیدا کیا جاتا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ انقلابی جماعت نے گورنمنٹ کی چند تازہ لغزشوں سے فائدہ اٹھایا ہے اور خشکی و شورش کو مذہبی تعصب پر پھیلا دیا ہے میرا منشا ہندو بیوگان میں ازدواج ثانی کی تحریک، ہم قوم کے کاروبار کے لئے بھرتی کرنا اور سسٹم کارٹوس وغیرہ سے ہے۔ میرا مقصد ان آدمیوں کی منت کرنے سے نہیں جن کے ضمیر میں صرف نفرت و کراہیت تھی وہ غرور پر نازاں تھے اور جمالت میں سرشار۔ وہ ایک گروہ بن گئے تھے اور فوجی اطاعت و فرمانبرداری میں حد سے زیادہ مغرور تھے۔ اتحاد طرفین میں وہ بڑے مشتاق تھے۔ وہ گورنمنٹ کو اپنی فرضی کالیف کا خاکہ دکھا کر درتدا میر بھی بڑی دیری سے بتا رہے تھے بلکہ میر لاہور کی وائس روائے کے سر اوسینہ کے قبل بھی بغاوت کے آثار نمایاں تھے جو اس بغاوت سے کہیں بڑھ کر تھے اس وقت بیشک مذہب بغاوت کی ہوا ہندوستانی فوجوں میں سرایت کر چکی تھی۔ کئی موقعوں پر سپاہیوں کو اس

خیال میں غرق پایا گیا ہے اگر فوجی حکم کی نافرمانی ایک فرشی سلام و عاجزانہ روشن
کے ہمراہ ہو تو بہت وقت سے جرم ہو سکتی ہے اتحاد میں مشاق ہونے اور جماعت
کی طاقت سے بخوبی آگاہی رکھنے کی وجہ سے انہوں نے اپنی شکایتوں کو فرداً فرداً
نہیں بلکہ بالاتفاق گورنمنٹ کے سامنے لاکر کھڑا کرنے میں بہت کم مواقع ہاتھ سے
جانے دیے ہیں۔ ایسے موقعوں پر ہندو مسلمانوں میں کچھ فرق نہیں رہتا تھا۔ مغویانہ۔
کارروائی کے لئے وہ بہت جلد متحد ہو جاتے تھے۔

اور فی الواقع اگر ہم تو اسے جس چھان بین کریں تو میں یقین کرتا ہوں کہ ایشیائی
قوموں کی باقاعدہ حالت کا صحیح اندازہ لگا سکیں گے۔ غالباً یہ مذہبی قواعد کے زیر نظام
کہنے کا ضروری نتیجہ ہے کہ بڑی بڑی زبردست جماعتیں متحدہ خیال ہوتی ہیں۔ وفا
ہوتی ہیں جو تعلیم و تربیت سے کسی طرح ممکن نہیں۔ فوجی تعلیم، دن ان مضامین کے
ایک خوفناک ہتھیار ہے۔ جو آخر کار اسی پر واز کرنے کوڑتا ہے جس سے اسے تیز کیا ہو
ثبوت اس کا یہ ہے کہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایشیا کی غیر مسلح و غیر تربیت یافتہ مخلوق کی
بغاوت و مضمرہ پردازی بہت شاذ و نادر ہے۔ حالانکہ شاہان ہند کے زمانے میں
ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنانا بغاوت پیدا کرنے کے لئے بہت کافی تھا۔ ایسے
وقت میں صرف تربیت یافتہ سپاہی کا تلہ سلطنت پر ہوتا ہے زمانہ سلف میں
مذہبی شان ایک حد تک، مختلف مذاہب کے افراد کو کسی سیاسی یا دیگر معاملہ
کے لئے متحدہ خیال ہونے میں شاید مزاحم ہوئی ہو مگر میں یاد رکھنا چاہتا ہوں کہ اسی
مذہبی شان نے جمہوریت کی خواہش مند کثیر سوسائٹیوں کی پیدائش کو لازمی قرار
دیا ہے جنہوں نے ہند کو فی الفور متحد خیال ہو جانے میں مشاق بنادیا اور یوں انہیں غلبہ
اغراض کیلئے ترقی ہو جانے کی بنیادی سبق پڑھا ہے جن میں انہیں کثیر جماعتوں کے متحد خیال ہو جانے کی
مادہ پیدا کیا۔ ان اسباب کی وجہ سے انہیں صرف موقع چاہئے تھا اور کس نہیں دیکھ کر کسی قسم کے ایک متحدہ

پیش کر دیا اور واقعات دوسرے اظہار کر دیا پھر بہن اور مسلمان ایسے متحد ہو گئے کہ گواہوں اور ایک ہی ملک میں
فتح میں ہم پیشہ ہوئی وجہ سے ان میں برادرانہ لگائے رہتی تھی۔ ایک ہی پوشاک ایک
ہی انعام، ایک ہی طرح سے چلتے اور ایک ہی طرح کے مقاصد پر حاوی ہوتے تھے
اور وہ اکثر ایک دوسرے کے جدا گانہ تہواروں میں شرکت کرتے اور گورنمنٹ کی جہیز کی
سے نشوونما پایا ہوا اتحاد آخر کار اسی کے تروبالا کرنے کا ذریعہ بنا۔

میں ان تمام حجت کے لئے ان تمام تاثرات کو جو تازہ حادثہ میں معاون ہوئے
ہیں یہ تشریح بیان کرنا نہیں چاہتا۔ اس مقام پر ایسی بحث شاید پسندیدہ نہ ہوگی غرضیکہ
مجھے یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف مجرب کار توں ہی اس حادثہ کا موجب نہ تھے نہ ہو سکتے
ہیں۔ سپاہیوں میں پہلے سے طیاری ہو رہی تھی اور لوگوں کو خصوصاً مسلمانوں کو
ملک میں پہلے سے بدظن کیا جا رہا تھا بیشک مجھے صحیح تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس حادثہ کو
اسلامی سازش کے ضمن میں رکھنا چاہئے جس کا خاص مدعا حکومت برطانیہ سے نفرت
و بگمانی پھیلا نا اور غلط خبریں لغو اور بے بنیاد قصبہ پھیلا کر لوگوں کو انقلاب کے لئے
آمادہ کرنا تھا۔ جہاں تک پتہ لگایا جاسکتا ہے اس سازش کی ابتدا ملزم یا ان کے
دیگر ہمدرد شاہن عسکری وغیرہ سے ہوئی۔ چاہے جو ہو مگر اس میں شک نہیں کہ شیدی
قنبر قسطنطنیہ و ایران کے بادشاہوں کے پاس سفارت ریکر گیا تھا۔ ان حکومتوں سے
استدعا کی گئی تھی کہ ایک اسلامی سلطنت کی مدد کو۔ یہ قابل غور ہے کہ متعدد دو واقعات
بایک دگر جمع ہو گئے ہیں۔ معتبر شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیدی قبر کی روانگی امری شہزادہ
سے بالکل دو سال قبل ہوئی تھی اور اس کی دلچسپی کا وعدہ بھی عین ایام غم میں تھا۔ یہ
تحقیق ہو چکا ہے۔ پھر اس کا توازن اس پیشین گوئی سے کرتا ہوں جو مسلمانوں میں تھی
کہ جنگ پلاسی ۱۸۵۷ء سے لیکر ۱۰ سال تک انگریزوں کی حکومت ہندوستان
پر ہے گی۔ اب ہم بخوبی ان مصلح کو سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے مسلمانانہ تعصب کو

گزشتہ شان و شوکت کے پھر واپس آینکا یقین دلایا تھا۔ میں پرزادہ حسن عسکری کا خواب بیان کر چکا ہوں جس کی غرض مصنوعی خواب سے بادشاہ اور ان کے ہالیانہ کے حسب منشا خیالات کا اظہار اور اپنے تصرف کرنا تھی۔ ہمیں تو یہ حالات لایعنی معلوم ہونگے مگر بیشک یہ اُن باطل پرست دلوں پر منقش ہو گئے تھے جن کے سامنے پیش کئے گئے تھے جس شخص کے لئے کہا جاتا تھا کہ وہ صاحب کرامت ہے گو وہ دروغگو ہی کیوں نہ ہوتا مگر اس کی ہر ایک بات قابل یقین تھی اور پرزادہ کا خواب انکی امیدوں کو تقویت پہنچانے کا ایک نسخہ تھا۔ ہمیں محمد درویش کی عرضی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو اس نے مسٹر کالون لفٹنٹ گورنر کو ۲۷ مارچ ۱۸۵۷ء کو لکھی تھی کہ حسن عسکری نے بادشاہ دہلی کو یقین دلادیا ہے کہ شہزادہ ایران نے بوشہر پر قبضہ کر لیا ہے اور عیسائیوں کو اس نے تباہ کر دیا ہے اور کسی ایک کو زندہ نہیں چھوڑا بہتیروں کو قید کر کے اپنے ہمراہ لے گیا ہے اور بیشک بہت جلدی ایرانی فوجیں براہ کابل و قندہار دہلی آجائیں گی اور وہ آگے لکھتا ہے کہ محل میں اور خصوصاً بادشاہ کے ملاقاتی کمرہ میں شب و روز شاہ ایران کی آمد کا تذکرہ رہتا ہے اور حسن عسکری نے بادشاہ کو یہ یقین دلادیا ہے کہ اسے مکاشفہ غیبی ہوا ہے کہ شاہ ایران کی سلطنت بیشک دہلی تک ہو جائے گی اور وہ بادشاہ دہلی کو تاج پنجشہرے گا اور دہلی کی قسمت پر جاگ اُٹھے گی اور آگے لکھتا ہے کہ قلعہ میں اور خصوصاً بادشاہ کو اس خبر سے بہت مسرت ہے اور یہ سکا تخی خوشی ہوئی ہے کہ نندرا و نیازیں کیجانی ہیں اور حسن عسکری روزمرہ ڈیڑھ گنٹہ قبل شام شاہ ایران کے جلد آنے اور عیسائیوں کے پامال ہو جانے کا نظیہ پڑھا کرتا ہے اور ہر ایک جمعرات کو ان مرام کی ادائیگی کے لئے کئی خوان کھانے کے اور میٹھا تیل تلنے کے پیسے اور کپڑا وغیرہ بادشاہ کے یہاں سے حسن عسکری کو بھیجا جاتا ہے۔

اب ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اس معاملہ میں مذہبی شیخیّت کو کتنا داخل ہے اور یہ اسلامی سازش کتنی مکمل اور بلا شرکت غیرے تھی اگر ہم گذشتہ سنیروں کا نظارہ کرتے، ان باطل پرستانہ مراسم کو ادا ہوتے، بچشم خود دیکھتے اور وہ دعائیں جو شاہ ایران کی آمد عیسائیوں کی تباہی کے لئے مانگی جاتی تھیں، بنفس نفیس سنتے تو بیشک سال گوشتہ کے وقوعات حاکم کی جو علی الدولہ یاور ہیں گے دردناک تصویر قبل از وقت ہماری نظروں میں پھر جاتی۔ اگر ہم ان دستاویزوں و عرضیوں کو بھی دیکھیں جن میں سے بوسے خدا و پٹک رہی ہے تو ہم مسلمانوں کے کینہ کو سمجھ سکتے ہیں جو صرف دنیاوی پر موقوف نہیں رہتا بلکہ جتنی میں بھی ہمارے، عذاب ابدی پر جو محض ان کا تصور کر رہا ہے خوشحیاں مناتے ہیں کبھی شخص کو دریافت کرتے بن نہیں پڑتی کہ آیا اصل ہندوستان میں لاکھوں شریف النفوس بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں یا صرف جنکا خیال انگریزوں کی نسبت ایسا ہوا؟ میں اسپر بغیر اخبار خیال کئے اسکو اپنے سامعین کی راؤں پر چھوڑتا ہوں۔ مسز اللڈویل ہمیں بتاتی ہیں کہ انہوں نے محرم کے زمانہ میں مسلمان عورتوں کو اپنے بچوں کو یہ دوائیں سکھاتے سنا کہ انکے زہب کی فتح ہو اور یہ دوائیں غولنا انگریزوں پر جن طعن سے ملو، ہوتی تھیں مظلوم دیکھناہ عورتوں اور بچوں کی موت کے بعد ہی ان کے غصہ و حسد کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوتی یا ترس و رم کی خفہ آواز ان کے سینوں میں نہ جاگی۔ بلکہ اوکل اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مکروہ ترین قتل کے بعد ۲۰۰ مسلمان حوض پر کھڑے ہوئے قیدیوں پر رحمت کر رہے تھے۔ کیا یہ ایسی عفریت تاب سنگدلی و عداوت کا یہ نہیں مینا

جس کا بہت مشکل سے یقین آئے گا۔ اس میں ہر جگہ جگہ کی شکل دوسرا مسئلہ جس پر میں رائے زنی کروں تقسیم چپا تیاں ہیں جو بیکٹ کی شکل تھیں پھر خواہ وہ گورنمنٹ کے نام سے تقسیم کی گئی ہوں اور یہ مقصود رہا ہو کہ عوام

ذہن نشین کرادیں کہ آئندہ صرف ایک مذہب اور ایک کھانا رہے گا۔ یا بموجب دوسرے قول کے ان کا یہ مدعا ہو کہ لوگوں میں جوش و طیاری کے آثار نمایاں ہو جائیں اور بالیکہ گریل کر آنے والے حادثہ کے لئے ہوشیار ہو جائیں۔ بہر حال یہ تدبیر نہایت خطرناک تھی اور ایسے لوگوں میں بدگمانی پیدا کرنے والی تھی جو اس قسم کے جذبات سے قبل ازیں نا آشنا تھے وہیاتی لوگوں پر اس سے کوئی قوی اثر نہیں پڑا اور اس کی وجہ غالباً حکومت کا سرعت سے اس طرف توجہ کرنا اور اس کا تدارک کر دینا تھی اور شاید یہ بھی دلچسپ ہو گا کہ اگر ہم طشت از بام کر دیں کہ ایسی کارروائی کی ابتدا کیونکر اور کہاں سے ہوئی یہ کارروائی اور آئے تھیں ہڈیوں کے ملانے کی افواہ بلاشبہ ایک ہی جڑ سے نکلی ہیں اور دونوں کو اسلامی سازش کی گہری ہوئی فطرت کی طرف منسوب کرنا صاف بیانی یا اس حد لال قطعی کی حد سے باہر نہیں ہونے دیتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو سپاہی اپنی پہلی لغزش جذبات پر ناوم ہوتے ہیں اور مسلمان سپاہیوں پر ملامت کرتے ہیں کہ انہوں نے بلاوجہ انہیں گمراہ کیا اور ان کارروائیوں کے دوران میں دوسرا ثبوت یہ ہے کہ گو ہم اسلامی سازشوں کی کھوج میں جہاں تک ہماری تحقیقات لائی ہو چکے۔ مگر ہمیں کوئی ایسا کاغذ دستیاب نہیں ہوا جس سے یہ معلوم ہو کہ ہندوؤں نے بھی جماعت بنکر ہمارے خلاف سازش کی۔ یا ان کے برہمنوں اور پندتوں نے بھی عیسائیوں سے جہاد کرنے کی تبلیغ کی ہو۔ ان کے پاس کوئی بادشاہ تخت نشین کرنے کے لئے نہیں تھا کوئی مذہب تلوار سے اشاعت پھیلانے کے لئے نہیں تھا۔ ایسی حالت میں چیتوں یا پسپائی ہوئی ہڈیوں کو اکٹھے میں ملانے کی غلط بیانیوں انکی طرف منسوب کرنا گویا بغیر کسی معقول وجہ کے الزام لگانا ہے۔ اس اسلامی سازش میں استقلال و چالاکی بھی پائی جاتی ہے جس کے وسیلے سے یہ اپنا کام کئے جاتی ہے۔ چپاٹیوں کی تقسیم بموجب جلدی

بند کر دیا گیا تو اس کی جگہ کوئی اور شکوہ کھلانا چاہئے تھا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہڈیوں کا لے میں ملانا "بہت ہوشیاری کے ساتھ چپا تہوں کے سلسلہ میں جوڑا گیا۔ چنانچہ مشہور ہو گیا تھا کہ "ایک مذہب ایک کھانا" یہ بے شکل دلی اور بے وقت کی چپاتی تھی تجویز کرنے والوں نے سوچ لیا تھا کہ چپا تہوں اور انگریزی مداخلت سے بچہ مناسب ہے اور یہ چپاتیاں شور و شر کی بحیث بنکر خوب کلام چلائیں گی اور اسی لئے آٹے اور ہڈیوں کی آمیزش سے انہیں اور تقویت پہنچائی۔ پھر سپاہیوں میں یہ پھیلنا کہ گرانڈ ٹرنک روڈ کی دوکانوں پر یہی آٹا ملتا ہے جہاں سے کوچ کرتے وقت سپاہیوں کو مجبوراً خریدنا پڑتا تھا۔ یہ انقلابیوں کی دلی خواہش تھی انہوں نے یہ بھی عام طور پر مشہور کر دیا تھا اور یقین دلایا دیا تھا کہ گورنمنٹ لوگوں کو جبراً عیسائی بنا رہی ہے۔ ان کی بازی خود ان کے ہاتھ تھی اور میرا خیال ہے کہ انہیں انتہائی زیادہ کامیابی ہوئی۔ جس ضرر و اعتراف کرونگا کہ چپا تہوں سے بیکران کے ایک چھوٹے سے معمولی کام میں بھی ایک زبردست چال معلوم ہوتی ہے اور ان کا وہ جہاز صاف نظر آتا ہے جس میں انقلابی سوار تھے۔

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ کوئی معمولی قابلیت کام نہیں کر رہی تھی اور انقلابیوں نے اپنی طرف سے کوئی مفیدانہ کوشش اٹھا نہیں رکھی تھی۔ ہم اس زمانہ کے دیسی اخبارات کا حوالہ دیتے ہیں۔

ہم دیکھیں گے کہ کتنی چالاک سے مقصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا گیا ہے۔ چپاتیاں ہڈیوں کا سفوف، بچرب کا رتوس۔ خیر یہ تو سب ہندوؤں کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ لیکن ایک دوسری غذا مسلمانوں کے لئے درکار تھی اور ہم سمجھ سکتے ہیں کہ کتنی صفائی سے اس حکمت عملی کو نبھایا گیا ہے۔ پہلا پوچھ شاہ ایران کے حکم سے شروع کیا گیا ہے جو اس نے فوجوں کو طہران میں جمع ہونے کے لئے دیا۔ پھر آگے

بیان کرتا ہے کہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دوست محمد خاں کے خلاف شاہ ایران کی ایک چال ہے۔ اپنے مقصد کو چھپانے اور دوست محمد خاں کے درپردہ انگریزوں سے لڑنے اور فتح پانے کی ایڈیٹر یقین رکھتا ہے کہ بہرہ و جہ تینوں طاقتوں میں یقینی اتحاد ہو گیا ہے۔ دوسرا اقتباس ۲۶ جنوری ۱۸۵۷ء کا ہے۔ اور ایڈیٹریوں کہتا ہوا شروع کرتا ہے کہ بادشاہ فرانس یا شہنشاہ ترکی نے ابھی تک انگریزوں یا ایرانیوں سے متحد ہونے کا اعتراف نہیں کیا ہے لیکن دونوں طرف کے سفیر ہر دو سلطنتوں میں خفیہ آتے جاتے ہیں اور تحالف بھی لیجاتے ہیں بعض لوگ (ایڈیٹر کہتا ہے) بیان کرتے ہیں کہ شاہ فرانس و شہنشاہ ترکی انگریزوں کے قضیہ میں نہ پڑیں گے۔ لیکن زیادہ تر لوگ کہتے ہیں کہ وہ شاہ ایران کے طرفدار ہونگے روسیوں کی بابت یہ ہے "پہر آگے کہتا ہے کہ" انہوں نے اپنی طبیاروں کو پوشیدہ نہیں رکھا ہے اور وہ ایرانیوں کو فوج اور مال سے امداد کرتے رہیں گے۔ اور ابھی کہا گیا ہے کہ حقیقت صرف روسی ہی اس جنگ کے بانی مبنی ہیں۔ اور ایرانیوں کی آرٹیکلز کو اپنے اغراض فتح ہندوستان کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ روسی فوج جہاز لیکر میدان میں آجائیں گے" اب یہاں صرف ایران و روس ہی ہندوستان کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں بلکہ فرانس و ترکی بھی ان کی مدد پر آمادہ ہیں اور غریب انگریزوں کو دوست محمد خاں کے افغانوں ہم کا سہا نہیں۔ اخیر ایڈیٹر صاحب کو ایسی مشفقانہ ہولناک خبریں سننا کر کہنے دیجئے کہ ناظرین صادق الاخبار منتظر ہیں کہ پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ دوسرا اقتباس میں ہم دیکھتے ہیں کہ شاہ ایران نے اپنے درباریوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انکو مختلف مقامات کی حکومت عطا فرمائیں گے جن میں سے ایک بلخ و سمرقند، تیسرے بلخ و سمرقند، اور تاج ہند، بادشاہ دہلی کو بخش دیگا۔ یہی لازم جو ہمارے سامنے

موجود ہیں۔ حضرات! آپ کو یاد ہو گا کہ صادق الاخبار کی کئی کاپیاں محل میں جایا گرتی تھیں اور ہر ایک شخص ان خوشیوں کا اندازہ لگا سکتا ہے جو ایسی خبریں خصوصاً نارودس کا چار لاکھ فوج جبرائیکر آنا پڑ کر ہوتی ہوگی۔ نیز اس کا بیشتر ذخائر جنگ تسخیر ہند کے لئے ایرانیوں کی مدد میں بھیجا وغیرہ بسکین صرف اہل قلعہ یا شہزادوں ہی کو اس کے سننے سے خوشی نہیں ہوتی تھی بلکہ تمام آبادی جو انہیں سنتی مائے خوشی کے پہولی نہیں سماتی تھی۔

سر تھو فلنس میٹ کاف نے نہیں بتایا ہے کہ ایرانیوں کے ہرات کی طرف بڑھنے کا چرچہ زبان زد عام تھا۔ اور روسیوں کی فوجکشی کا بھی تذکرہ ہوتا رہتا تھا۔ اس زمانہ میں ہر ایک اخبار کا کابل میں نامہ نگار رہتا تھا۔ اور نسیم کی نقل و حرکت کا جنابی پلاؤ پکا جاتا تھا۔ اور وہی گواہ بیان کرتے ہیں کہ سپاہیوں میں اس وقت تحریک سرگرم تھی اور غدر کے پانچ یا چھ ہفتہ قبل لائٹوں میں یہ خبر صحیح بتائی جاتی تھی کہ ایک لاکھ روسی شمال کی طرف سے کہے ہیں اور کپہنی کی حکومت تباہ ہو جائے گی۔ اور فی الحقیقت روسیوں کے آنے کی خبر عام طے سے جا بجا پھیلی ہوئی تھی ایسی غلط افواہوں کا زہر اپنا اثر کر رہا تھا۔ پھر غدر کا ناگہانی ہو پڑنا یا چرچہ کار تو سوں کا بہانہ ہمیں اندہ بانے کے لئے ہے۔

صادق الاخبار کے انعکاس میں ہم نے پڑھا تھا کہ درست محمد خاں انگریزوں کا مشتبہ دوست ہے اور درپردہ ایرانیوں سے ملا ہوا ہے یہ بھی کتنی صفائی سے لکھا ہے کہ چار وجوہات کی بنا پر شاہ ایران انگریزوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوا ہے۔ پہلا ہرات جسے کسی موقع ہندوستان کا دروازہ کہا تھا۔ دوسرے روسیوں کی غیبی امداد اسے ملے گی تیسرے شرفائے ایران ہند پر فوجکشی کرنے کے لئے مستعد ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کا میاب کر گیا۔ چوتھے تمام ایران کا

جہاد کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا۔ شگون و معجزات بھی اسلامی قلب کو جنبش دینے کے لئے کافی ہوتے ہیں چنانچہ صاوق الاخبار مورخہ ۵ اکتوبر ۱۷۵۷ء سے ثابت کر دیگا جس کی سرخی یہ ہے۔

ضلع ہانسی۔ مقامی خبریں۔

حال ہی میں دیہات سے ایک شخص آیا ہے اور ایڈیٹر سے بیان کرتا ہے کہ کئی مقامات پر بے موسم کی ہولی جلانی گئی ہے جس شخص نے یہ بیان کیا اسکو حقیقی طور پر معلوم ہوا ہے کہ بے موسمی ہولی کا سبب یہ ہے کہ تین لاکھ اٹھ پید ہولی تھیں اور تینوں اسی وقت بونے لگیں پہلی نے کہا کہ آئندہ سال بڑی آفات کا ہے اور بلیات تمام قوم کو تکلیف پہنچائیں گی دوسری نے کہا جو زندہ رہیں گے وہ بچیں تیسری بولی، اگر چند واس موسم میں ہولی جلائیں تو ساری آفتوں سے بچے رہیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

مجھے احتمال ہے کہ ایسے بیانات و واقعات ان لوگوں پر اثر نہیں کر سکتے جو مغربی خیال کے ہیں۔ ہرات کا لیلیٰ نا۔ ایرانی شرفا کی دعائیں اور ان لڑکیوں کی پیشین گوئیاں ہمارے لئے اس قابل بھی نہیں کہ ہم ان کو نظر اٹھا کر بھی دیکھیں۔ لیکن اگر ہم ایشیائی خیالات و عقائد کو اسی پیمانہ میں جانچیں جو ہمارے اپنے خیالات کے جانچنے کا ہو تو ہم بہت بڑی غلطی کر رہے ہونگے۔ اگر مذکورہ ایڈیٹر ایل بیانات پر غور کریں تو ہم دیکھیں گے کہ جن کے لئے لکھے گئے تھے کتنی خس و فاشی سے ان کے عقائد پر حاوی ہیں۔ ان کی پیشین گوئیوں کا پورا اترنا حسن عسکری کے خواب اور شیرازی قنبر کی سفارت اور اسلامی قدیمی روایات سب کا آپس میں گہرا تعلق ہے، کیا ہم اب بھی نہیں سمجھ سکتے کہ قلعہ اور اخباری پریس میں کتنا گہرا تعلق تھا، کیا یہ واقعات

الفاظ تھے؛ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک پیر نادے کے خواب درباری منصوبے اور
 اخبارات کی من گھڑت اتفاقیہ ایک ہی مسئلہ پر بحث کرنے؛ ہمان دلفریبیوں کو دیکھ
 چکے ہیں جن سے ہندو سپاہیوں کو قابو میں لایا گیا تھا اور کیا ہم یہاں اس محرک روح
 کو نہیں پہچان سکتے کیا یہ واقعات اسلامی غرور اور تعصب اور غزنی جنگ کے لئے
 نفسانیت کو نہیں ظاہر کرتے اور کیا انگریزوں سے اتنی نفرت انکی ذاتی خصوصیات پر
 مبنی نہیں ہے اور ۹۰ ارا مہاج کے صادق الاخبار میں لکھا جا چکا ہے کہ بیان کیا گیا ہے کہ
 ۹۰۰ ایرانی سپاہ مع افسران کے ہندوستان میں داخل ہو گئی ہے۔ اور
 ۵۰۰ ایرانی سپاہ تبدیل لباس دہلی میں موجود ہے۔ مانا کہ یہ بیان ایک شخص صادق
 خاں نامی کے اظہار پر جو خود بھی تبدیل لباس میں تھا لکھا گیا تھا اور جس نے صحیح نام پوشیدہ
 رکھا تھا۔ مگر بیشک یہ حالات بھی اس تجویز کا ایک حصہ تھے اور اخبار کی سرگرم تحریک
 میں انہوں نے بھی سارا دیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب نے اپنے ناظرین
 کے خیالات کو اس مضمون سے جوش دلائے کے لئے عمدہ ایہ مضمون پیش کر کے بغیر
 تحریک کا فرض ادا کیا ہے۔ دریافت کیا جائے کہ شہر کے مقتدر اخبار میں بغیر کسی
 بین یا مستند شہادت کے ایک گناہم شخص کا بیان کیونکر دیا جاسکتا ہے؛ یہ فقط
 ایرانیوں کی سازش کو جو ہمارے یقین میں بالکل لغو ہے نہیں ظاہر کرتا۔ بلکہ ایڈیٹر
 صاحب اور ان کے تمام اہالی موہالی کی گہری سازش کا پتہ دیتا ہے یا دے کہ یہ نام
 یعنی صادق خاں اس اشتہار میں بھی تھا جو جامع مسجد کی دیوار پر چسپاں تھا۔ وہ
 ۱۰۰۰ اور ۹۰۰ سپاہیوں کا افسانہ لازم و ملزوم ہیں۔ جو ایک دوسرے کو
 تقویت پہنچا سکتے تھے۔ اگر کوئی اعلان کے لئے باز پرس کرتا تو جواب تیار تھا کہ
 اس کا لائیو لاپاچھو تبدیل لباس والے سپاہیوں کے ہمراہ دہلی میں موجود ہیں اگر
 ایرانیوں کے دخول پر یقین نہ کیا جاتا تو کیا اعلان بطور ثبوت موجود نہ تھا؟ اس ایلر

فری کی تہرہ کیساں ہے اور جوں جوں ہم اس معاملہ میں مزید غور کرتے ہیں ان جیلوں اور چالوں کا جو ایسے مناسب طریق سے عمل میں لائی گئیں یقین زیادہ ہوتا جاتا ہے اعلان کی ایک طرف ڈھال دوسری طرف تلوار بالکل بے معنی ہو گئی مگر مزید غور کا قصہ جو لے پورا کرنے کے کیا ہے! اعلان سر تا پا غلط ہے اور ہمارے یقین کھلی ہے کہ سازش اور اسلامی سازش کی کھلی ہوئی حالت ہے بیشک کسی اور طرف اس اعلان کو منسوب کرنا غیر ممکن ہے۔ پھر وہ کون تھا جو اعلان لایا اور لکھا؟ میں یقین کرتا ہوں کہ ایڈیٹر اخبار سے اس کا جواب مل سکتا ہے جس نے اس مضمون کو کثرت سے شائع کیا ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مضمون اس کا حسب درخواست ہے خیر وہ پوری طرح حاوی ہے۔ اس کے پاس اسکی اصلی نقل ہے اور اسی سے اسکی وضاحت ہو سکتی ہے اور بلاشبہ پوری طرح اسکو علم ہے کہ اعلان کا لکھنے والا کون ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ ایک ہی مضمون پڑاڑ ہوں اور اخبارات کے اقتباس پیش کر کر کے اسلامی سازش کا ثبوت دے جاؤں مگر اس میں ہی اسلامی سازش سمجھ نظر آتی ہے اور دیگر شہادت سے بھی اس کا ثبوت میرے لئے دشوار نہیں۔ بہر حال ایک اور اقتباس ہے جسے یہاں چھوڑ دینا بہت بڑی غلطی ہوگی۔

مورخ ۱۳ اپریل کے پرچہ کا اقتباس ہے اور سر تھیوفیلس میٹ کاف کی شہادت کے مطابق جو انہوں نے بیان کیا ہے کہ غدر سے چند روز قبل مجھ پر ایک گناہ درخواست آئی تھی کہ شہر کا کشمیری دروازہ انگریزوں سے چھین لیا جائیگا۔ کیونکہ شہر کو مستحکم و مضبوط مقام ہے جو کہ شہر اور دہلی کی چھاؤنی کو باہم ملاتا ہے پس سب سے پہلے جیب کچی شہر میں ہنگامہ برپا ہوگا اس دروازے پر قبضہ کیا جائیگا۔ اس سے بعد مناسبت ہے۔ سر تھیوفیلس شکاف کہتے ہیں کہ گو یہ درخواست کبھی موصول نہیں ہوئی مگر معتبر ذرا یہ سے معلوم ہوا ہے کہ لکھی گئی تھی

۱۳ اپریل ۱۹۴۷ء کو اسلام آباد میں ایک شخص نے ایک خط لکھا جس میں مذکورہ بالا تمام باتیں لکھی تھیں۔

اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دلوں ہندوستانیوں کے خیالات کیا تھے۔
 پس کوئی شک نہیں رہا کہ وہ اقتباس بھی اسی نخرج سے نکلا تھا اور اس درخواست
 کے معنوں کی سچی تفسیر تھا جسے ایڈیٹر نے بلا خوف و خطر چھاپ دیا کتنی حکمت و
 دانائی سے تجویز گھڑی گئی تھی تاکہ صرف انہیں لوگوں کی سمجھ میں آسکے جو اس راز سے
 واقف ہوں۔ مگر اب سب پر روشن کر دیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر کہتا ہے کہ ”مجسٹریٹ کی
 عدالت میں کئی درخواستیں گزری ہیں اور ان میں یہ لکھا ہے کہ آج سے ایک مہینہ
 کے بعد کشمیر پر حملہ کیا جائیگا جس کی خوبصورتی و فرحت افزائی کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے
 ”اگر ایک نصاب شدہ جانور کشمیر میں پہنچ جائے تو اس کے بھی بال و پرواں پیدا
 ہو جائیں گے۔ اور یہ ارضی بہشت۔ لکنے والوں کے قبضہ میں آجائے گی۔“

دریافت کیا جائے کہ دہلی کے مجسٹریٹ کو درخواست دینے والے کیونکر کشمیر
 لے سکے تھے؟ اور اب کون نہیں سمجھ سکتا کہ شہر دہلی کے کشمیری دروازہ کو اس کے
 ہانام ملک سے موسوم کر کے پردہ ڈھانپ دیا ہے اور خوبصورتی و فرحت افزائی کو
 کشمیر پر دروازہ کی گدشتہ خوبصورتی پر محمول کیا ہے۔ میں یہاں غور کرنے کے لئے نہیں
 ٹھہر جاتا کہ آیا مرغ سہل و سونستہ جاں کی تشیل کلامی سے موجودہ ملزم مراد ہیں یا کیا
 مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ دروازہ پر قبضہ کر لینے سے انہیں اپنے نوچے ہوئے
 بال و پروا درست ہو جانے کی امید تھی اور اس کے ذریعہ مرتبہ اعلیٰ پر پروا کرنا
 چاہتے تھے۔ ۳۱ اپریل کو یہ بیان کرنا کہ آج کی تاریخ سے ایک مہینہ بعد بہت سخت
 ہنگامہ ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یعنی اسی جگہ افسروں پر فیر کئے گئے تھے۔ پس صاف
 ظاہر ہے کہ ایڈیٹر صاحب صادق الاخبار کو سازش سے ضرور واقفیت تھی ورنہ
 وہ اتنی صحیح پیشین گوئی کی اقلیم میں بلند پروازی کر کے نہ پہنچ سکتے نہ
 لے گدشتہ غلٹ و غلط۔

ایڈیٹر کی مذکورہ بالا دانشمندانہ خبر اور جواں بخت کی نا تجربہ کارانہ گفتگو ایک دوسرے کی مثال ہیں اور فی الواقع تحریر خیر ہیں۔

ااری می کو حاکم کیا گیا جس کی اطلاع پیشتر دی جا چکی تھی۔ اور اس کے بعد وہی ہوا جو ذکر ہو چکا ہے۔ پس کیا میرے سامعین میں سے کوئی ہے جو کہے کہ بہت گہری اور خفیہ سازش کو اس سے کچھ واسطہ نہیں!

ملازم کا اس سے گہرا تعلق رکھنے کا ثبوت یہیں تمام نہیں ہو جاتا بلکہ کچھ اور بھی ہے۔ ”موجود“ حبشی جو صرف بادشاہ کا ملازم ہی نہیں بلکہ ان کا جستا خاص اور پیشان کی خدمت میں رہنے والا تمام مشر اور ریٹ کو علیحدہ لیجا یا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنی فوج سمیت کیمنی کی فوج سے علیحدہ ہو جاؤ اور بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لو۔ کیونکہ موسم گرما میں ہر جگہ روسی ہی روسی دکھائی دینگے۔ مشر اور ریٹ خندہ زن ہوتے ہیں اور اسے اس شخص کی بیوقوفی تصور کرتے ہیں۔

لیکن اب ہمارے پاس کافی ثبوت ہیں کہ وہ کوئی بڑی گہری بات تھی چنانچہ ان کی دوسری ملاقات میں جو غالباً ایک ماہ بعد ہوئی جبکہ غدر برپا ہو چکا تھا موجود کہتا ہے ”کیا میں نے تمہیں چلے آنے کے لئے نہیں کہا تھا؟“ اور پھر تاکید کی شرح بیان کرتے ہوئے شدید قہر کا پورا قصہ بیان کرتا ہے کہ وہ کیونکر شاہ دہلی کی سفارت لیکر قسطنطنیہ گیا۔ اور اس نے روانگی کے وقت کہ جانیگا کیسا بہانہ کیا۔ مجھے یہ تشریح بالکل تعجب خیز دکھائی دیتی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ

ہنگامہ میرٹھ ہی صرف بغاوت کی بنا نہیں تھی بلکہ بغاوت کی مکرری عرصہ سے بہت بڑا جال اتار رہی تھی اب کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمان دیسی افسران اور اہل حینٹ دہلی ذمہ دہیں کوئی گہری سازش نہیں تھی؟ مشر اور ریٹ بھی آخوندیائی تھے جنہیں باغیوں نے اپنے ہمراہ ملا نا چاہا اور خبر نہیں کہ اگر ان کی بجائے کوئی مسلمان

افسر ہوتا تو بیشک وہ عیسائیوں کے محکوم رہنے پر بادشاہی ملازمت کو ترجیح دیتا اور جس زمانے میں بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لینے کی ان سے استدعا کی گئی تھی میرٹھ کے کورٹ مارشل کی خبر دہلی میں بالکل نامعلوم تھی کیا اس سے بھی نہیں معلوم ہوتا کہ تیاری بہت عرصہ پہلے سے ہو رہی تھی اور انہیں کہا کس نے تھا؟ کیا صرف ایک خانگی ملازم ایک ادنیٰ اردلی گو وہ کتنا ہی منظور نظر کیوں نہ ہو بدون اپنے آقا کے حکم کے ایک رسالدار اور پوری پلٹن کو گورنمنٹ کی ملازمت سے برطرف کر اگر خود ملازمت دیکھتا ہے؟ اتنے بڑے گروہ کو شاہی ملازمت سوائے بادشاہ کے اور کون عطا کر سکتا ہے! میں استدعا کرتا ہوں ان لوگوں سے جو میرے مخاطب ہیں کہ ان سوالات پر خوب غور کریں اور یہ دیکھیں کہ کیا مذہم کی شرکت اس سے ثابت نہیں ہوتی؟ ہمیں مکن لال سکریٹری سے بھی معلوم ہوا ہے کہ تین سال قبل کچھ سپیدل سپاہ متعینہ دہلی بادشاہ کی مرید ہو گئی تھی اور اس موقع پر بادشاہ نے ہر ایک کو ایک شجرہ دیا تھا جس میں ان کے متقین کے اسماء و احکام تھے جو ایک دوسرے کے مرید بن گئے تھے اور خود بادشاہ کا نام بھی ان میں شامل تھا اور ایک ایک سرخ رد مال اپنی برکت کی علامت کے طور پر دیا تھا۔ اب سے تین سال قبل شیدی قبیلہ کی سفارت ایران و قزوین میں آئی تھی۔ اور مسلمانوں کی سازش کی ابتدا بھی اسی وقت سے ہوئی۔ ایک ہی موقع کا انتخاب کرنا جس میں ایک طرف تو بے انتہا زہد و تقویٰ کی نمائش و دوسری بادشاہی شان کا غیر معمولی دکھاؤ۔ پوری طرح میں بتاتا ہے کہ ضروران دونوں باتوں میں کوئی نہ کوئی پولیٹیکل چال مضمر تھی لفٹنٹ گورنر کے ایجنٹ نے ان نمائشوں کا اسناد کر دیا تھا لیکن گواہ کہتا ہے کہ اس روز سے فوج میں اور بادشاہ میں تعارف ہو گیا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ تسلیم کر لیا گیا ہے

کہ فرد قرار داجہم میں پانچ باتیں اور اضافہ کی گئی ہیں یعنی پیرا وہ جن عسکری کے بیان کردہ خواب اور پیشینگوئیاں، شیدی قنبر حبشی کی سفارت قسطنطنیہ و ایران، ہندوؤں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کا مدبرانہ منصوبہ، ہندوستانی پریس کی مسلمانوں کو بھاد پر آمادہ کرنے کی تحریک، اور آخری یہ کہ ویسی فوج کے ہندو مسلمانوں کو ایسی اور دیگر قسم کی تدبیروں سے وفاداری سے منحرف کرانا۔ کیا ان پانچوں باتوں میں ملزم کی شرکت کا پتہ ملتا ہے یا نہیں؟ اگر سوال ہذا کے جواب میں جیسا کہ مجھے یقین ہے اعتراف کیا جائے تاہم ایک بات اور باقی رہ جاتی ہے جو شاید اہم ترین ہے یعنی آیا وہ ان تمام معاملات میں مقتدا ہے یا مقتدی؟ یا حقیقی تحریک کرنیوالے؟ میر قافلہ اور پیشوار ہے؟ یا رہنما یا تابع فرمان۔ یا کٹھ پتلی یا مرشدانہ چالوں سے مذہبی تعصب کی ترقی کے لئے کوشاں؟ میں یقین کرتا ہوں کہ کئی آدمی موخر الذکر کی طرف مائل ہونگے معلومہ اسلامی تعصب سب سے پہلا حملہ آور نقطہ اس خاص مذہب کا کینہ و رقص تعصب حکومت کے لئے جدوجہد کر رہا تھا۔ مغویانہ سازش اسکا وسیلہ ملزم اس کے دانشمند کارکن اور ہر ایک ممکن جرم بھیا ناک انجام۔

میر خیال ہے کہ علاوہ شاہی خاندان سے وابستہ ہونیکے ملزم ہندوستان میں مذہبی شان دلاویزی سے دیکھے گئے ہیں۔ پولٹیکل اور مذہبی یہی ہر دو متحدہ قوتیں تھیں جنہوں نے ملزم کو سازش میں مدعو کیا۔ اسلامی جوش و تعصب ہم ہر جگہ پاتے ہیں جو کائنات سے عیاں ہے اور عرضیوں میں وہ چمک رہا ہے اور اپنے افعال میں نہایت قوی الاثر ہے اس کے موثر حملہ سے مخلصی ملنا بہت مشکل نظر آتا ہے۔ شہزادہ مرزا عبد البکر کا اپنے ملاقاتی اور پچھلے وقت کے دوست کو لوٹ لینا پھر اپنے چچا کو قتل کرنے کے لئے بھیجنا اس کی مبالغہ آمیز مثال نہیں ہے۔ پھر ایک مسلمان افسر مرزا تقی بیگ پشاور میں جو گورنمنٹ برطانیہ کی ملازمت میں مغرر عہد

پر متاثر ہوئے اور معقول تنخواہ پانے کے باوجود اپنی کتابوں میں سے کتنی سلیم الطبعی سے حوالہ دیتا ہے کہ ایک انقلاب ہو گا اور حکومت برطانیہ بالکل نیست نابود ہو جائیگی اس سے بھی زیادہ کریم بخش وہی کامیگزین والا اس کا متبع پایا جاتا ہے جو انگریزی تنخواہ پاتے دوسے فارسی کی تعلیم و تعلم سے فائدہ اٹھا کر دہلی راجپوتوں میں خفیہ مراسلات بھیجتا ہے کہ میگزین کے ساختہ کار توں مچرب کئے گئے ہیں اور سپاہیوں کو ہاں معاملہ میں اپنے انگریز افسروں کا اگر وہ کچھ کہیں تو یقین نہ کرنا چاہئے، غور کیا جائے کہ شیخ شخص کتنا برا خان ثابت ہوا پھر جبکہ بادشاہ کی فوجیں میگزین پر حملہ آور ہو رہی تھیں تو کیسی سرگوشیاں کر رہا تھا؟ کیا اس کی سازش میں شرکت کرنے سے کوئی انکار کر سکتا ہے جبکہ ظاہر انگریزوں کی نوکری کر رہا تھا مگر باطن میں ان لوگوں سے ملا ہوا تھا جو انگریزوں کی تباہی کے ورپے تھے؟

میں بہت خوشی سے ایک بات کا حوالہ دیتا ہوں وہ محمد درویش کی درخواست ہے جو ایک حیرت انگیز خط ہے جسے سٹہ کالون لٹنٹ گورنر آگرہ اس شریف و بہادر شخص نے بھیجا تھا اور اپنے یہاں اسکا ذکر کئے بغیر نہ رہنا چاہئے جو کہ ایک مسلمان کی طرف سے برطانیہ کی وفاداری میں ایک بہترین مثال ہے۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ اس کے ساتھ اس دوسری درخواست کو شامل نہیں کر سکتا جو بنی بخش خاں کی طرف سے بتائی جاتی ہے جو بادشاہ کو ارسال کی گئی تھی اور کہتے ہیں کہ لکھا ہوا تھا: "عورتوں اور بچوں کا قتل ناجائز ہے" یہ درخواست کی گئی تھی کہ علماء و دین سے فتویٰ لیا جائے، چنانچہ جب نے میں نے اسے عدالت میں پیش کیا ہے اس کے اس وقت لکے جانے میں بھی کئی شکوک پیدا ہو گئے ہیں اور عجیب نہیں کہ وہی پر قبضہ ہو جانے کے بعد بغرض انعام و منافع حاصل کر رہے کے لکھ دی ہو۔ اس کے ایسا ہونا بیکارفعین اسوجہ سے ہوتا ہے کہ بنی بخش خاں جیسی

جیثیت کا آدمی بادشاہ کو ایسی نصیحت کرنے یا تحریر کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا کہ سپاہ کو پہلے اپنا غصہ بادشاہ پر اتارنا چاہئے۔ چنانچہ نئی بخش خاں ڈینگ مارتے ہیں کہ میں نے ایسا لکھا۔ بیشک کچھ مثالیں ایسی ہیں جن میں مسلمانوں نے انگریزوں سے نہایت اچھا سلوک کیا اور وہ بوجہ قلیل ہونے کے بہت دلچسپ ہیں۔ ہم اس سے مستنبط کر سکتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم کا ان کے پیروں کے دل پر اثر نہ ہوا۔ اور نہ ایسی تعلیم ایسے اصول علم الہی کیا انہیں خوشخواری و مغویانہ جرائم کی طرف لیجاتے یہاں تک کہ عام انسانیت بھی ان کے افعال سے بالآخر ہے۔

(سرکاری وکیل صدر کے سبب عقل سے خارج ہو گیا تھا اور نہ ایسے الفاظ نہ کہتے)

(حسن نظامی)

میرزا دیباچہ اس کا جواب دینگ۔)

ایڈریس ہند کے درمیان میں نے بار بار مسلمانوں کی سازش کا ذکر کیا ہے اور ہم بیشک عرصہ کے واقعہ ہلکے کو اسی کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ میں نے بتانے کی کوشش کی ہے کہ ملزم ہندوستان میں بطور پیشوائے دین کے ہیں اور اس سازش میں بھی بطور لیڈر کے شریک ہے ہیں۔ میں نے یہ بھی بتایا ہے کہ پریس نے اور مسلمانوں نے ملکر ہندوؤں کو بھڑکایا اور خصوصاً فوجی سپاہ کو اشتعال دلایا۔ نمبر ۳ لائٹ کبولرانی کے سواروں کا کار توں لینے سے انکار کرنا ثابت کر سکتا ہے کہ ایسا ہی ہے۔ ان ۸۵ سواروں میں سے زیادہ حصہ مسلمانوں کا تھا۔ اور ان لوگوں کی کوئی ذات پات نہ تھی۔ اس حالت میں اگر گائے یا سور کی چربی بچی کا رتو سو پر ملی گئی ہوتی۔ تاہم ان کے پاس کوئی مذہبی اعتراض نہیں تھا۔ کپتان مارٹین ہیں بتاتے ہیں کہ انبار کے سپاہیوں میں مسلمان کار توں پر چرب بحث ہوتی تو مسلمان ہنستے تھے اسی سے ہم جان سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا

مقصود کھل کھلا بغاوت تھا۔ اور ایسی حرکت کرنے کا کوئی قابل پذیرائی عذر یا معافی کے لائق کوئی وجہ نہیں رکھتے۔ اور پھر اگرچہ ان کی تکلیفوں کا کوئی ثبوت نہیں تھا تاہم انہوں نے بغاوت کی اور ہندوؤں کو بے دھرم ہو جانے کا خوف دلا کر اپنے ہمراہ شامل ہونے کی ترغیب دی۔ میں نے جو یہ کہا کہ "ہندوؤں کو شامل ہونے کی ترغیب دی تو اس کا ہمارے پاس بین ثبوت ہے اور وہ ایسی بات ہے جس میں مسلمان اپنے شاکی دوستوں کی ہمدردی نہ کر سکے اور ہندوؤں کو بھی اس حکمت علی کے ڈھونڈ بھالنے میں زیادہ غور کی ضرورت ہوئی چنانچہ ایک گواہ جس کا حوالہ بار بار دیا جا چکا ہے ہمے بیان کرتا ہے کہ لڑائی کے بعد ہی فوراً ہندوؤں نے اپنے رفیق مسلمانوں کو ملامت کرنی شروع کی کہ تم نے ہمیں ورغلا یا اذیت دینا میں پڑ گئے کہ کیا دراصل انگریزی گورنمنٹ ہمارے مذہب میں دخل دینا چاہتی تھی ہندو سپاہیوں کی کثیر تعداد نے کتنا شروع کیا کہ اگر ہمیں یقین ہو جائے کہ ہماری جان بخشی کرو یا دے گی تو ہم پھر گورنمنٹ کی ملازمت میں آجائیں گے۔ لیکن مسلمان اس کے برخلاف کہتے رہے کہ بادشاہ کی ملازمت انگریزی ملازمت سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور نواب راجہ بادشاہ کو فوج کثیر سے مدد دینگے اور آخر کار ہم ہی فتح مند ہونگے۔

اگر ہم ان واقعات پر سرسری نظر ڈالیں جو دوران کارروائی میں وقتاً فوقتاً ہمارے سامنے پیش ہوتے رہے ہیں تو ہم دیکھیں گے کہ صرف مسلمان ہی غلش واریپکاں ہیں جو باہم جڑے ہوئے ہیں۔ ایک مسلمان چہرہ زادہ اس کے فرضی خواب اور بناوٹی طاقت اعجاز۔ ایک مسلمان بادشاہ اور انکی ضعیف الاعتقاد وارتکاب جرائم۔ ایک مسلمان خفیہ سفارت اسلامی طاقتوں ایران اور ترکی کو براہ کھینچ کر رکھنے کے لئے ہماری طاقت کے زوال کی نسبت اسلامی پیشینگوئیاں

ہماری حکومت مثلاً کراستانی حکومت کا خیال مسلمانوں کا کیا ہوا جابرانہ قتل، اسلامی غلبہ کی خاطر جہاد، ایک مسلمان پر پیس کا اشتعال دلانا، اور مسلمان سپاہیوں کا بغاوت کرنا۔ ہندویت کے متعلق میں ضرور کہوں گا کہ یہاں اسپر ذرا غور کیا جائے اور شونی ڈالی جائے کیونکہ وہ فقط ہمیشہ اپنے پیشقدم ہمسائے کی حکم برداری ہے اسلامی سازش کی بحث اب ختم ہو گئی میرا یہ مدعا نہیں ہے کہ دیگر سازشی ہماری پیش نظر کارروائیوں سے بری ہو گئے کیونکہ یہاں میں نے صرف ان لوگوں کو منتخب کیا ہے جو مجھ سے زیادہ بڑھکرو ذمہ دار نظر آئے۔ میں بیٹھنے کے قبل چاہتا ہوں کہ ایک سوال کروں اور کپتان مارٹینر کی شہادت میں سے جواب دوں۔ کیا تم نے کبھی سپاہیوں کو یہ شکایت کرتے سنا ہے کہ انگریز پادری ہندوستان کو زبردستی عیسائی کر ڈالتے ہیں؟

جواب: جی نہیں، عمر بھر میں کہی نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ ایک شتم بھی اس کا خیال کرتے ہوں؟ میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی افسر ایسا نہیں ہے، جسے سپاہیوں کے طرز عادات سے تھوڑی بہت واقفیت نہ ہو۔ یا ان کے احساسات و جذبات کو نہ جانتا ہو وہ بیشک اس خیال کی تصدیق کر دے گا کہ عیسائی مشن کا ہندوستان میں کوئی خوف نہ تھا۔ مناسب طریقہ سے تبلیغ مسیحیت ہندوستانیوں اور فوجیوں کو خوف نہیں دلاتی۔ اگر وہ وعظ و نصیحت جو فقط تبلیغ کا ایک ذریعہ ہے یہاں کی جائے تو کسی مذہب کو تعصب نہیں ہو سکتا۔ پیر وان سچ کی تعداد میں ترقی کی کوشش، جہانگیر مجھے معلوم ہے ہندوستانیوں میں بری نظر سے نہیں دیکھی جاتی۔ اور اگر اسے اسکی اصلی شان سے پیش کیا جائے تو کوئی شک نہیں کہ ان کی آنکھوں کے سامنے سے موجود تاریکی کا پردہ دور ہو جائیگا اور معلوم ہو گا کہ مسیحیت کوئی ذات نہیں ہے اور وہ ہر چیز کا نیک حکم دیتی ہے۔ اگر تیر

گستاخوں والا خیال ان کے دلوں سے دور ہو جائے تو ساتھ ہی ہندوؤں کا خوف بھی غائب ہو جائیگا وہ دیکھیں گے کہ مسیحیت کو زبردستی پھیلانا غیر ممکن ہے، اور ان کے دل سے بغاوت کا یہ قوی ترین ہتھیار نکال ڈالنا چاہئے۔ لیکن اگر میں یونہی کہتا چلا جاؤں تو حکومت کی پالیسی کی شکنی کر رہا ہوں گا۔ پس میں عدالت کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ بغور میری طرف متوجہ رہی اور ساتھ ہی مشرقی مترجم کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس میں اور دیگر مقدمات میں قابلِ تدرعات کی بشرتی علوم میں انہیں کامل دستگاہ ہے۔ دہائی اظہارات میں طراری اور مستعدی جس سے تمام مختلف نوشتوں کو ترتیب دیکر پڑھنا اور بغیر معمولی وقت کے دستاویزوں کا مجموعہ اور ان کے مفہوم کو قائم رکھتے ہوئے ترجمہ کرنا ثابت کرتا ہے کہ فارسی اور اردو پر انہیں پورا عبور ہے۔ ان کئی کاغذات کے علاوہ جو نوٹ ہیں نہایت قیمتی ہیں اور میرے کہنے کے بغیر خود ہی مشرقی کی مترجم اعلیٰ قابلیت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگر میں اس طرح ان کے احسانات کا اعتراف نہ کروں تو ضروریں اور وہ ہر دو ناقص رہ جائیں گے۔



دہلی -

۹ مئی ۱۸۵۷ء

ایف جے - ہیریٹ میجر
ڈپٹی ایڈوکیٹ جنرل وکیل سرکار

عدالت تجویزائے جوریان کے لئے ختم ہوتی ہے

تجویز وائے جوریان

عدالت اس شہادت پر جو اس کے پیش نظر ہے متفق ہے کہ ملزم محمد بہادر شاہ
سابق بادشاہ دہلی تمام جرائم کے مجرم ہیں جو ان کے بر خلاف بیان کئے گئے ہیں

ایم ڈاوس لفٹنٹ کرنل

پریسیڈنٹ

دہلی

۹ مئی ۱۸۵۷ء

ایف جے - ہیریٹ میجر

ڈپٹی ایڈوکیٹ جنرل

منظور کیا گیا اور بحال رکھا گیا

این - پنی - میجر جنرل

کمانڈنگ میجر ٹھڈویرن

سہارن کیمپ

۹ اپریل ۱۸۵۷ء

عدالت تین بجے سے غیر معین وقت تک کے لئے ملتوی کر دی گئی۔

ضمیمہ کارروائی مقدمہ

محمد بہادر شاہ سابق بادشاہ دہلی

شہادت حکیم حسن الدخان سابق طبیب بادشاہ دہلی۔

لارڈ ایلنبروف گورنر جنرل کی طرف سے بادشاہ کا نذرانہ دیا جانا موقوف ہو گیا۔
تو وہ ہمیشہ مغموم رہتے تھے۔ پہلے تو انہوں نے اس معاملہ کے متعلق انگلستان کو
لکھا اور پھر ہمیشہ اس حکم کے برخلاف شکایت اور اپنی ناراضگی کا اظہار کیا کرتے
تھے۔ نیز اس سے بہت رنجیدہ تھے کہ ان کی خواہش تھی کہ چھوٹا لڑکا مرزا جواں نخت
ولیعہ مقرر کر دیا جائے اور حق تعالیٰ سے بڑے لڑکے مرزا فتح الملک کا اور بچوں
کی بیعت کی مخالفت کی تھی۔ تھوڑے عرصہ بعد مرزا حیدر ولد مرزا خان بخش پسر
مرزا سلیمان شکوہ اپنے بھائی مرزا مراد کے ہمراہ لکھنؤ سے آئے اور انہوں نے
بادشاہ کو رضامند کر کے ایجنٹ لفٹنٹ گورنر کو لکھنے کی ترغیب دی کہ انہوں
نے (بادشاہ نے) شہزادوں کو گورنمنٹ آفس میں اپنا ایجنٹ مقرر کیا ہے۔ مگر
لفٹنٹ گورنر کے ایجنٹ نے منظور نہ کیا کیونکہ شہزادوں کو ایسے کام پر مقرر کرنا
قاعدہ نہیں تھا۔ جاتے وقت لکھنؤ کے شہزادے اپنے ہمراہ کئی کاغذات لیتے گئے
جنہیں بادشاہ کی مہر ثبت کرائی گئی تھی۔ اور ان شہزادوں کو حرم سرکشاہی میں بھی بڑا سوخ
لکھنؤ میں مرزا حیدر نے شاہ عباس کی درگاہ پر بادشاہ دہلی کی طرف سے
ایک طمچٹ پایا اور مجتہد کو ایک تحریری رقمہ دیا جو پینل کا لکھا ہوا تھا اور جس پر بادشاہ
دہلی کی مہر ثبت تھی۔ اس رقمہ میں تحریر تھا کہ بادشاہ دہلی نے شیعہ عقائد اختیار
کر لئے یہ اطلاع دو تین شہزادوں سے ملی ہے جو سنی مذہب رکھتے تھے۔ نیز
کئی سنیوں کی عرضیوں سے بھی معلوم ہوا جو بادشاہ دہلی کے نام سے موصول

ہوئی تھیں۔ ان میں سے میں ان لوگوں کو جانتا ہوں۔ امین الرحمن خاں باشندہ
 دہلی مگر لکھنؤ میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ شیدی بلال جو پہلے بادشاہ کے ہاں
 ملازم تھا۔ مگر پھر لکھنؤ جا کر ملازمت کر لی تھی۔ جب یہ حالات دہلی میں معلوم ہوئے
 تو کئی علماء بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہمیں آگاہ کیا جائے
 کہ یہ کیا بات ہے! بادشاہ نے جواب دیا کہ مرزا حیدر نے بادشاہ کی مہر تمام کاغذات
 پر لگائی ہے جو خود اپنے ہاتھ سے لکھے تھے اور بادشاہ نے بھی ایک فرمان مجتہد کو
 دیا ہے پھر بادشاہ نے آگے کہا کہ ان کے فرمان میں صرف یہ لکھا ہے کہ وہ بادشاہ
 اہلبیت سے بہت محبت کرتے ہیں اور جو ان سے محبت نہ کرے وہ مسلم نہیں
 ہے بعد ازاں بادشاہ کی درخواست پر غنٹ گورنر کے ایجنٹ نے اس فرمان کی
 نقل لکھنؤ سے منگوا دی اور اس کاغذ میں بعینہ وی مضمون لکھا جو درخواستوں
 میں ظاہر کیا گیا تھا۔ اس وقت یہ یقین کر لیا گیا تھا کہ بادشاہ نے علاوہ مجتہد کے
 فرمان کے کچھ شاہ اودہ کو بھی لکھا ہوگا جو خود شیعہ تھے۔ اور مرزا حیدر نے ضرور
 بادشاہ دہلی کو ان سے ملکر فتح پانے کی اسید دلائی ہوگی

ایک سال بعد معتبر خبر ملی تھی کہ مرزا نجف ایمان گیا ہے جو مرزا حیدر کا
 بھائی اور بادشاہ دہلی کا بھتیجا تھا۔ مولوی بکر کی بتائی ہوئی یہ خبر بھی اخبار میں شائع
 کی گئی تھی کہ مرزا سے شاہ ایران نہایت عمدگی سے پیش آیا۔ میں نے مرزا علی بخت
 سے جو مرزا نجف کا بڑا گہرا دوست تھا دریافت کیا کہ آیا مرزا نجف بادشاہ دہلی
 کا کوئی خط شاہ ایران کے پاس لیکر گیا ہے۔ اس نے اس کی تصدیق کی اور
 بتایا کہ خط کا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ دہلی نے شیعہ مذہب قبول کر لیا ہے اور آپ
 ان کی اندازہ کیجئے۔ مزید براں اس خط میں بادشاہ دہلی نے اپنی خراب حالت
 کا شکوہ کیا تھا۔ اور غلوک الحالی ظاہر کی تھی۔ مرزا علی بخت نے ساتھ ہی یہ بھی

کہا کہ ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا ہے۔ چند ماہ بعد شیدی قببر نے حج کی طیاری کی اور مکہ جانے کی اجازت چاہی۔ پیرزادہ جن عسکری کی معرفت نصحت مل گئی اور زاو راہ کے لئے کچھ خرچ بھی دیدیا گیا۔ اس کے چند ماہ بعد جاٹ مل ملازم گورنمنٹ برطانیہ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا دراصل شیدی قببر حج کرنے گیا ہے اس نے پھر کہا کہ مجھے یقین نہیں کہ وہ حج کو گیا ہو بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایران گیا ہے میں نے کہا مجھے علم نہیں لیکن خواجہ سراؤں سے خفیہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دراصل وہ ایران گیا ہے اور پیرزادہ جن عسکری کی معرفت رات کے وقت لے چند کاغذات لئے گئے تھے جس میں بادشاہ دہلی کی مہر ثبت تھی اس سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ شیدی قببر مرزا بھنگے کے پاس گیا تھا کہ پہلی خط و کتابت کا جواب ملا ہے تمام حالات سنیوں سے پوشیدہ رکھے گئے تھے (اور میں بھی ایس شامل تھا) کیونکہ بادشاہ کا مذہب مرزا حیدر نے تبدیل کر دیا تھا۔ اس کا ذکر بھی کرنا چاہئے کہ بادشاہ دہلی ان تمام خبروں کے سننے کے مشتاق رہتے تھے جو ایران اور بوشہر سے تعلق رکھتی تھیں۔

مرزا حیدر کوئی معمولی آدمی نہیں تھا بلکہ وہ بادشاہ دہلی کا خاص رشتہ دار یعنی بھتیجہ تھا اور لکنئو سے ایک ہزار روپیہ ماہوار وظیفہ پاتا تھا۔ وہ خاندانی شیعہ تھا اور اس کے دادا سلیمان شکوہ اور اس کے والد خان بخش و نوشیہ مذہب کے تھے۔ ان کے مذہب میں یہ بڑا ثواب ہے کہ غیر مذہب والے کو اپنا ہم مذہب بنالیا جائے علاوہ ازیں اس نے دنیاوی فائدہ کو بھی نظر انداز نہ کیا ہو گا جو اسے تین ہم عقیدہ بادشاہوں کے ہونے سے حاصل ہو سکتے تھے یعنی بادشاہ دہلی و لکنئو و ایران۔

اس میں شک نہیں کہ شاہ ایران سے خط و کتابت کرنے کی تجویز سے پہلے مرزا حیدر نے بتائی تھی جس نے اپنا ذاتی نفع بھی سوچا تھا اور یہ بھی خیال

کر لیا ہو گا کہ بادشاہ دہلی کے شیعہ ہونے کا حال شاہ ایران کو بذریعہ اخبارات مرزا نجف کے جانے کے قبل ہی معلوم ہو جائے تاکہ بادشاہ اس سے خاطر و مدارات سے پیش آئے۔ بہادر شاہ بادشاہ اپنے پولیٹیکل منصوبوں کو پوشیدہ رکھنے کی بہت کم پرواہ رکھتے تھے۔ ان کے معمولی معمولی ملازم اپنا اچھا خاصہ اثر رکھتے تھے چنانچہ خواجہ سراؤں سے کچھ بھی مخفی نہیں تھا۔ کیونکہ وہ ہر ایک مقام پر جاسکتے تھے۔ بادشاہ اپنی بیگمات کو بھی پولیٹیکل معاملات میں شریک کرتے تھے اور ان کی سنتے تھے چنانچہ زینت محل سلیم کے خوش کرنے کو انہوں نے اس کے لڑکے مرزا جواں سبخت کو اپنا ولیعهد بنانا چاہا تھا۔ حالانکہ وہ بالکل کم سن اور اس مرتبہ کے لائق نہ تھا۔ خواجہ سراؤں کے قبضے میں تمام راز رہتے تھے۔ کیونکہ انہیں کہیں جانے کی ممانعت نہ تھی جی کہ خلوت خانوں میں بھی بید ہرک جاسکتے تھے چنانچہ محبوب علی خواجہ سرا بادشاہ کے تمام معاملات کا مختار تھا۔

میں نے وہ خط بھی نہیں پڑھا جو بادشاہ دہلی نے شاہ ایران کو لکھا تھا۔ البتہ جو کچھ سنا تھا من و عن بیان کرویا۔ میرے خیال میں بادشاہ دہلی نے ضرور مالی اور فوجی امداد چاہی ہوگی۔ بادشاہ روپے کی پرستش کرتے تھے جہاں شہرت یہ سب کہ طبع میں بڑا مودعہ ضعیف العمری کے اپنا مذہب تک تبدیل کر دیا تھا۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ شاہ ایران کے خط میں ویسی فوج کو گورنمنٹ سے باغی کر دینکی تجویز بادشاہ نے کی ہو اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کیا گیا ہو گا کیونکہ اس وقت ایسا چرچہ نہیں تھا۔ بادشاہ دہلی نے صرف ایران سے قربت کرنے کا خیال کیا تھا۔ مجھے خواجہ سراؤں سے معلوم ہوا تھا اور اسی وقت اپنا ہر شہرت کی لگمی تھی اور بشیدی قبر کو دیکر ہایت کی لگمی تھی کہ انہیں بیجا کر مرزا نجف کو دیدے۔ اور گزشتہ خط کا اور اس کا جواب لائے۔

میں جانتا ہوں کہ ان کاغذات میں جو شیدی قبر کو دئے گئے تھے کوئی نئی بات نہیں تھی اگر ہوتی تو خواجہ سر اسرور بتاتے۔ شیدی قبر ایران روانہ ہو گیا اور اس کے بعد اخبار میں شائع ہوا کہ مرزا نجف ایران پہنچ گیا ہے۔ شیدی قبر کے جانے کے ایک سال بعد صوبہ اودہ گورنمنٹ برطانیہ کے زیر نگین آگیا۔ اور ہنومان گڑھی میں بھی شیدی کی روانگی کے بعد ہنگامہ ہوا تھا۔

بہادر شاہ گورنمنٹ کی مرضی کے موافق نہیں تھے۔ گورنمنٹ کا خیال تھا کہ انکی وفات کے بعد قلعہ کو شاہی خاندان سے خالی کرایا جائیگا۔ اور گورنمنٹ کا یہ ارادہ مرزا فتح الملک کو ولیعہدی ملجانے کے بعد ظاہر ہوا تھا۔ اسوجہ سے بادشاہ اکثر کہا کرتے تھے کہ مرزا فتح الملک جس کی جانشینی کے بادشاہ مخالف تھے، کو اپنی ولیعہدی پر خوشی منانے کا بہت کم موقع ہے کیونکہ بادشاہ کے بعد انکے جانشین کا کچھ اختیار نہ رہیگا۔ اسے قلعہ میں رہنے دیا جائیگا۔

ایران کی لڑائی کے دوران میں بعض شہزادوں کا خیال تھا کہ اگر روس نے ایران کی مدد کی ہوگی تو انگریزوں کو ضرور شکست فاش ہوگی اور ایرانی ضرور ہندوستان کے مالک ہو جائیں گے۔ بادشاہ کو بھی اس رائے سے اتفاق تھا۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ مرزا نجف نے ایران سے کوئی خط لا کر دہلی میں پہنچایا ہو۔ البتہ (اگر کوئی خبر بھی ہو) تو اپنے بھائی مرزا حیدر کو براہ رست لکھنو بھیجی ہوگی۔

جب بادشاہ کو ایران سے مدد پہنچنے کی امید تھی تو انہوں نے ہندوستان والیان ریاست پر اثر قائم رکھنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی اور اس کا سبب یہ ہے کہ مرزا حیدر جب سے یہاں سے گیا تو پہرہ واپس آیا اور یہی شخص سازشوں کا بانی مہاتما تھا۔ پہلے اس نے ہی شاہ ایران کو خط روانہ

کرنے کی صلاح دی تھی۔

بادشاہ لارڈ ڈائرنہرف کے مخالف تھے۔ کیونکہ انہوں نے مرزا جو اہل سنت کو وسیعہ نہ کر کے مرزا فتح الملک کو تخت نشینی دیدی تھی۔ حکومت برطانیہ سے یا کسی اور افسر سے عموماً وہ ناخوش نہ تھے اور مذہب مسیحیت کے دشمن تھے۔

مرید کرنے کی وجہ سے بادشاہ بہ نسبت دنیاوی رہنما ہونے کے دینی رہنما زیادہ مانے جاتے تھے۔ صرف فوجی لوگ ہی ان کے مرید نہ ہوتے تھے بلکہ ان کو تو ہزاروں آدمی اپنا پیشوا ماننے لگے تھے۔ یہ رسم بہت قدیمی ہے۔ بہادر شاہ کے والد ماجد بھی مرید کیا کرتے تھے اور بادشاہ نے سرخ رنگین رومال و بنا خود ایجاد کیا تھا۔ پیر زادگان دہلی نے جو شاہان دہلی کے روحانی معلم تھے۔ لوگوں کو تعلیم دی تھی کہ بادشاہ روحانی معاملات میں زمین پر روحانی خلیفہ الہی ہوتا ہے اور اس کی پیشوائی ہر طرح مسلم ہے

میرے نانا حضرت خواجہ شاہ غلام حسن صاحب نے ایک روز حکیم صاحب کے سامنے بادشاہ سے اس قسم کا ذکر کیا تھا کہ بادشاہ اسلام خلیفہ کا درجہ رکھتا ہے۔ مگر یہ کوئی تعلیم نہ تھی اور بادشاہ خود اس کو جانتے تھے اور یہ اسلام کا سلسلہ مسئلہ ہے۔ (حسن نظامی)

علاوہ ازیں اس میں ایک فائدہ عظیم یہ ہے کہ مرید اپنے پیر کے تمام دنیاوی اور دینی احکام قبول کر لیتا ہے۔ سب سے پہلے بادشاہوں میں مرید کرنے کا رواج بہادر شاہ کے والد نے قائم کیا تھا۔ اول الذکر نے بہت سے لوگوں کو مرید کر لیا تھا۔ اور مریدوں سے صرف ایک سلسلہ میں بیعت لیتے تھے ہیں نے یہ کبھی نہیں سنا کہ جن سپاہیوں نے بادشاہ سے بیعت کی تھی ان کے ہاں ملازمت بھی کی ہو۔ غدر سے پہلے کوئی مرید نہیں آیا اور نہ کسی کو سرخ

رومال دیا گیا۔ مرید برآں پانچ ہینہ تک زمانہ قیام دہلی میں کوئی سپاہی ہیئت کے لئے بھی حاضر نہیں ہوا۔ بلکہ مرزا مغل کے ضبط شدہ کاغذات میں بھی کسی مرید کی کوئی ایک درخواست بھی دستیاب نہیں ہوئی اور نہ انکا تذکرہ پایا گیا۔ اور یہ کاغذات میری نظر سے گزر چکے ہیں۔ کار توں کے ہنگامہ کے بعد پانچ ہینہ تک کوئی شخص اگر مرید نہیں ہوا۔ اگر کوئی ہوتا تو مجھے ضرور معلوم ہوتا۔ چہیتہ مسلمان ہی بادشاہ کے مرید ہوتے تھے اور کسی ذات کا کوئی شخص مرید نہ ہوتا تھا۔

میں نے نہیں سنا کہ بادشاہ نے ہندوستانی فوجوں سے کوئی خط و کتابت کی ہو لیکن وہ ویسی فوج کی نسبت جب کہی کہیں لڑائی ہو کر تھی تو متفکرانہ طور سے دریافت کیا کرتے تھے اور چونکہ وہ گورنمنٹ برطانیہ سے ناخوش تھے اس لئے اس کی رُک اور ہزیمت کی خبریں شوق سے سنتے تھے۔ انکا خیال تھا کہ ماسوا برطانیہ کے جو حکمران آئیں گے وہ ان سے بوجہ نسل شاہی ہونیکے نہایت عزت و توقیر سے پیش آئیں گے۔ مگر ہوتے دن بعد ان کو یقین ہو گیا کہ گورنمنٹ برطانیہ کی تباہی کے ساتھ ہی ان کی خوش اقبالی بھی ان کے ہاتھوں سے چٹی جائے گی۔

مجھے چھی طرح یاد نہیں ہے لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ الحاق پنجاب کے بعد بسبب موقوفی محبتہ کے دہلی رجمنٹ کی بغاوت کی خبر بادشاہ کو پہنچی تھی اور مجھے وہ ہینہ تو یاد نہیں جبکہ کلکتہ کی رجمنٹ کے سب سے پہلے نے کار توں لینے سے انکار کرنے کی خبر پہنچی تھی۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ کلکتہ کے کسی اخبار سے اطلاع موصول ہوئی تھی اور جب کار توںوں کا چرچہ جا بجا پھیلا ہوا تھا تو یہ قیاس کیا گیا تھا کہ جتنا زیادہ چرچہ ہو رہا ہے اتنا ہی جوش و غضب

ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل جائیگا اور دیسی فوج بڑھ جائیگی۔ اس کی حکومت کا خاتمہ کر دیگی۔ اس وقت بادشاہ نے ظاہر کیا تھا کہ اس وقت ان کی حالت نہایت عمدہ ہوگی کیونکہ جو طاقت حکمراں ہوگی وہ ان کی قدر و منزلت کرے گی۔

خاندان شاہی کے شہزادے کہا کرتے تھے کہ بسبب قلت رد پیر فوج یا تو نیپال چلی جائے گی یا ایران۔ مگر بادشاہ کے پاس نہ تھہر گئی۔

گوئے کار تو سوں کا اجلا ظاہری بناوٹ کا باعث مانا جاتا ہے مگر اصل ایسا نہیں تھا دیسی فوج کے بعض افراد بہت روز سے اسکی کوشش کر رہے تھے کیونکہ گورنمنٹ برطانیہ سے ناخوش تھے اور کہتے تھے کہ ان سے بہت جا بڑا بناؤ کیا جاتا ہے۔ نئے کار تو سوں کا بہانہ لیے حسب مطلب پاکر انہوں نے اپنا کام نکالا۔ انہی باغیوں اور سازشیوں نے اسے اپنے اغراض کی ٹیٹی بنا کر اور کچھ اور مذہبی عنصر ملا کر تمام فوجوں کو حکمرانوں سے برگشتہ کر دیا۔ نیز انہیں یقین تھا کہ انہی کی بدولت گورنمنٹ قائم ہے اور گورنمنٹ ان سے نہیں لڑ سکتی عام لوگ (اصلیت سے) بالکل بے بہرہ تھے اور خیال کرتے تھے کہ گورنمنٹ نے ہمارے مذہب کو برباد کرنے کی ٹھانی ہے اور دراصل یہی امر غور طلب ہے۔ کیونکہ کما نڈر انجیف نے خود تھیمہ کیا تھا کہ وہ دو سال میں تمام ہندوستان کو عیسائی کر لیں گے اور دیسی وجہ سے باغیوں کی عیارانہ چال چل گئی۔ اور ناواقف پبلک نے ان کی بات کو سچ جانا۔

میرے خیال میں تو دیسی فوج بہت پہلے سے گورنمنٹ کی مخالف تھی۔ اور اگر نئے کار تو س جاری بھی نہ کئے جاتے تو ہم وہ بناوٹ کا کوئی دوسرا بہانہ ڈھونڈ لیتی۔ کیونکہ اگر سبھیوں کو محض مذہبی وجوہات مانے دیتے تو وہ فوراً

مقدمہ

ذکری چھوڑ دیتے اور اگر انہیں ملازمت کرنی ہوتی تو وہ بغاوت نہ کرتے۔
 بادشاہ کا خیال تھا کہ گورنمنٹ لوگوں کے مذہب میں مغل ہونا چاہتی
 ہے مگر میں بجا دیا کرتا تھا کہ یہ صرف بد معاشوں کی اٹائی ہوئی بات ہے۔ اور
 انگریز بڑے عقلمند ہیں وہ ایسا کوئی کام نہ کریں گے جس سے کسی کے مذہب میں مغل
 ہو اور وہ کسی فوج کو جس سے عمدہ خدمات کی توقع رکھتے ہوں کہی صدر
 نہ پونچائیں گے۔ جب کہی میں بجاتا یا بادشاہ میری رائے سے اتفاق کرتے مگر
 پھر خواجہ سراؤں اور مصاحبوں کے بہکانے سے اپنے دیرینہ خیال پر اُجھرتے تھے
 میری موجودگی میں میرٹھ سے کوئی خبر موصول نہیں ہوئی تھی دو شنبہ کو
 طلوع آفتاب کے بعد ایک والینٹر سپاہی جو لاہوری دروازہ پر تعینات تھا
 آیا اور دیوان خاص کے خدمتگاروں سے کہا کہ میرٹھ میں سرکاری فوجوں نے
 بغاوت کر دی ہے اور وہ بہت جلد دہلی پہنچنے والے ہیں۔ اس خبر کے ایک گھنٹہ
 بعد ہی دہلی چھاؤنی کی محنت قلعہ میں گھس گئی اور اس کے بعد میرٹھ کی فوج آئی۔
 میری موجودگی میں کبھی ایسا تذکرہ نہیں کیا گیا کہ میرٹھ میں کار تو سوں
 سے افکار کرنے کی بنا پر سپاہیوں کو کورٹ مارشل ہوا ہے اور یہ غیر
 ممکن نہیں ہے کہ پانچ باجھ روز بعد بذریعہ اخبارات معلوم ہو گیا ہو۔
 مجھے یقین نہیں ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کی طرف سے تحقیق حالات
 کے لئے میرٹھ بھیجا گیا ہو، نہ میں نے سنا کہ زینت محل نے کسی کو میرٹھ روانہ
 کیا ہے۔

بادشاہ کو اس وقت حیرت ہوئی جب ایک بیک فوجیں ان کے پاس گئیں
 مجھ کو خود تعجب تھا کہ بغیر اطلاع اور بے شان و گمان یہ کیونکر آئیں۔ تاہم جب سے
 کار تو سوں کا ذکر سنا تا یہ خیال کر لیا تھا کہ کچھ نہ کچھ آفت ضرور آکر رہے گی۔

اسی روز شام کو جبکہ فوجیں آئی تھیں۔ میں نے بادشاہ کو بجا دیا تھا کہ ایسے لوگوں سے بھلائی کی امید رکھنا بے سود ہے۔ جنہوں نے اپنے مالکوں سے بغاوت کی ہو۔ اور پھر میں نے لفٹنٹ گورنر اگرہ کو بادشاہ کی طرف سے لکھ دیا تھا اور اطلاع دیدی تھی کہ فوجوں نے اپنے انگریز افسروں کو قتل کر ڈالا ہے۔ اور بادشاہ کی بے بسی کا ذکر کر کے مدد طلب کی گئی تھی۔

صبح مجھے بادشاہ سے دو بدو ہو کر گفتگو کرنے کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ قلعہ فوجوں سے بھرا پڑا تھا۔ اور میں کوئی گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔

بادشاہ باغیوں کی آمد کے لئے پہلے سے تیار نہیں تھے چنانچہ جب میں نے اور غلام عباس وکیل نے اکر کہا کہ قلعہ دار صاحب اور ایجنٹ لفٹنٹ گورنر نے درخواست کی ہے کہ دو توپیں لاہوری دروازہ پر اور دو پالکیاں پکتان ڈگلز کے مکان پر پہنچا دی جائیں تو انہوں نے فوراً حکم دیدیا اور کچھ غدر نہ کیا۔

کوئی نہیں بتا سکتا کہ چپاتیوں کی تقسیم کا کیا مطلب تھا یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ سب سے پہلے یہ تدبیر کس نے نکالی تھی۔ قلعہ کے تمام لوگ حیرت میں تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے اور میں نے بذات خود بادشاہ سے اس مسئلہ پر گفتگو نہیں کی۔ مگر دیگر لوگ ان کے روبرو اس کا چرچہ کرتے اور متحیر ہوتے تھے کہ یہ کیسا اسرار ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ چپاتیوں کی ابتدا فوجوں میں سو نہ اودہ سے شروع ہوئی تھی۔ پہلے پہل میں خود حیرت میں تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے مگر سمجھتا تھا کہ یہ کسی خاص سالہ کی طرف دلالت کرتی ہیں بعض کا خیال یہ تھا کہ چپاتیوں کی ایجاد فوج سے ہوئی جو کسی رمز کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ بعض کا اعتقاد تھا کہ ان میں کچھ جادو ہے۔ کیونکہ وہ تمام ملک میں پھیل گئی تھیں۔ مگر یہ نہیں چاہا کہ کس جگہ

سے پہلے کئی تھیں اور ابتدا کس شخص نے کی بعض کا قیاس تھا کہ کسی کامل بزرگ کی ایجاد کی ہوئی ہیں تاکہ ملک کے لوگوں کا مذہب اچھوتا ہے جس کی نسبت خیال تھا کہ گورنمنٹ خراب کرنا چاہتی ہے۔

مجھے افسران فوج سے معلوم ہوا تھا کہ انہوں نے بغاوت اس وجہ سے کی کہ گورنمنٹ نے کار توپوں میں چربی اور آٹے میں ہڈیاں ملائی تھیں۔ تاکہ لوگوں کا دہرم خراب ہو جائے اور عموماً ان کے ہتیار اٹھانے کا یہی سبب بتایا جاتا ہے لیکن میں نے جید رحمن سے جو دیسی افسروں کا گمراہ دست تھا یہ سنا ہے کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ اگر ہلوگ باہم متفق ہے تو گورنمنٹ کی فوجیں ہمیں شکست نہ دے سکیں گی اور ایک روز ہم تاج و تخت کے مالک بن جائیں گے میں سمجھتا ہوں کہ دیسی فوجوں نے ملک گیری کی ہوس میں بغاوت کی تھی اور مذہب کی آمیزش صرف ان کے اصلی ارادوں کی پردہ پوشی تھی اگر وہ مذہب کے لئے لڑ رہے ہوتے تو کبھی لوگوں کے مکانات نہ لوٹتے اور طرح طرح کے ظلم کرتے بلکہ صرف گورنمنٹ برطانیہ سے سرگرم جدال رہتے۔ بغاوت کرنے کے بعد مسند فوجیں اکثر کہا کرتی تھیں کہ اب وہ تاج و تخت کی مالک ہیں اور مختلف شہزادوں کو مختلف صوبہ جات میں لجا کر حکومت دینگے۔

نمبر ۳ دیسی پیادہ رجمنٹ نے کہا کہ انہوں نے غدر سے قبل ہی میرٹھ کی فوج سے مشورہ کر لیا تھا اور تمام جھاڑیوں سے بذریعہ خط و کتابت ملے کر لیا تھا کہ سب دہلی میں اکٹرا جائیں۔ دیسی پیدل کے اس بیان سے مجھے خیال گزرا کہ دہلی کے سپاہیوں کے نام جو خطوط موصول ہوئے تھے ان میں اسی قسم کی باتیں ہوتی ہوں گی۔

دہلی کی باغی رجمنٹوں نے کئی اور رجمنٹوں کو اپنے ہمراہ شامل کرنے کے لئے

تحریر کیا تھا۔ اور بادشاہ نے بیشک باغی افسروں کی درخواست پر پہنچ 'فیروز پور' وغیرہ کی فوجوں کو اکرا شامل ہونے کے احکام جاری کئے تھے۔ دہلی کے باغیوں کے خطوط کا مضمون بالعموم یہی ہوتا تھا کہ "ہم میں کے پیشا رہیاں آگئے ہیں کیا تم بھی حسب وعدہ فوراً آؤ گے" باغی افسروں کی استدعا پر بادشاہ منشیوں کو حکم دیدیا کرتے تھے کہ جیسا وہ دافسر چاہیں لکھ دو فوج کی بغاوت کے متعلق میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جو کچھ مجھے معلوم تھا وہ بتا دیا۔

قبل از بغاوت فوجوں نے طے کر لیا تھا کہ اپنی اپنی چھاؤنی کے انگریز مرد و عورت کو اور بچوں کو قتل کر ڈالیں گے مگر میں مفصل نہیں بتا سکتا کہ انہوں نے کیا بندوبست کیا تھا۔ اتنا میں جانتا ہوں کہ ان کی جلد تدا بیر اس وقت کی تیار کردہ نہیں تھیں جب ہنگامہ برپا ہو چکا تھا۔

میں نے نہیں سنا کہ باغیوں نے اپنا کام شروع کرنے کے لئے کوئی خاص تاریخ مقرر کی ہو۔ اگر کی ہوتی تو ان کے خطوط میں ضرور اس کا حوالہ ہوتا حالانکہ کسی خط میں کچھ نہیں تھا۔ میرا مدعا اس قسم کے حسب ذیل جلوں سے ہے تم نے فلاں تاریخ کو بغاوت کا وعدہ کیا تھا لیکن تم اب تک نہیں آئے پس تم نے اپنا وعدہ وفانہ کیا۔

میں نے ہنگامہ برپا ہونیکا اوپر ذکر کیا ہے۔ میرا مقصد میرٹھ کے ہنگامہ سے ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ ہنگامہ مذکور اچانک نہیں برپا ہوا۔ بلکہ عرصہ دراز سے تدبیریں نچت و پڑھ رہی ہوں گی۔

میرٹھ کی بغاوت کا دفعہ ہوا جانا اس سبب سے ہو گا کہ انکو انگریز افسروں کے جبر و انتقام کا خوف تھا چنانچہ گلاب شاہ افسر کیولرائی نہر ۳ میرٹھ، بیباں اگر بیان کرتا تھا کہ انہوں نے (گورنمنٹ نے) فوجوں کو بے ہتیار کر دیا ہے۔

اور سواروں کو مارا خود کر لیا ہے۔

نئے کاروتوں کے ساتھ ہی سپاہیوں کو اور کئی تکالیف و پریشانی تھیں جس سے ان میں گورنمنٹ کی طرف سے بدظنی پیدا ہو گئی تھی فوجوں کو کم رخصت ملنے لگی تھی۔ بہتہ بند کر دیا گیا تھا۔ فوجوں کو جہازوں پر سمندروں میں روانہ کیا جاتا تھا وغیرہ۔ لیکن انہوں نے سب سے بڑھ کر اپنی بغاوت کا باعث اجرائے کاروتوں قرار دیا تھا۔ ان کی دیگر تکالیف پر چنداں التفات نہیں کیا جاسکتا تھا اور اس کا سبب بالکل روٹن ہے۔ یہی کاروتوں کو بدنام کرنے سے انہیں ایک مذہبی موقعہ مل گیا تھا۔ اور انجان لوگوں کو پورا یقین تھا کہ بیشک وہ مذہب کے لئے لڑ رہے ہیں۔

باقی گورنمنٹ برطانیہ کے لئے بہت حقارت آمیز الفاظ استعمال کرتے تھے وہ انہیں نصاریٰ، کفار، وغیرہ ناموں سے یاد کرتے تھے، لیکن بالکل پایہ ثقاہت سے گھرے ہوئے الفاظ استعمال نہ کرتے تھے وہ اکثر کہتے تھے کہ گورنمنٹ کسی رئیس کو کچھ زمین یا کوئی علاقہ نہ دے گی اور ہندوستانیوں سے مہربانی سے پیش نہ آئے گی۔

وہی فوج میں ہندو، مسلمان دونوں گورنمنٹ سے ناخوش تھے۔ مگر شہر میں (دہلی میں) مسلمان بہ نسبت ہندوؤں کے زیادہ ناراض تھے۔ اور انکی ناخوشی کا سب سے بڑا سبب تھا کہ بقر عید کے موقع پر گاؤں کشتی کا جھگڑا ہو گیا تھا اور مقامی حکام کا فیصلہ مسلمان آبادی کے موافق نہ ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی مشہور تھا کہ گورنمنٹ سور کا گوشت کھلا کر ہندوستانیوں کو عیسائی بنانا چاہتی ہے،

۱۔ نصاریٰ کا عقلی ترجمہ زورین (دشمن) ہے اور عیسائی جو عیسائیوں کیلئے مستعمل ہے

بعد ازاں یہ افواہ ہوئی کہ امیر (دلی پیدل) سپاہیوں نے اپنے افعال شنیع سے توبہ کی ہے اور انکی توبہ کا ثبوت یہ ہے کہ مخفی طور پر وہ جہنم سے علیحدہ ہو گئے ہیں حالانکہ بات یہ تھی کہ بعض لوگوں نے ترقی تنخواہ و سرفرازی عہدوں کے لئے اپنے افسروں کو درخواستیں دی تھیں چونکہ انکی درخواستیں نامنظور کی گئیں اسوجہ سے وہ نوکری چھوڑ کر چلے گئے۔

شہزادے یا اہل قلعہ پہلے سے آگاہ نہیں تھے کہ دہلی والی نیرت جہنم نے گورنمنٹ کے برخلاف میرٹھ کی فوجوں سے سازش کی ہے یہ صرف اسوقت آشکارا ہوا جب باغی فوجوں کے افسروں نے دہلی میں اس کا تذکرہ کیا۔ میرے خیال میں ہندوستانی روسا اور سپاہیوں کے مابین بغاوت کے قبل کوئی خط و کتابت نہیں تھی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو روسا کے خطوط میں ضرور کچھ نہ کچھ اشارات ہوتے۔ مزید برآں باغی فوجوں کا کچھ حصہ ان والیان یا ست کے پاس چلا جاتا جو سازش میں شریک ہوئے تھے مگر ایسا نہیں ہوا۔ لہذا میرے خیال میں باغیوں نے خود ہی اپنی مرضی سے ہنگامہ برپا کیا کسی والی ملک کی تحریک پر نہیں۔ کیونکہ موخر الذکر حالت میں یا تو خود باغی ہی جا کر اپنے محروں سے ملجاتے یا انہیں شرکت کرنے کے لئے طلب کرتے۔

دیباقتی باشندوں پر باغی فوجوں کا کچھ اثر نہیں تھا۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ ان سے بہت نرمی سے پیش آتے نہ کہ ان کے مکانات کی لوٹ مار اور انہر جہ و تعدی روا رکھتے۔ ہنگامہ برپا کرنے کے پیشتر باغی دہلی کی مسلمان آبادی سے ملے ہوئے نہیں تھے۔ اگر ملے ہوئے ہوتے تو دہلی کے مسلمانوں پر ایسا ستم نہ توڑتے جیسا کہ انہوں نے توڑا۔

شہر کے ذیل طبقوں کو تحریک کی ضرورت نہ تھی اسوقت کی اہل چل اہل

محشر خیزی نے انہیں سپاہیوں سے متفق ہونے کی جرأت دلائی تھی۔ میرا خیال ہے کہ گوجروں اور سپاہیوں کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن سپاہیوں نے بعد میں دہلی کے قرب و جوار میں رہنے والے چند گوجروں کو بادشاہ سے دو نکائے دوائے تھے جو انگریزی کمپ کی رسد لوٹ لیا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک شخص راؤ نامی کو ضلع بلند شہر میں سکندرہ کے متصل ایک نقارہ عطا کیا گیا تھا جو اسی منصب پر مامور تھا۔

دوران ہنگامہ میں حکومت انگریزی کو برا اور خراب نہیں کہا گیا جن لوگوں نے سپاہیوں کا حد سے بڑا ہوا ظلم دیکھا تھا وہ کیونکر حکومت انگریزی کے خلاف کہہ سکتے تھے۔

کیولائے افسروں میں گلاب شاہ پیدل چنبٹوں میں افسران الگزنڈر چنبٹ، بادشاہ کے ملازموں میں شیدی ناصر خاں اور بسنت خواجہ سراہی خاص اشخاص تھے جنہوں نے انگریزوں کے قتل کی تحریک کی۔ سبب یہ ہے کہ گلاب شاہ اور اس کی جماعت باغ جیات بخش میں مقیم تھے اور شاہی ڈیوٹی پر خواجہ سراؤں کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے۔

میں نے اس معاملہ میں بادشاہ سے گفتگو کی تھی اور اس وقت خواجہ سراہی موجود تھے۔ ان لوگوں نے (خواجہ سراؤں نے) گلاب شاہ کی درخواست پر انگریزوں کے قتل کا حکم دینے کے لئے التماس کیا۔ اور میں نے بادشاہ کو سمجھایا کہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ دینیوی فوائد کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی انکار ہا کر دینا زیادہ مفید ہو گا۔ اور پھر میں نے ان سے کہا کہ مفتیان شرع سے عورتوں اور بچوں کے خلاف قتل فتویٰ دیکر افسران فوج کو دکھائیں اور یہ بھی سمجھایا کہ انہیں اگر حالات میں رکھا جائے تو

کسی محفوظ مقام پر اپنے ہی بچوں جیسا سمجھا جائے اور اس کے نتائج بھی جتانے اور سردار محمد اکبر خاں والی کابل کی نظیر پیش کی جنہوں نے دوران جنگ کے گرفتار شدہ انگریزوں کو بچایا تھا اور اسی سبب سے امیر دوست محمد خاں و محمد اکبر خاں کے والد کو کس طرح آنا دی ملی جو انگریزوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے تھے۔

میری ہی باتوں کا اثر تھا کہ بادشاہ نے انگریزوں کے قتل کو منسوخ کر دیا اور دو روز تک یہی حالت رہی لیکن بعد میں درخواست کنندوں نے بادشاہ پر بہت زور ڈالا کہ وہ اسکی منظوری دیں اور خواجہ سرافعی بسنت و ناصر نے قیدیوں کو گلاب شاہ کے حوالہ کر دیا جس نے سب حوض لیا کر قتل کر ڈالا۔

اگر بادشاہ ان بچوں اور عورتوں کو اپنے زمانہ نچالے نہیں رکھتے اور سپاہیوں کے مطالبہ کرنے پر بچا دیتے کہ پہلے وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو قتل کر ڈالیں تو غالب تھا کہ سپاہی حرم مراٹے شاہی میں گھس کر جبراً قیدیوں کو نہ نکال سکتے اور قتل کرنے کی جرات نہ کرتے۔

اگر بادشاہ نے جان بوجھ کر ایسا کیا اور کیا وہ اکثر سپاہیوں سے اپنے ارادے کی نسبت کچھ نہ کچھ کہہ کر کرتے تھے۔ اگر بادشاہ کی منظوری نہ ہوتی تو یہ ممکن نہ تھا کہ سرکاری کاغذات میں بادشاہ کا نام ہوتا کہ انہوں نے منظوری دی۔

انیت اور الکنڈر منڈر منڈوں کے افسر انگریزوں اور عیسائیوں کے سخت مخالف تھے۔ اور اگر گلاب شاہ، بسنت و ناصر ہر دو خواجہ سرا قیدیوں کو قتل نہ کر دیتے تو خود وہ لوگ جا کر عیسائیوں کے قتل کا مطالبہ کرتے لیکن میں نہیں جانتا کہ ان سب میں کون کون سی عیسائیوں کا دشمن جانی تھا اور یہ عیسائی سرشدیدی ناصر الداد خان ولایتی، گلاب شاہ کے سواروں کے ہاتھوں تہ تیغ کئے گئے تھے جن میں کچھ بادشاہی ملازم بھی تھے۔ الداد خان ولایتی بادشاہ کی ملازمت میں تھا۔

سب سے پہلے باقاعدہ سوار آئے۔ پھر والینٹر جرنلٹ دہلی قلعہ میں داخل ہوئی سواروں کے ہمراہ والینٹروں کی دو کمپنیاں تھیں جو قلعہ کے دروازوں پر متعین کی گئی تھیں۔ والینٹر جرنلٹ کے افسروں نے چلا کر کہا کہ تیر میرٹھ سے آئے ہوئے سوار ہیں اور ویسی پیدل بھی بہت جلد آنے والے ہیں۔ چنانچہ میں نے دہلی جرنلٹ کے افسروں کے اقوال سے استنباط کیا کہ دہلی اور میرٹھ کی جرنیلوں میں گہری سازش تھی دیگر چھادنیوں کے سپاہیوں کو ان لوگوں نے کبھی دہلی آنے کے خطوط یا احکام نہیں لکھے البتہ صرف ان کے خطوط میں یہ تحریر ہوتا تھا کہ "کیا تم بھی آتے ہو۔"

میرے خیال میں کئی وجوہات ہیں جن کی بنا پر باغیوں نے دہلی کو منتخب کیا اول۔ دہلی میرٹھ سے جہاں سے بغاوت اٹھنے والی تھی بالکل نیک دیک تھی اور میرٹھ کی فوجیں دہلی والی فوجوں کی ہم خیال تھیں۔
دوم۔ دہلی میں معقول خزانہ اور بافراط ذخائر حرب تھے۔
سوم۔ دہلی میں شہر نہایت تھی جس سے شہر بالکل محفوظ رہ سکتا تھا۔
چہارم۔ شاہ دہلی کے پاس فوج نہیں تھی اور وہ کمزور و بیکس تھے۔
پنجم۔ بادشاہ کی شخصیت ایسی تھی جس کی توقیر اور فرمانبرداری ہر ہندو اور مسلمان فرض گردانتا تھا۔

فوجوں نے بادشاہ کو اپنے ارادے کی کوئی اطلاع نہیں دی اور نہ بادشاہ کو علم تھا کہ والینٹر جرنیلوں نے میرٹھ کی فوجوں سے سازش کی ہے میں نے نہیں سنا کہ اہل دہلی نے اغامات یا اراضی معافی کی مذہبی کی شکایت کی ہو۔ لیکن سپاہی کہا کرتے تھے کہ گورنر منٹ روٹہ رفتہ تمام انعام اور وظیفہ ضبط کر لے گی اور کسی کو فراغ البال نہ چھوڑے گی۔

الحاق اودہ کا دہلی میں بہت چرچہ ہوتا تھا۔ مگر دہلی کی اسلامی آبادی سبب
 سنی ہونے کے اسے بری نگاہوں سے نہ دیکھتی تھی۔ نیز ان کے ایک مولوی
 امیر علی نامی کونج چار پانچ سو سنیوں کے ہنرمان گڑھی کے موقع پر بادشاہ
 اودہ کے حکم سے توپ کے منہ اڑا دیا گیا تھا۔ اور وہ لوگ تو کہا کرتے تھے کہ
 شاہ اودہ کو اتنے یگانہ سنیوں کے خون بہانے کی سزا دی ہے جو اس کا ملاک چھینا
 دہلی کے ہندو باشندوں سے بھی میں نے کوئی ایسی بات نہ سنی جس سے معلوم
 ہو کہ وہ الحاق اودہ سے ناراض تھے۔ البتہ سپاہی کہا کرتے تھے کہ جس طرح
 انگریزوں نے اودہ پر قبضہ کیا ہے وہ رفتہ رفتہ تمام ملک پر قابض ہو جائیں گے
 میں نہیں خیال کرتا کہ اسباب بغاوت میں الحاق اودہ بھی ایک سبب ہو، میر خیال
 تو یہ ہے کہ سپاہیوں کے اظہار خُلق و رنج کا کوئی محل ہی نہ تھا۔ کیونکہ ان کا کچھ
 کھویا نہیں گیا تھا بلکہ برخلاف اس کے انہیں حکومت اودہ کے غلبوں سے نجات
 مل گئی تھی۔ جو سپاہی دہلی میں تھے۔ انہوں نے تو بالخصوص الحاق اودہ پر
 کبھی ناراضگی ظاہر نہیں کی۔ میں کہتا ہوں اگر الحاق اودہ نہ بھی ہوتا تب بھی سپاہی
 بغاوت کرتے۔ کیونکہ ان کی تدابیر بار آور ہو چکی تھیں۔ لکھنؤ کی تین یا چار
 رجنٹوں نے بادشاہ کو عرضی بھیجی تھی کہ اودہ پر پورا قبضہ کر لینے کے بعد وہ
 دہلی کی طرف بڑھیں گی اور انہوں نے انگریزوں کو پہلی گارڈیں محصور کر لیا
 قدرت اللہ خاں رسالدار ایک سو سواروں کے ساتھ تمام اودہ کی فوجوں کی
 طرف سے عرضی لیکر آئے تھے اور جواں نیت کے فریادہ دار شاہین باریاب تھے
 تھے انہوں نے ایک ہر بادشاہ کے حضور میں پیش کیا جو بہادر شاہ کے نام کا وہاں
 ہوا تھا۔ مگر ہر مدد پر ذیل الفاظ کندہ تھے۔

”سراج الدین بہادر شاہ غازی“

عرضی دہندوں نے یہی کہا کہ فی الحال فرزند واجد علی شاہ کو انہوں نے نگہداشت کر دیا ہے تاکہ وہ وزیر بہادر شاہ کی حیثیت سے رہے اور انکی فرمانبرداری کرے انہوں نے کہا کہ اس سے اس قسم کا اقرار نامہ بھی لکھو الیا گیا ہے کہ جب بادشاہ کی مرضی ہوگی تب مستقل طور پر گدی نشین کیا جائیگا۔ بادشاہ نے بخت خاں کو حکم دیا کہ منظور کی اور بندوبست کا ایک فرمان لکھ دیا جائے وہ سنہری اشرفیاں جنہیں قدرت خاں سے پیش کیا تھا اور چہرہ بادشاہ کا سکھ تھا۔ ابھی کشر صاحب دہلی کے قبضہ میں موجود ہیں میری دانست میں واجد علی شاہ نے ان کا روائیوں میں حصہ نہیں لیا اور اگر واجد علی شاہ وہی نقیان سے حصہ لیا ہوتا تو پوشیدہ نہ رہتا اور علاوہ اس کے دیگر اذکر لکھنؤ میں موجود نہ تھے۔ خود واجد علی شاہ اور انکے فرزند کے ہوتے ہوئے چھوٹا لڑکا کبھی گدی نشین نہیں ہو سکتا تھا۔

میرا خیال ہے کہ اوہ کی فوجیں بلی گارڈ پر قبضہ کرنے کے بعد ہی دہلی روانہ نہیں ہوئی ہونگی بلکہ نظام اوہ میں مصروف ہو گئی ہونگی۔ میں جانتا ہوں کہ واجد علی شاہ کے فرزند کا حکم جسے باغیوں نے گدی نشین کیا تھا بے نام تھا۔ میں سنہ کبھی نہیں سنا کہ قیام کلکتہ کے زمانہ میں واجد علی شاہ (اور باڈا) سے کوئی خط و کتابت ہوتی ہو۔ نہ مجھے ایسا یقین ہے کہ ایسا ہوا ہوگا۔ علی نقی خاں سے بھی کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی۔ البتہ سابق میں کچھ عرصہ تک مرزا حیدر کی وساطت سے ہوتی رہی تھی۔ لیکن جب اس نے لکھنؤ میں مشہور کر دیا کہ بادشاہ دہلی نے مذہب شیعہ اختیار کر لیا ہے اور بادشاہ نے دہلی میں انکار کیا کہ انہوں نے نہیں کیا تو مرزا حیدر نے بادشاہ کو لکھنا چھوڑ دیا اور پھر دہلی بھی نہیں آیا۔ اور چونکہ شاہ دہلی و شاہ اودہ کا قاصد بھی مرزا حیدر تھا اور وہ شاہ اودہ کے ہمراہ کلکتہ بھی نہیں گیا تھا۔ لہذا ان دونوں میں خط و کتابت نہیں ہوئی میں نے کسی

سپاہی سے نہیں سنا کہ خود بادشاہ اودھ یا ان کے کسی اہل خانہ نے انہیں بغاوت کی تحریک کی ہو۔ اودھ کی فوجوں کی نسبت اور کچھ میں کہہ نہیں سکتا کیونکہ وہ دہلی نہیں آئی تھیں۔

دوران بغاوت میں میں نے سنا تھا کہ مرزا حیدر لکھنؤ میں ہے مگر دیگر با اثر روسا کی طرح وہ بھی گورنمنٹ برطانیہ کے زیر نگین پٹی گارڈ میں محصور ہے۔

دوران ہنگامہ میں بادشاہ دہلی اور مرزا حیدر میں کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی۔ ان کے تمام تعلقات اسی روز سے منقطع ہو گئے جب کہ مرزا نے بادشاہ کا شیعہ ہو جانا لکھنؤ میں مشتہر کر دیا تھا۔ اب میں بیان کرتا ہوں کہ کن رحیمپور اور کن مقامات سے عرضیاں موصول ہوئیں۔

منہج

منہج کی فوج نے ایک درخواست بادشاہ کی خدمت میں روانہ کی تھی کہ وہ اگرہ پور منہج گئے ہیں اور شہر پر قبضہ کر لیا ہے مگر انگریز قلعہ بند ہو گئے ہیں جن کا محاصرہ کر لیا گیا ہے۔ "اے لکھا تھا کہ" اس کے پاس بھاری توپیں نہیں ہیں لہذا وہ دہلی اگر توپیں لیجائیں گے اور قلعہ فتح کرینگے اپنی درخواست میں ذکر کیا تھا کہ وہ انگریز فوجوں کو مار کر آگے ہیں۔ یہ عرضی متھرا سے لکھی تھی اور غوث خاں و دھیرا سنگھ صاحب دہلی کی طرف سے تحریر کی گئی تھی۔ درخواست مذکورہ ایک شہر سوار لایا تھا جو بخت خاں نے بادشاہ کے حضور میں پیش کی تھی اور منہج فوج کی بہت تعریف بیان کی کہ بادشاہ نے ایک حکم جاری کرنے کی ہدایت کی کہ وہ دہلی آجائیں۔ اور پھر ایک حکم لکھا گیا۔

بھانسی

قاضی نے بھانسی افواج کی درخواست لاکر خواجہ سراؤں کو دی جنہوں نے بادشاہ کے سامنے پیش کی، لکنے والوں نے درخواست کی تھی کہ انہوں نے

اپنے انگریز افسروں کو مار ڈالا ہے اور اب دہلی آنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب میں یہ لکھ دینے کی ہدایت کی کہ وہ آجائیں۔

دانا پور (دینا پور)

غدر کے ڈھائی ماہ بعد دہلی فوج کے افسر کے ذریعہ دینا پور کی ایک درخواست موصول ہوئی تھی جس میں لکھا تھا کہ کیا تو بھلوگ روانہ دہلی ہو گئے یا ہونا چاہتے ہیں بادشاہ نے حکم دیا کہ آجائے گئے لکھ دیا جائے میں یقیناً نہیں کہہ سکتا کہ واقعی فوجیں آئیں یا نہیں۔

الہ آباد

دوسرا ہی مسافروں کے بھیجے میں آئے اور الہ آباد کی فوجوں کی درخواست پیش کی جو غدر کے ڈیڑھ ماہ بعد افسران والینٹر جمبٹ کے ذریعہ بادشاہ کے حضور میں پہنچائی گئی۔ انہوں نے بادشاہ کی درخواست کی کارکھار کیا تھا اور لکھا تھا کہ وہ دہلی آنا چاہتے ہیں انہیں جواب بھیج دیا گیا کہ آجائیں۔

علی گڑھ

غدر کے ڈھائی ماہ بعد دہلی کے ایک فوجی افسر کی معرفت ایک درخواست پیش ہوئی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ قاصد کے ذریعہ آئی تھی یا بذریعہ ڈاک، بہر حال مضمون یہی تھا کہ غرضی دسینے والے دہلی روانہ ہونے والے ہیں انہیں جواب لکھ دیا گیا کہ وہ آجائیں۔

متھرا

غدر کے بیس روز بعد قاصد متھرا سے ایک درخواست لایا تھا جو والینٹر جمبٹ کے افسروں نے بادشاہ کے سامنے پیش کی لکھنے والوں نے اطلاع دی تھی کہ وہ دہلی روانہ ہو گئے ہیں اور اپنے ہمراہ ایک خوانہ لارے ہیں جسب متھرا

جواب دیدیا گیا تھا تھوڑے عرصہ بعد یہ فوجیں ایک لاکھ روپیہ لیکر حاضر ہوئیں۔

بلند شہر

مرزا نعل نے ایک سپاہی کو جو بلند شہر کا تھا بادشاہ کے حضور میں پیش کیا وہ ایک درخواست ہمراہ لایا تھا جس میں مذکور تھا کہ فوجیں تمام خزانہ جو ان کے قبضہ میں ہے لیکر دہلی آ رہی ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے ہمراہ تیس ہزار روپیہ لائی تھیں مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ دہلی آتے آتے وہ پانچ حصہ خود ہضم کر چکی تھیں۔

روٹکی

مجھے یقین ہے کہ ایک سپاہی مسافر کے بھیس میں آیا تھا اور روٹکی افواج کی طرف سے ایک عرضی ہمراہ لایا تھا جو غدر کے ڈیڑھ ماہ بعد بذریعہ افسران منبرہ رجسٹر بادشاہ کے حضور پیش کی گئی۔ مضمون یہ تھا کہ سالمان، دہلی روانہ ہونیکے خواہش مند ہیں اور دل و جان سے بادشاہ کی خدمت کرنی چاہتے ہیں حسب سٹو جواب دیدیا گیا اور تقریباً ۳۰ خندق کھونے والے مزدور قادیان کی زیرکمان آئے مرزا خیر سلطان سے اور اس افسر سے بہت راہ و رسم تھی اور بادشاہ پر بھی اس کا اچھا اثر تھا۔ وہ اکثر فوج کی رویہ لگی کے وقت (مشورہ کے لئے) طلب کیا جاتا اور بخت خاں سے ملکر شہر کے سناہو کاروں سے روپیہ فراہم کرنیکا حکم حاصل کر چکا تھا

فرخ آباد

بخت خاں نے دہلی آتے وقت فوج کا کچھ حصہ فرخ آباد میں چھوڑ دیا تھا غدر کے دو ماہ بعد بادشاہ کو حقیقت حال سے اس نے مطلع کیا۔

ہانسی

دو توار ہانسی سے درخواست لائے جس میں تحریر تھا کہ وہ لوگ بادشاہ کے لئے جنگ کر رہے ہیں اور اب مذہب کی خاطر لڑنے کے لئے دہلی روانہ

ہونے والے ہیں مجھے خیال ہے کہ اغلباً گلاب شاہ کمانڈر افواج میرٹھ نے بغاوت کے چھ ہفتہ بعد یہ درخواست پیش کی تھی۔



سرسے تین درخواستیں موصول ہوئی تھیں، ایک بخانب گوری مشنکرا فرسٹ ٹیکور رجمنٹ "دوسری ایک کیولرے رسالدار کی طرف سے جس کا نام یاد نہیں رہا، تیسری شہزادہ محمد عظیم متعلق محکمہ سیرت کی تھی۔ ان میں انہوں نے لکھا تھا کہ وہ شاہی خدمات کو اعلیٰ طریقہ سے انجام دے چکے ہیں اور تمام ضرورتیں شدہ لیکر دہلی آئے ہیں، مگر سے چھ ہفتہ بعد دو قاصدوں کے ذریعہ یہ عرضیاں موصول ہوئی تھیں جسب دستور جواب تحریر کر دیا گیا۔ تھوڑے روز بعد فوجیں تیس ہزار روپے ۲۰۰ ہیل اور ۵۰ یا ۶۰ بیٹریں لیکر دہلی میں وارد ہوئیں۔

کرناٹ

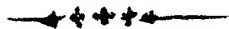
کرناٹ کی فوجوں کی کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی۔

نصیر آباد

دو سپاہیوں نے ایک درخواست لاکر پیش کی جس میں حسب معمول تحریر تھا کہ ہم دہلی آنا چاہتے ہیں مرزا نعل نے بادشاہ کے حضور میں پیش کی اور حسب دستور جواب تحریر کیا گیا۔ دو یا ڈھائی ہزار کے درمیان پیدل سپاہ توپوں کی معقول تعداد لیکر وارد ہوئی۔

ساگر وجینپور

مجھے یقین ہے کہ غالباً ان مقامات سے درخواستیں آئی تھیں اور جواب دانا کرنے گئے تھے۔



پنجاب (فیروز پور)

ایک سپاہی نے جو فقیر کے بھیس میں تھا فیروز پور افواج کی ایک درخواست پر پنجابی تھی مرزا مغل نے ذہ بادشاہ کے حضور میں گزرائی۔ قاصد سے کہا گیا کہ دوسرے روز حکم لکھا جائیگا۔ اس شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ فیروز پور سے آ رہا ہے اور فیروز پور کی فوجیں دہلی آنے کے لئے آمادہ ہیں اور انہوں نے گورنمنٹ برطانیہ سے بغاوت کر لی ہے۔ میں نے بے یقین خود اس درخواست کو نہیں دیکھا نہ مرزا مغل نے مجھے بتایا کہ فیروز پور سے کوئی درخواست موصول ہوئی ہے، غدر سے چھ ہفتے بعد اور حجت خاں کے آئیے قبل یہ درخواست آئی تھی۔

انبالہ

ایک سپاہی انبالہ چھاؤنی سے فقیر کے بھیس میں آیا تھا اور درخواست ہمارے لایا تھا لیکن میں یقینی نہیں بنا سکتا کہ آیا جواب تحریر کیا گیا تھا یا نہیں۔

پھلور

اگر مجھے ٹھیک یاد ہے تو شاید ایک افسر تہلی رحبت (نمبر ۲ پیدل رحبت) فوج پھلور کی طرف سے ایک درخواست لایا تھا لیکن اس کے ہمراہ کوئی فوج نہ تھی ابتداءً ہنگامہ کے دو ماہ بعد عرضی آئی تھی اور سالکان نے تحریر کیا تھا کہ وہ پھلور میں بادشاہ کی خدمت انجام دینے کے بعد دہلی روانہ ہو جائیں گے۔ معمولی جواب روانہ کیا گیا تھا بہت عرصہ بعد ۲۰۰ آدمی دہلی پہنچے۔

جالندھر

مجھے خیال ہے کہ شاید مسافروں کے بھیس میں چند سپاہی دہلی آئے تھے اور جالندھر قلعہ میں سبت رحبت (نمبر ۱ دیسی پیدل) کی طرف سے درخواست پیش کی تھی۔ موافق معمول مضمون تھا اور ویسا ہی جواب دیدیا گیا۔

سیالکوٹ

کوئی سپاہی سیالکوٹ سے درخواست لیکر نہیں آیا البتہ غدر کے دو مہینے سے بھی زیادہ عرصہ بعد باغی رجمنٹ کے ایک افسر نے ایک درخواست بادشاہ کے حضور میں پیش کی تھی سائلوں نے دہلی آنے کا اشتیاق ظاہر کیا تھا جو روانہ کوئیے کا حکم ہوا۔ میں نے خیال نہیں کیا کہ آیا کوئی فوج آئی یا نہیں۔

جھلم

جھلم سے بہت عرصہ بعد یعنی آغاز غدر کے تین ماہ بعد درخواست موصول ہوئی تھی اور میرا خیال ہے کہ قادیان میں کمانڈر سفرمینار وڈ کی کی معرفت پیش کی گئی تھی مضمون حسب معمول اور ویسا ہی جواب تھا۔

راولپنڈی

دوسرا سپاہی برہن سیاحوں کے بھیس میں راولپنڈی سے عرضی لائے تھے جس میں دہلی آنے کی خواہش اور بادشاہ کی خدمت کرنے کی التجا تھی۔ عرضی مذکورہ افسران سپرٹ رجمنٹ نے بادشاہ کے حضور میں پیش کی موافق معمول حکم لکھایا گیا بغاوت کے دو ماہ بعد یہ درخواست موصول ہوئی تھی۔

لدھیانہ

میں نے سنا تھا کہ ایک درخواست لدھیانہ سے موصول ہوئی اور مجھے یقین ہے کہ آئی ہوگی لیکن یہ نہیں جانتا کہ کسے توسل سے آئی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ غالباً جواب بھی دیدیا گیا تھا۔ مجھے اس کا مضمون یاد نہیں رہا۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ انہوں نے دہلی آنے کی خواہش کی تھی۔ اور غالباً غدر سے دو ماہ بعد درخواست موصول ہوئی تھی۔

ان مقامات کی افواج نے کوئی درخواست نہیں روانہ کی مگر بنا اس

اعظم گڑھ، گوردھپور، کانپور، میرٹھ، سہارنپور، بجنور، مراد آباد، فتح گڑھ، فقیروں، پٹی، بڈوہ،
اگرہ، شاہجہانپور، غازی پور،

نیز ان افواج کی طرف سے کوئی عرضی موصول نہیں ہوئی۔ امرتسر، ہوشیار پور،
کانگرہ، لاہور، انک، پشاور، ملتان، گوگیرہ، ڈیرہ اسماعیل خاں، ڈیرہ غازی خاں
شاہ پور، خان گڑھ، بیا، "بیا" نیز کلکتہ یا "بارک پور" یادگیر مشرقی چھاؤنیوں سے
کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی، بمبئی یا سندھ کی فوجوں کی کوئی درخواست نہیں
آئی لیکن باغیوں نے بادشاہ سے کہا تھا کہ انہیں بمبئی کی فوج نے لکھا ہے
اگر وہ دہلی آرہی ہے، میں نے یہ ایک بار یاد و بارستا تھا لیکن میں یقینی نہیں
کہہ سکتا کہ آیا کوئی درخواست آئی تھی یا نہیں۔

ایک درخواست علاقہ گوالیار کے کسی مقام سے جس کا نام میں بھول گیا ہے
موصول ہوئی تھی جس میں تحریر تھا کہ وہاں سپاس تو ہیں اور میگڑین کا آتما سانا
ہے کہ پانچ سو گاریاں اسکے لیجانے کے لئے چاہئیں لیکن دریائے چینل جو
درمیان میں مائل تھا غلیانی پر تھا اسوج سے وہ عبور نہیں کر سکتے، غند کے دو
ماہ بعد درخواست مذکورہ موصول ہوئی، تہی اور جواب لکھ دیا گیا تھا کہ جب دریا کا
زور کم ہو جائے تب آئیں۔

دہلی کے باغیوں اور بیکانیر، جلیسر، جو دھپور، بے پور، جھجھ، الور، کوٹہ
بوندی، کی فوجوں کے درمیان کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی، ان کی کوئی
درخواست دہلی میں موصول ہوئی۔ بادشاہ کے پاس جھجھ، بلہہ گڑھ، اور فرخ
نگر کے زور سار کی لادر دلی داد خاں والی مال گڑھ ضلع بلند شہر کی درخواستیں آئی
تھیں۔ انہوں نے بادشاہ کی وفاداری کا اعتراف کیا تھا اور حاضر و بارہے
کیلئے معذرت چاہی تھی اور لکھا تھا کہ اگر وہ آجائیں تو تمام امور مملکت درہم برہم

ہو جائیں گے۔ نواب جھجھڑے تین سو سواروں کو اپنے خسر عبدالصمد خان کے زیر
کمان روانہ کیا تھا۔ بلیو گڑھ سے پندرہ سو سوار روانہ کئے گئے۔ فرخ نگر سے کچھ
فوج نہیں آئی۔ ولیداد خاں نے فوج اور توپوں کے لئے لکھا تھا۔ مگر عرصہ
تک کچھ روانہ نہ کیا۔ بغاوت کے وقت خود ولیداد خاں دہلی میں موجود تھے پہر انہیں
دو آب کی حکومت دیدی گئی اور وہ دہلی سے چلے گئے۔

خان بہادر خاں نے ایک درخواست اور ایک سفیر بخت خاں کی معرفت
روانہ کیا تھا۔ نیز ایک ہاتھی، ایک کوسل گھوڑا، جیسے چاندی کا ساز و سامان تھا اور
ایک سو ایک طلائی اشرفیاں پیش کی تھیں۔ راؤ تلمارام نے کئی بار فوج طلب
کی۔ راؤ مذکور نے چالیس ہزار روپیہ روانہ کیا جو بذریعہ بخت خاں خزانہ میں
داخل کر دیا گیا۔ باغیوں کی استمداد پر مندرجہ ذیل روساء کو شقہ تحریر کئے گئے
کہ فوج و سامان جنگ لیکر فی الفور چلے آئیں۔

جھجھڑ، بلیو گڑھ، فرخ نگر، خان بہادر خاں بریلی، سچ پور، الور، جو جو پور، بیکانیر
گوالیار، بیجا پور اور جیسلمیر بیجا پور کو دو شقے لکھے گئے مگر انہوں نے کسی کا جواب
نہیں دیا۔ بخت خاں کی معرفت راجہ پٹیل کو ایک شقہ تحریر کیا گیا جس میں مذکور
تھا کہ ابوالاسلام کی سفارش سے ہمارا راجہ کا قصور بادشاہ نے معاف کر دیا
ہے اور انہیں مدد دینے اور بغض نفیس اکرانگریزوں سے جنگ کرنے کے لئے
لکھا گیا، ایک شقہ رئیس جہوں کے نام لکھ بخت خاں کے حوالہ کیا گیا کہ اسے روانہ
کرویں۔ انہوں نے پہلے ایک درخواست (جسے جعلی تصور کیا گیا تھا) روانہ کی تھی
جس کی بنیاد کہا جاتا تھا کہ راجہ گلاب سنگھ نے لکھی ہے۔ اس میں راجہ نے
لکھا تھا کہ وہ فوجیں لیس کر دہلی روانہ ہونگے اور راہ میں ہمارا راجہ پٹیل کی سرکوبی
کرنیچے اور امیر دوست محمد خاں راجہ جہوں کے دوست ہیں۔ لہذا وہ بھی بادشاہ

کی خدمات سے محروم نہ رہیں گے۔ رئیس اعظم جموں کو مع فوج لیکر دہلی میں لے گئے تاکہ
شقہ تحریر کیا گیا۔

نہیں ہجیر بلیمہ گڑھ، فرخ نگر، اور خان بہادر خاں بریلوی کے جواب لکے۔ مگر
مسندہ فزئل ریاستوں میں سے کوئی جواب نہیں آیا۔

جے پور، الور، جود پور، بیکانیر، گوالیار، جملیر، پٹالہ، جموں، ان رو سارے
جواب نہیں بھیجے۔ کیونکہ وہ بادشاہ کے طرفدار نہ تھے، جودھپور اور گوالیار کے راجگان
برٹش گورنمنٹ کی وفاداری میں ثابت قدمی دکھائی، اور گوان کی فوج باغی ہو گئی
تھی تاہم وہ خود برٹش گورنمنٹ کے سپے فیروز خواہ بنے رہے۔ بھرت پور میں کوئی شقہ نہیں
بھیجا گیا۔ کیونکہ دہلی کے سپاہیوں نے کہا کہ راجہ بالکل تاباں ہے اور وہاں کا کام
گورنمنٹ برطانیہ خود کرتی ہے۔

انڈور سے کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی نہ وہاں سے کوئی پیام آیا۔

باغی کنور سنگھ شاہ آباد کو کوئی خط نہیں لکھا گیا نہ پیام بھیجا گیا۔

راجہ بنارس یا راجہ ریوان یا خواب بانڈا سے کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی نہ وہاں

کا کوئی پیام آیا۔ نہ ان میں سے کوئی خود آیا۔

راجگان ناگپور اور بادشاہ کے مابین کوئی خط و کتابت نہ ہوئی۔

بھادور پور، کپورتھلہ یا پٹاڑی زیر شملہ کے رو سار کو بھی کوئی خط نہیں بھیجا گیا۔

راجہ نیپال کو کوئی خط نہیں لکھا گیا نہ وہاں سے کوئی آیا۔ باغی فوجوں کے وہی

میں متح ہو جانے کے بعد ان کی ریلے کے موافق راجگان و دالیان ریاست کو شقے

لکھے گئے، سو وقت انہوں نے راجہ نیپال کو کہنے کی خواہش نہیں ظاہر کی اس لئے

نہیں لکھا گیا۔

دالی گجرات یا نظام دکن یا رو سار جیلوچستان، امیر افغانستان و رو سار خجندہ

سے بادشاہ کی کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی۔

پہلے تو فوجوں نے الزام لگایا کہ شاہی ملازموں نے ان روسار کو جنہوں نے
 کچھ جواب نہیں دیا تھا شتے نہیں لکھے۔ مگر جب خمدانیوں نے لکھے اور کوئی جواب
 نہیں آیا تو وہ کہنے لگے کہ یہ سب غیر وفادار ہیں۔ اور گورنمنٹ برطانیہ کو نیست کر دینے
 کے بعد ان سے بھی ہمیں گے۔ مخبروں نے فوج سے کہا کہ وایان ریاست نیچر
 کا انتظار کر رہے ہیں اور ابھی ملتے ہوئے خوف کھاتے ہیں گوری شکر مخبروں کا
 ممتاز افسر کہا کرتا تھا کہ دہلی کے سامنے والی پہاڑی کی انگریزی فوجیں کانے ٹکی
 طرح کٹٹک رہی ہیں اور جو نہی یہ نکال دی جائیں تو سب تدا بیر درست ہو جائیں گی۔
 سپاہی کہتے تھے کہ پہاڑی پر صرف دو انگریزی رہتیں ہیں جن میں سے دیتین سو
 آدمی مائے جا چکے ہیں جب باقی ماندہ بھی ملے جائیں گے تو برٹش فوج خود بخود
 پہاڑی چوڑو دے گی۔ فوج کے کسی افسر نے نواب بھاو پور کو لکھنے کی خواہش
 نہیں کی اور نہ وہاں سے کوئی درخواست آئی۔ میرا یہ خیال ہے کیونکہ بادشاہ
 اور نواب مذکور کے درمیان پرانی عداوت تھی وہ یہ کہ جب نواب بھاو ل خاں
 سابق رئیس بھاو پور دہلی سے گزرے تو ان کے فرزند کو دیوان خاص میں
 داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا اور کہا تھا کہ جب تک وہ ہتھیار کھول کر اور
 زیورات اتار کر نہ آئے اندر آنے کی اجازت نہیں ہے اور وہ کسی حاکم کی درخواست
 موصول نہیں ہوئی۔ مولوی لیاقت علی پشیو لے مجاہدین کی ایک درخواست الہ آباد
 سے موصول ہوئی تھی جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ دہلی آ رہا ہوں اور کچھ گار و طلب
 کیا تھا تاکہ سفر جلد طے ہو جائے انہیں کوئی جواب نہیں روائے کیا گیا۔ کیونکہ وہ خود
 آ رہے تھے لیکن جب وہ آئے تو سخت خاں نے بادشاہ سے ملاقات کرائی اور
 وہ فی الفور لکھنؤ واپس چلے گئے یہ بغاوت شروع ہونے کے تین ماہ بعد کا واقعہ

نانا کے پاس سے کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی لیکن آغا غدر کے دو ملازم
ایک ایجنٹ (مرہٹہ) نانا کی طرف سے آیا تھا اور مرزا غل نے اسے دربار میں حاضر
کیا تھا۔ مرزا غل کی استدعا پر نانا کو بھی شریک جنگ ہونے کی دعوت دی گئی
تھی۔ ایجنٹ مذکور پھر واپس چلا گیا۔

کسی ساہوکار کی درخواست موصول نہیں ہوئی، البتہ قوج کے مشائے سیٹھ
لکشی چند کو ایک حکم لکھا گیا تھا کہ وہ ایک لاکھ روپیہ قرض لے اور اپنا کوئی معتد
منیب خزانچی مقرر کرے، سیٹھ سے کہا گیا کہ جو مالگداری آمدنی اطراف و جوانب
سے جمع ہوگی اسے دیدی جائے گی۔ اور قرضہ پرسود بھی ملیگا، مگر سیٹھ نے کوئی
جواب نہیں دیا۔

چنانچہ میں واقع ہوں کسی گورنمنٹ ملازم کی کوئی درخواست نہیں آئی۔
لیکن یہ سنا تھا کہ ایک شخص مسلمان جسے گورنمنٹ نے اعلیٰ عہدہ پر مقرر کیا تھا
چھوڑ کر ولید اؤڈال سے مل گیا ہے مگر میں اس کا نام نہیں جانتا۔ مفتی صدر الدین
صدر امین، اکرم علی خان منصف، مولوی عباس علی صدر امین دہلی، اور مرزا محمد علی
بیگ تحصیلدار مہرولی کو بھی شتے لکھے گئے کہ گورنمنٹ کی ملازمت چھوڑ کر ہماری ملاز
مہ کر دو، مگر انہوں نے منظر نہ کیا جب سخت خاں نے علما کے دین کو جامع مسجد
میں اکٹھا کر کے مجبور کیا کہ بیان کریں کہ گورنمنٹ برطانیہ سے جہاد کرنا چاہتے تھے
کہا گیا ہے کہ اس نے (دبخت خاں نے) مفتی صدر الدین کو مہر لگائے پر مجبور کیا تھا
مگر مولوی عباس علی سخت مخالف کے وہاں پہنچنے کے قبل ہی دہلی چھوڑ کر اپنے
وطن چلے گئے تھے اگرہاں کسی اور حصے سے کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی
البتہ مولوی فیض احمد جو صدر بورڈ کے آفس میں ملازم تھے بذات خود دہلی آئے
اور بادشاہ کی ملازمت اختیار کی۔ انہیں عدالت کا حاکم مقرر کیا گیا۔

ایک شقہ نواب رامپور کو بھی لکھا گیا مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نجات خاں نے نواب رامپور کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جب وہ (نجات خاں) نواب صاحب کے ہاں گئے تھے تو انہوں نے ظاہر کیا تھا کہ وہ غیر جانبدار رہیں گے۔

نواب امین الدین خاں ضیاء الدین خاں جاگیر داران لوہار و بہادر نواب جھجر، حسن علی خاں، نواب حمید خاں، کے نام شقہ تحریر کئے گئے۔ یہ سب دہلی میں رہتے تھے اور اجیت سنگھ چا بہار چوہان پٹیلہ کو بھی تحریر کیا تھا جسب ہدایت یہ سب دربار شاہی میں حاضر ہوئے مگر شقوں کا جواب کسی نے نہ دیا۔ اور جب فوج ویر سپہ کامٹا گیا گیا تو ہر ایک نے کچھ نہ کچھ عند پیش کر دیا اور دیا کچھ نہیں، چنانچہ فوج نے انہیں لوٹنے کا قصد کیا تھا اور ایک مرتبہ اپنے ارادہ کو حد تکمیل تک بھی پہنچا دیا۔ مرزا ابوبکر بادشاہ کے پوتے جو قواعداں کیورل کے افسر تھے حمید علی خاں کے مکان پر جا پڑے اور خوب لوٹ مار مچائی بعد ازاں نواب کو گرفتار کر کے قلعہ میں لے آئے ضیاء الدین خاں و امین الدین خاں نے فوج کی سرپرستی پر کامدگی ظاہر کی اس وجہ سے وہ لوٹ سے بچے رہے، ایک شقہ رئیس پنووی کو بھیجا گیا مگر کچھ جواب نہیں ملا۔

اب میں بیان کرتا ہوں کہ ملک کی عام آبادی میں کہاں کہاں سے درخواستیں موصول ہوئیں۔

ضلع گورگانوہ

زمینداران گورگانوہ نے بادشاہ کو ایک درخواست ارسال کی جس میں بد نظمی کا ذکر کر کے انتہائی تہی کہ کوئی افسر تعین و نسق کیلئے وہاں مقرر کر دیا جائے، مولوی فیض الحق نے جو اوروں سے تھے پہنچے جو بکنا نام مجبہ یا دہنیں رہا کی سفارش کی کہ وہ وہاں مقرر کر دیا جائے۔ کیونکہ گورنمنٹ برطانیہ کے دور حکومت میں وہ اسی ضلع

میں مقرر تھا چنانچہ یہ شخص ضلعدار مقرر کیا گیا۔ مگر میں آگاہ نہیں ہوں کہ آیا وہ گورننگمنٹ
کیا یا نہیں البتہ اتنا معلوم ہے کہ زوال دہلی کے پندرہ یا بیس روز قبل یہ مقرر
ہوا تھا۔ فیض الحق نے بھی کئی تحصیلداروں کو ضلع دار کی نیابت میں مقرر کیا تھا۔

ریواڑی

راؤ تلارام مستقل ناظم ریواڑی نے نجات خاں کی معرفت اپنا ایک ایجنٹ
اور ایک درخواست بادشاہ کے حضور میں ارسال کی تھی، تحریر کیا تھا کہ علاقہ کا انتظام
ہو رہا ہے اور فصل خرید کی جو آمدنی جمع ہوئی تھی وہ سب مصارف فوج میں
خرج ہو گئی اور اگر علاقہ مذکور سے جاگیر میں دیدیا جائے تو وہ پینتالیس ہزار روپیہ
کا نذرانہ پیشکش کرے گا۔ بغاوت کے تین ماہ بعد یہ لکھا تھا اور زوال دہلی کے
دس روز قبل پینتالیس ہزار روپیہ تلارام نے خزانہ شاہی داخل کرادیا تھا۔

بادشاہ پور

زمینداران بادشاہ پور نے ایک تحصیلدار کے لئے درخواست کی ضلعدار کو
ایک تحصیلدار مقرر کرنے کی ہدایت کی گئی

ضلع دھلی

شہر پنہا کے باہر نہ کسی سے خط و کتابت ہوئی نہ کوئی قابل ذکر بات وقوع میں آئی۔
ضلع روہتک

باشندگان روہتک نے کوئی درخواست نہیں بھیجی مگر انہوں نے فوج کو رسد
پہنچانے کا بندوبست کیا تھا۔

حصار

گارد حصار جیل اور افسران محکمہ مالگذاری آمدنی نے بادشاہ کو عرضیاں بھیجی تھیں

سے ڈپٹی کمشنر کا ضلع سے دوبارہ انگریزی قبضہ۔

لکھنے والوں کے نام یاد نہیں، انہوں نے بیان کیا تھا کہ وہ دہلی آنے کے لئے بیچپن ہیں، اندر شروع ہوئی دوماہ بعد یہ خبریں موصول ہوئی تھیں۔

کرنال

اس ضلع سے کوئی درخواست موصول نہیں ہوئی۔

میسرہ

اس ضلع سے بھی کوئی درخواست نہیں آئی۔

بلت شہر

ولی داد خاں کا حال بیان کر دیا ہے اور کسی دوسری جماعت سے بالکل خط و نہیں ہوئی۔

سہارنپور و مظفرنگر

ان اضلاع میں کہیں سے کوئی درخواست نہیں آئی

بجتنور

اس ضلع کے زمینداروں کی ایک درخواست موصول ہوئی تھی جہیں بادشاہ القبا کی گئی تھی کہ بند و نسبت کر دیا جائے، جواب میں ہدایت کی گئی کہ فوجیں ضلع مذکور کی طرف آکر انتظام کر دیں گی۔

مراد آباد

یہی جماعت نے کچھ لکھا نہ وہاں کے کسی مفید کی کوئی درخواست آئی۔

بریلی

خان بہادر خاں کی ایک درخواست موصول ہوئی تھی جنہیں سخت خاں گورنر کو دیا تھا انہوں نے ایک گھوڑا، ایک ہاتھی اور ایک سو ایک طلائی مہریں بادشاہ کے نذر کہیں میں انجینٹ کا نام مہمول گیا جو سخت خاں کے ذریعہ دربار میں حاضر ہوا تھا

ایک شقہ تحریر کیا گیا اور ہدایت کی گئی کہ مال گزاری کی وصول شدہ آمدنی میں سے (اپنا) خرچ اٹھال کر باقی روزانہ کرے۔

بدایوں

اس ضلع کے کسی حصہ سے کوئی درخواست نہیں آئی۔

پہلی بھیت

یہاں سے بھی کوئی درخواست نہیں آئی۔

ضلع متھل

برادر دوندی خاں جاگیر دار گڑھی ضلع متھل نے اپنے بھتیجے کے ہاتھ ایک درخواست اپنی جاگیر ات ضبط شدہ کو از سر نو عطا کئے جانیکے لئے روانہ کی تھی جنہیں گورنمنٹ نے ضبط کر لیا تھا، ابتدائے غدر کے تین ماہ بعد یہ درخواست موصول ہوئی تھی بخت خاں نے اس پر سفارش کی اور قاصد کو فوج میں شامل کر کے گورنمنٹ کی فوجوں پر حملہ کر دیا۔ وہ شخص اس موقع پر زخمی ہوا اور ایک ہفتہ کے بعد مر گیا اس کا نام امراد بہادر تھا، بخت خاں نے اس کے متعلقین کے لئے حقوق دوائی منظور کر لے مگر ان تک منظوری پہنچ نہ سکی۔

ضلع اگرہ

اس ضلع سے کوئی پیام نہیں آیا۔ البتہ مولوی فیض احمد خود اس شہر سے لے تھے جیسا میں ذکر کر چکا ہوں۔ وزیر خاں ڈاکٹر (سب اسٹنٹ سرجن) بھی یہاں سے لے تھے۔ بخت خاں ان کے سفارشی تھے اور انہیں اگرہ کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ جب بخت خاں دہلی سے فرار ہوئے تو وزیر خاں بھی ان کے ہمراہ تھے۔

اضلاع علی گڑھ، کانپور، فستخ گڑھ

دہلی اور ان اضلاع کے درمیان کوئی نامہ و پیام نہیں ہوا۔

مین پوری

راجہ مین پوری کی ایک درخواست فوجیں مانگنے کی آئی تھی، مرزاغل کو حکم ہوا کہ افسران فوج سے مشورہ کر کے کچھ فوج مین پوری روانہ کر دی جائے مگر دوسرے روز افسروں نے کہہ دیا کہ فوجیں یہاں سے جانا اس وقت تک پسند نہیں کرتیں جب تک کہ گورنمنٹ برطانیہ کو دہلی سے نہ نکال دیں۔ اسی قسم کا جواب راجہ مذکور کو بھیج دیا گیا۔ اس ضلع کی کسی اور جماعت کی کوئی درخواست نہیں آئی۔

اضلاع گوکھپور و فقیہ پور ہسودہ

میری یادداشت میں نہیں ہے کہ ان اضلاع یا ضلع کماؤں سے کوئی درخواست موصول ہوئی ہو۔

ضلع الہ آباد

میں کہہ آیا ہوں کہ مولوی لیاقت علی اس ضلع سے آئے تھے اور مستقل گورنر مقرر ہوئے تھے کسی اور جماعت کی کوئی درخواست نہیں آئی۔

راجہ باندھ متھل یواں

ان رئیس کو کوئی شقہ نہیں بھیجا گیا تھا انہوں نے یہاں کوئی درخواست بھیجی اضلاع عظیم گڑھ، شاہجہانپور، اٹاوا، غازی پور، بنارس، گیا بادشاہ اور ان اضلاع کے درمیان کوئی پیام رسانی نہیں ہوئی، بندیل کھنڈ، جیلپور، ساگر، مالوہ، واماکن کن

میری یادداشت میں نہیں ہے کہ ان اضلاع اور دہلی کے مابین کوئی خط و کتابت نظام حیدر آباد و کن، کچھ، گجرات، مشرقی، صوبجات، کاکٹہ، بارک پور، مونگیر، دینا پور وغیرہ

نظام اور بادشاہ کے درمیان کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی، نہ گجرات سے

خط و کتابت ہوئی۔ صوبجات مشرقی کی نسبت بھی مجھے خیال ہو کہ نہیں ہوتی
 پٹنہ۔ نواب پٹنہ نے یا اور کسی جماعت بادشاہ کو کچھ لکھا نہ بادشاہ نے انہیں ہلی سے کوئی شقہ وغیرہ تحریر کیا
 پنجاب پنجاب میں کسی جماعت نے کوئی درخواست نہیں بھیجی۔ زمینداران باری دو آب ضلع
 کو نہیں بادشاہ نے کچھ لکھا نہ وہاں سے انہوں نے کوئی درخواست بھیجی اسکی خبر نہیں کہ فوجیں
 اہل پنجاب کو اشتغال لابی تھیں یا نہیں، اقوام ہندو اور بادشاہ میں کوئی پیام رسانی نہیں
 ہوئی، اخوند سوات اور بادشاہ میں کوئی پیام رسانی نہیں ہوئی، گرد و آدمی بخت خاں کے فرزند
 دربار شاہی میں باریاب تھے اور کہا گیا تھا کہ یہ اخوند کے بھیجے ہوئے ہیں حسن عسکری انہیں
 بادشاہ کے سامنے لیکے یہ لوگ ولایتی (انفانی) تھے۔ ایک نہ جو مغر شخص معلوم ہوتا تھا اخوند
 کی طرف سے ایک تلوار بادشاہ کی نزدیکی نیز ایک تحریر دی جسپر اخوند کی ہمتی اور لکھا تھا کہ یہ قاصد
 اخوند کے خلیفہ ہیں اس میں یہ تھا کہ شہر میں شتم کر دیا جائے کہ اخوند سوات اور اسکے پیرو جہاد
 میں شامل ہونیکے لئے دہلی آئے ہیں گرد و سرے روز ایک سید صاحب پنجگانام میں نہیں جانتا۔
 بادشاہ سے کہا یہ شخص اخوند کا بھیجا ہوا نہیں ہوا اور نہ یہ خط اسکا ہے بلکہ اسے جعل کیا ہے بادشاہ
 نے بخت خاں کو تحقیقات کرنیکا حکم دیا مگر میں نہیں جانتا بخت خاں نے اس معاملہ میں کیا کیا
 بہر حال اتنا مجھے یاد ہے کہ یہ شخص تین روز کے بعد دہلی سے چلا گیا

بادشاہ کی پالیسی حکومت

فوج اور شہزادوں کو ایک مرتبہ حکم دیا گیا تھا کہ خاص معاملات سلطنت میں نہ دخل دیں صل
 والصفات قاضیوں اور مفتیوں کا کام ہے اور انہیں سے کہلایا جائیگا۔ افسران فوج اور
 محکمہ مالگداری اس میں کچھ بھی دخل نہ دیں مگر کبھی اس حکم پر عمل درآمد نہیں کیا گیا، شہر اسے ہمیشہ
 فوج کی حمایت سے دخل دیتے تھے بادشاہ نے خود مختلف اضلاع میں تھیں لہذا مقرر نہیں کیا
 تھے بلکہ بخت خاں نے ہوڈل پول، شاہ پورہ میں تھیں لہذا اور گورگناوہ میں ایک ضلع دار
 مقرر کیا تھا مگر کوئی آمدنی جمع نہیں ہوئی، شہر اسے بھی اپنی فوج کو آمدنی جمع کر لینے کیجھے کا ارادہ

کرتے تھے مگر کبھی بھیجا نہیں مولوی فیض احمد جو اگر سے لے کر تھے اور شہزادگان مرزا خیر سلطان و مرزا نعل عدالت کیا کرتے تھے۔ شہر میں ایک کو تو ال اچیف پولیس افسر اور کئی تھانیدار مقرر تھے تھانیداروں کے نام بتے یاد نہیں سب پہلے معین الدین خاں پسر نواب قدرت الدخاں باشندہ دہلی کو تو ال مقرر تھے مگر لوگوں پر ظلم و زیادتی کرنے کی وجہ سے تھوڑے عرصہ بعد برخاست کر دیئے گئے۔ اسکے بعد خواجہ واجب الدین کی سفارش سے یہ عہدہ قاضی فیض اللہ کو دیا گیا جو باشندہ دہلی تھے پھر سید بہارک شاہ رامپوری کو عطا کیا گیا مگر میں ان کے نام نہیں جانتا۔ شہزادوں کے علاوہ نجات خاں کو بھی ان معاملات میں دخل تھا بلکہ بادشاہ سے انہوں نے تمام تھانیداروں کو تو ال کے نام احکام جاری کر لئے تھے کہ نجات خاں کے احکام کو قبول کریں۔

سپاہی کہا کرتے تھے کہ جب یہ مالک ملک ہو جائیں گے تو مختلف شہزادوں کو مختلف صوبے ویرہیے امور مملکت کے اختتام کیلئے شہزادوں اور نجات خاں نے متفرق لوگ مقرر کئے تھے، میرٹھ کیلئے کوئی گورنر مقرر نہیں ہوا۔ بلند شہر کی گورنری ولید اور خاں کو عطا کی گئی، وزیر خاں ڈاکٹر کو سند عطا ہوئی تھی کہ وہ وہ کے گورنر مقرر کئے گئے، مگر وہ اپنے منصب پر کبھی دہلی سے گئے نہیں علیگڑھ کیلئے کسی شخص کا تقرر نہیں ہوا۔ خان بہادر خاں روہیلکھنڈ کے گورنر تھے اور کوئی تقرر نہیں ہوا۔ کوئی شخص راجپوتانہ نہیں گیا اور اگرچہ گوڑگانوہ میں ایک شخص مقرر ہوا تھا مگر وہ کبھی اپنے منصب پر نہیں گیا۔

فوج کی قواعد وانی کی بابت میں کوئی مفصل حال نہیں بتا سکتا بادشاہ سے اس معاملہ میں کبھی مشورت نہیں کی گئی مگر میں جانتا ہوں کہ گورنمنٹ کی فوجوں سے مقابلہ کرنے کے جوائن جاتی تھیں وہ علی العموم پنج اور نصیر آباد کی ہوتی تھیں اور ایسے ہی دیگر جنہیں جو حاکم راجا جاتی تھیں مقابلہ کو نکلتی تھیں۔ مرزا نعل کے مکان پر مختلف افسران مل کر فیصلہ کر لیتے تھے کہ کس کی باری ہے اور کل کس کی، سپاہی خود مختار تھے بلکہ انہیں جس رحمت میں چاہتے تھے تھے گوری مشن کرتے افسروں کو جو گورنمنٹ ملازمت میں ہوں بیچ کر کے عہدہ دینے کی

اجازت حاصل کر لی تھی مگر ایسا بے حد جاری نہ رہا۔ کیونکہ جو حکامیں خالی ہوتیں انہیں کوئی مقرر نہیں ہوتا اور ہر ایک شخص اپنی پہلی جگہ چاہتا تھا۔

میری دانست میں فوج میں بندوبست پورا پورا نہیں تھا، فوجوں نے بخت خان گورنر جنرل خطاب مبینہ کی مخالفت کی اور بادشاہ کو ایک درخواست دی تھی کہ ہم بخت خان کے زیرِ کمان رہنا نہیں چاہتے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ بخت خان صرف توپخانہ کا افسر ہے اور گورنر جنرل کا عہدہ پانے کے لائق نہیں، اس نے کوئی خزانہ لاکر دیا اور نہ کوئی معرکہ آلا کارکردگی کی ہے، پھر لکھا تھا کہ مرزا مغل فرزند بادشاہ جنہیں پہلے فوجی امور میں پورا اختیار تھا گورنر جنرل جو نیچے لائق ہیں اور تمام افواج ان کے زیرِ کمان رہنا چاہتی ہیں بادشاہ نے یہ درخواست بخت خان کو بھیج دی اور اسے دعا کی کہ اس کا مناسب جواب تحریر کیا جائے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ”فوج تین حصوں میں منقسم کی جائے اول دہلی و میرٹھ کی رجمنٹوں کو باہم ملا دیا جائے، دوم وہ فوجیں جو بخت خان کے ہمراہ پنج اور سرسے آئی ہیں بدستور رہیں اور تیسرا حصہ باقی تمام فوج کا ہو، بادشاہ نے مرزا مغل کو بالآخر سب بھجا دیا۔

بخت خان کے عروج کا سبب یہ تھا کہ جب وہ پہلے آئے تو انہوں نے بادشاہ کو نصیحت کی کہ اپنے فرزندوں کو زیادہ اختیارات نہ دیں۔ جو ارشاد ہوا کہ اگر بھگپور راہ راست ختم دیا جائے تاکہ ہر ایک کام بادشاہ کی حسب مرضی ہو۔ واقعی بات یہ ہے کہ بادشاہ اپنے فرزندوں کی مدد کی تھی۔ تاراض بقیہ اور بخت خان کی بیخوشی ان کی مرضی کے موافق تھی چنانچہ بخت خان اس روز سے برابر روز بروز بادشاہ کے الطاف خاص سے سرفراز ہوئے گئے۔

وہابیان

دورانِ ہنگام میں ایک جماعت وہابیوں نے ان کی اور شکایت کی کہ وہابی

نے کچھ مالی امداد نہیں کی، وہابی اور کئی مقامات سے بھی لکے تھے بخت خاں خود بھی وہابی تھے اور نذر فوج رسالدار بہاولی امام خاں رسالدار بہاولی عبدالغفور مولوی سرفراز علی بی وہابی تھے بخت خاں نے سرفراز علی کو پیشوائے مجاہدین مقرر کیا تھا اور وہی انکی سرپرستی کرتے تھے بخت خاں کے لڑتے ہی وہابیوں کی کثیر تعداد اکثر شامل ہو گئی تھی، ان وہابیوں نے ایک اعلان چھپوا کر شائع کرایا تھا جس میں تمام مسلمانوں کو جہاد کیلئے مسلح ہو کر آنے کی دعوت دی تھی اور لکھا تھا کہ اگر وہ نہ آئیں گے تو ان کے عیال و اطفال برباد ہو جائیں گے یہ اعلان بہادر خاں کے اعلان سے زیادہ فصیح نہیں تھا۔

وہابی ملک کے متحد حصوں مثلاً بے پور، بہاولپال، ہانسی، حصار سے آئے تھے اور کچھ دلائی بھی تھے۔ مگر میں جن مقامات سے کہ وہ آئے تھے، تفصیلاً زیادہ کہہ سکا البتہ مرزا مغل کے دفتر میں تفصیل موجود تھی۔

دہلی سے باہر ہندو بھی برٹش گورنمنٹ کے لڑتے ہی مخالف تھے جتنے مسلمان اور خاص دہلی میں بھی یہی حالت تھی مگر جب بخت خاں نے علماء و فقہاء کو جمع کر کے جہاد کا فتویٰ لیا کہ تمام مسلمانوں کو انگریزوں سے جہاد کرنا چاہیے تو مسلمانوں میں حد سے زیادہ جوش و تقصیب بھڑک اٹھا اور وہ گورنمنٹ سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے بلند شہر علیگرہ، اور میرٹھ وغیرہ میں ہندو گورنمنٹ برطانیہ کے اتنے ہی مخالف تھے جتنے مسلمان :-

تمت بالآخر

دیباچہ مقدمہ بہادر شاہ

خدا کی شان کے قربان ہونا چاہئے ایک زمانہ تھا ہندوستان میں مغل بادشاہ فتح کی حیثیت میں مغل
ہے رہے تھے۔ بابر و ہمایوں نے خود ہی سلطنت کا چرخ لگایا تھا۔ یادہ وقت بھی آیا کہ مغلوں کی حکومت کا چرخ
بھی جھلکا جھلکا کر خاموش ہو گیا۔ بہادر شاہ تیموری خاندان کے آخری شہنشاہ تھے اور ان کا نام سراج الدین تھا
سراج عربی زبان میں چراغ کو کہتے ہیں۔ بہادر شاہ کیا مغل سلطنت کا چراغ بجھ گیا۔ اس کتاب میں وہ
داستان ہے جو تیموریہ خاندان کی تاجداری کا خاتمہ سناتی ہے۔ اس میں ان تمام حالات کی تفصیل ہے جن کی بنا پر
بہادر شاہ دواوی طور پر تخت نشینی سے محروم کر دیئے گئے۔ جب یہ کتاب پڑھ لی جائے گی تو زوال سلطنت کے تمام
اسباب ہر نظر آسانی سے سمجھ جائیگا۔ ضرورت نہیں ہے کہ ان پر یہاں گفتگو کی جائے

۱۹۱۹ء اور ۱۹۱۹ء کی مطابقت

یہ کتاب ۱۹۱۹ء میں انگریزی سے ترجمہ کی گئی تھی اٹلے ترجمہ میں روٹ بل کے خلاف ہندوستان میں جگہ جگہ
فساد ہوئے۔ امرتسر و احمد آباد میں کچھ انگریز مائے گئے۔ دہلی، قصور، گوجرانوالہ، امرتسر، لاہور، احمد آباد و نئی دہلی
وغیرہ مقامات پر انگریزی فوج نے رعایا پر ہندو قوتوں کے فیر کئے اور ہزاروں آدمی ان سے مر گئے۔

اس ہنگامہ کی خصوصیت یہ تھی کہ تمام ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کا اتفاق ہو گیا۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کو
مسجدوں میں جگہ دی اور جامع مسجد دہلی کے کتب پر ایک شہور آریہ درویش نے کہہ کر ہندوؤں کی اور ہندوؤں نے
مسلمانوں کا جھوٹا پانی پیا۔ مسلمان ہندوؤں کی لاشوں کے ساتھ کندھا دیتے ہوئے مر گئے۔ اور
ہندوؤں نے مسلمانوں کی لاشوں کو کندھا اور نماز جنازہ میں شرکت کی۔ الغرض ایک تیسری قوم کے خلاف
ہندو مسلمانوں کا کلام اتحاد پایا گیا۔ جو اب تک قائم ہے جبکہ اپریل ۱۹۱۹ء کا دور چل رہا ہے۔

ناظرین جب اس کتاب کو پڑھیں گے تو انکو غدر شہداء کے واقعات میں بھی اس قسم کا اتحاد دہر دواتوام
میں نظر آئیگا۔ غدر میں بھی مسلمانوں نے لگائے کئی بند کردی تھی۔ جیل بھی ہر جگہ لگائے کی قربانی کے خلاف

مسلمانوں کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ غرض میں ہندو مسلمانوں کے یڈر تھے اور مسلمان ہندوؤں کی رہنمائی کر رہے تھے۔ اگلے ہی ہی حال ہے۔ کہ ہندو ملکہ محمد جل خاں صاحب مسج الملک کو اپنا یڈر سمجھتے ہیں اور مسلمان جماعت گاندھی کی یڈری اور رہنمائی پر عمل کرتے ہیں

فلسفہ اتحاد

یہ انسانی طبیعت کا فلسفہ ہے کہ جب وہ مجبور ہوتا ہے یا کسی خطرہ کو محسوس کرتا ہے تو گرد و پیش کے اختلافات کو بھول جاتا ہے اور اپنی کمزوری دور کر نیکو دوستی آدمی کی طرح متانہ کا سہارا تلاش کرتا ہے۔

ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کا اتحاد ہی ایک تیسری قوم کے مفاد میں خطہ اور مشکلات کے وقت ہوا کرتا ہے جو مذہب اور تمدن کے اعتبار سے یہ دونوں اقوام ایک دوسرے سے بہت دور نظر آتی ہیں۔ غرض کہ مسلمان ہندو اور مسلمان دونوں کو خیال ہو گیا تھا کہ بھارت مذہب اور ہماری تمدنی اور عظیم فوج کی ہستی خطرہ میں ہے۔ انگریزوں کو جبراً مسلمان بنانا چاہتے ہیں اور انکی خواہش ہے کہ ہمارے تمام دم و روح جبراً ہم سے لے لیں۔ اس سے قارئین نے بڑی ہمتی منادیں۔ بظاہر وہ دیکھتے ہی سننے لگے کہ انگریزوں نے نہایت حکمت علی سے آہستہ آہستہ اور رفتہ رفتہ ہندوستان پر قبضہ کیا تھا اور بعض ناماقت اندیش پادریوں کے اعلانوں نے

انکو یقین دلایا تھا کہ جس طرح سے ہمارے ملک پر قبضہ کیا گیا ہے اسی طرح ہمارے دین و مرام پر بھی تسلط کیا جائیگا۔ عوام و خواص میں یہ مادہ عرصہ دراز سے آہستہ آہستہ جمع ہو رہا تھا۔ مگر ہندوؤں میں کسی کو جرأت نہ تھی کہ انگریزوں کے خلاف کھڑا ہوتا۔ مسلمان یہ ہمت کر سکتے تھے کیونکہ ایک تو انگریزوں کے پاس ہتھیار ہی نہیں تھے دوسرے فوجی تربیت لگے ہاں اعلیٰ درجہ کی تھی۔ تیسرے انکو توڑ جوڑ کرنے خوب آتے تھے۔ اور

ہندو مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ مذہب کا اختلاف۔ زبان کا اختلاف۔ کپڑے پہنے کا اختلاف، پہنے اور نہ پہنے کا اختلاف، رہنے سہنے کا اختلاف، اچاروں طرف پھیلا ہوا فرقہ آتما تھا۔ اگر ایک گھر کے اندر چار آدمی بھی رہتے تھے تو انکو آپس میں ایک دوسرے پر بھروسہ کرنے اور متحدہ و متفق ہو کر کام کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔ یقیناً ان دونوں قوموں میں ہزار ہا آدمی ایسے موجود تھے جو یورپ سے آئی ہوئی ایک عجمی قوم کی حکومت کو ہندوستان کے لئے باعث عار سمجھتے تھے۔ اور ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح انگریزوں کو ہم یہاں سے

نکال دیں مگر وہ کچھ بھی نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ ہندوستان میں اگرچہ تینتیس کروڑ آدمیوں کا سمندر بھرا ہوا تھا، لیکن اُن میں کسی قسم کی جنگی یا فوجی یا اجتماعی حالت کا پتہ و نشان نہ ملتا تھا۔ سولہ سولہ سب مسمود ہوئے بیٹھے تھے اور موت کو کاغذ پر لکھ رہے تھے، ہندوستان میں اس وقت انگریزوں کا رعب و ابھراس ہندوستانی فوجوں کے باعث سے تھا اور ہندوستانی انقلاب پسند لوگ، افواج انگریزی کی محکم و قادیاری کے تماشے روزانہ دیکھا کرتے تھے کہ وہی لوگ تلوار کے زور اور بازو کی قوت سے انگریزوں کو اس ملک کے حصّہ فتح کر کے دیتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان افواج میں انگریزوں سے بدگمانی اور بدظنی پیدا ہوتی تو انہوں نے اسی وقت معاملہ کو ہاتھ میں لے لیا اور سب سے پہلے ایسے طریقے اختیار کئے کہ جن سے ہندو مسلمانوں میں اتحاد ہو جائے یہی وجہ تھی کہ انہوں نے کاروتوسوں پر چربی لگانے والے مسکوں میں دونوں فریق کے بنبات کو پیش نظر رکھا۔ یعنی ہندوؤں سے تو یہ کہا کہ کاروتوسوں پر گائے کی چربی ٹی ہوئی ہے اور مسلمانوں پر یہ افسوں پہونکا کہ کاروتوس سور کی چربی سے چکنے کئے گئے ہیں۔

یہ واقعہ صاف طور پر ثابت کرتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کا اتحاد باہمی رضامندی سے نہ تھا بلکہ ایک بیرونی ناراضی نے اسکو پیدا کیا تھا۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ جب انگریز خلیاب ہو گئے تو ہندو مسلمانوں کی باہمی عداوت کا رنگ جس پر اتحاد کا طبع ہو گیا تھا گھسنے کے بعد پھر اصلی صورت میں نکل آیا۔

مسلمان و بہادر شاہ

اس کتاب میں جس قدر شہادتیں بہادر شاہ بادشاہ کے خلاف جمع کی گئی ہیں اور جن پر سرکاری وکیل نے ایک طولانی تقریر پڑھیں۔ کہ سائنس کی تہی ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ بہادر شاہ اور اسلام و مسلمان اس قدر وفادار و فداوے کے بانی مہمانی تھے۔ میں یہ دیباچہ اسلام کو، یا مسلمانوں کو، یا بہادر شاہ کو اعتراضات سے بچانے کے واسطے نہیں لکھتا، نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ بہادر شاہ کو بے قصور ثابت کر دوں کیونکہ اگر میں یہاں کہیں کہیں، تو باوجود نا جواب ہوئیے انگریز اس سے قائل نہ ہونگے اور عہد امید ہے کہ بہادر شاہ کا دودھ دئی ملک ان کی اہل و کور پر واپس فیر دیا جائیگا۔ میری غرض ہر حال میں تو صرف اتنی ہے کہ اس کتاب کے پیش نظر ہر کے مضامین ناظرین کو کھجائوں۔ اور اسباب غلظت کے فلسفہ پر مرموعاء

حیثیت سے غور کروں۔ تاکہ اس کتاب کے پڑھنے والے، مقدمہ بہادر شاہ کی وجوہات اور الزامات کو تاریخی روشنی میں دیکھ سکیں اور انکو معلوم ہو جائے کہ منصفانہ حاصل مقصد اس فساد کا کیا تھا۔ جو کچھ اس مقدمہ کے دوران میں عدالت کے سامنے استغاثہ نے پیش کیا۔ میرا منصب نہیں ہے، اور نہ اتنی جگہ ہے کہ میں اس پر تفصیل کے ساتھ لکھ کر دوں۔ میں تو محض طور پر یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ غدر میں دہلی شہر کے اندر انقلاب حکومت کی جو بے باک چہل قدمی ہوئی تھی اور جہند مرہ سے اس میں حرکت کرتے ہوئے نظر کرتے تھے، ان میں سے ایک شخص ہی سولے مسمومہ و درخت خال کے غدر کا بانی مہمانیہ یا محرک یا اسکی ابتدائی سازش کا شریک نہ تھا بلکہ اس غیر انسان فساد کی بنیاد رکھنے والے کچھ اور ہی لوگ تھے۔ جو چوٹی کی آڑ میں لشکار کھیلے تھے اور آخر وقت تک سامنے نہ آئے۔ میں یہ نہیں بتا سکتا، کیونکہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ غدر کے اصلی بانی مہمانیہ ہندو تھے یا مسلمان، وادیان ریاست تھے یا عوام، فوجی تھے یا شہری، اوہ کے تھے یا بنگال کے، جزب کے تھے یا شمال کے۔ میرا مقصد تو صرف یہ کہنا ہے کہ مقدمہ بہادر شاہ میں جن لوگوں پر غدر الزام لگایا گیا۔ یا جہیز غدر کا نیکو جرم عاید ہوا۔ ان کو بانی غدر کا خطاب دینا بالکل ناجائز ہے۔ میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ غدر میں جن لوگوں کو سزائیں دی گئیں وہ حقیقت میں مجرم نہ تھے اور سب کے سب بیگناہ تھے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ غدر میں انگریزوں نے جن ہندو مسلمانوں کو سزائیں دیں ان میں سے ایک حصہ اس کا مستحق تھا۔ اور کچھ ایسے تھے جو غلط فہمی کے سبب بیگناہ مانے گئے ہیں تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں نے غدر میں شرکت کی اور انگریزوں کے خلاف تلوار اٹھائی اور ناجائز غلوں سے ہم کئے اور اس کے عوض خود ہی انگریزوں کے انتقام کا شکار ہوئے وہ اصلی بانی غدر نہ تھے بلکہ پردہ کے پیچھے چھپی ہوئی ایک جماعت نے انکو بھڑکایا۔ اور اس قسم کے خلاف انسانیت جرائم پر آمادہ کیا اور جب انتقام کا وقت آیا تو پڑے میں چھپی ہوئی جماعت انہیں سے محفوظ بھی رہی اور اس کے اشاروں پر بھڑک اٹھنے والی جماعتیں انگریزوں کے جوش انتقام سے تباہ و برباد ہو گئیں۔ بالکل سستہ امیں ہی دیکھ رہا ہوں کہ کام کی تلافی اور لوگ ہیں جنکو سب دیکھتے اور جانتے ہیں اور کام کی تلافی اور لوگ ہیں جنکو نہ کوئی دیکھ سکتا اور نہ جان سکتا ہے، یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ کوئی خفیہ انجمن ہے یا پوشیدہ جماعت ہے، نہیں بلکہ ہندو مسلمانوں

اور اقوام ہندوستان کے چند پرانگندہ افراد کا یہ کام ہوا کرتا ہے۔ جو اپنے اپنے شہروں، قصبوں اور گھروں میں بیٹھے ہوئے چپ چاپ انقلابی رُود و سروں میں پیدا کیا کرتے ہیں، اور بالکل غیر ملکی ہے اور قدرتاں پر محکوم و مغلوب قوم کے اندر ایسے افراد خود بخود پیدا ہو جایا کرتے ہیں جو ایک برس یا دو برس یا ایک صدی یا دو صدی کے بعد آخر ایک نئے ایک نئے کیامیاب ہو جاتے ہیں۔

غدر و ہٹی کے اشخاص

مقدمہ بہادر شاہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شش ماہ کے غدر میں بی شہر عام باغی قوتوں کا مرکز بن گیا تھا، اگرچہ غدر کی ابتدا میرٹھ سے ہوئی لیکن وہاں کی باغی افواج نے سب سے پہلے دہلی کا رخ کیا یہی حال اور شہر دہلی کا تھا کہ جہاں جہاں فوجیں باغی ہوتی تھیں سید ہا دہلی کا رخ کرتی تھیں، کیونکہ دہلی میں مغلیہ سلطنت کا نام چار کے ایک بادشاہ موجود تھے جن کو ہندو مسلمان صدیوں کی روایات کی بنا پر دونوں میں اپنا بادشاہ سمجھتے تھے اور انکی مجبوری و صورتی سے دل ہی دل میں کڑھتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ غدر اور بغاوت کے بعد شہر دہلی کا رخ کرتا تھا۔ کیونکہ بادشاہ دہلی کو اس موقع کے لئے سب سے بڑا مرکز بنایا جاتا تھا۔ اس اعتبار سے، بزمانہ غدر دہلی شہر میں سب سے بڑی شخصیت بہادر شاہ بادشاہ کی تھی اور ان کے بعد ان کے بیٹے مرزا نعل اور محبوبہ وارنجت خاں تھے۔ مرزا خضر سلطان یا خیر سلطان اور مرزا ابوبکر اور مرزا جلالہ شاہی نسل میں ہونیکے سبب باغی افواج کے عہدے دار بنائے گئے تھے مگر جو شخصیت مرزا نعل اور رنجت خاں اور بہادر شاہ کی تھی وہ کسی اور کی نہ تھی۔ یوں ہونیکو مقدمہ بہادر شاہ میں سینکڑوں نامور لوگوں کے نظر آتے ہیں مگر اسی روح رواں تمام قوتوں کے یہی تین آدمی تھے ابنہ یکنا یہ سب سے کسان تینوں میں کون سب سے زیادہ اس کی اہلیت رکھتا تھا کہ انقلاب جیسے مشکل کام کی سرپرستی اور رہنمائی کر سکتا؟ مجھے یقین ہے کہ بہادر شاہ اور انکے بیٹے مرزا نعل میں انقلاب کی رہنمائی کا کچھ بھی مادہ و سلیقہ نہ تھا۔ البتہ بخت خان محبوبہ دار اسکی قابلیت رکھتا تھا۔ اگر سکو بہادر شاہ اور مرزا نعل کی سی شایانہ شخصیت حاصل ہوتی تو وہ ضرور دہلی

فوجی و انقلابی بیادیت سے انگریزوں کو ہندوستان سے پورے طور پر سیدھل کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ کیونکہ انہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ انقلابی جماعت کا وہی ایک ہونہار رکن تھا، اور ایک مخصوص قابلیت، فوج پرستی کی اس کے اندر موجود تھی جس کو انگریزوں کی فوجی تربیت نے چار چاند لگا دئے تھے۔ انقلاب پسند افراد میں سے صرف ایک صوبہ دار بخت خاں پر دے کے باہر سیدان میں آیا تھا۔ اگر کچھ اور لوگ بھی غمی کار گزائیوں کے وقت کھلم کھلا اسکے ساتھ ہوتے اور مغلوں کے شاہی خاندان کا کائنات سدرہ نہوتا۔ تو آج ہندوستان میں بخت خاں کا بیٹا یا پوتا حکمران نظر آتا۔ مگر مشکل یہ آن پڑی تھی کہ باغی افواج اور تمام ملک کو شاہی خاندان اور اس کے سرغنہ بہادر شاہ پر اعتماد تھا، اس کے سوا کسی اور کی سرداری وہ قبول کر سکتے تھے، اور شاہی خاندان بادشاہ سمیت فن حرب اور تباہی سیاسی سے قطعاً نابلد تھا، اس کے اندر مغلوں کی ادھ قریبی سرفروشانہ و فاتحانہ روح باقی رہی نہ وہ جفاکشی، اور محنت کے عادی تھے اور نہ ہی نازک اور مخدوش حالت کو قابو میں کر لیا، انکے دل و دماغ میں قابلیت تھی

صوبہ دار بخت خاں نے بڑی گہری چال چلی تھی کہ نام بادشاہ کا ہے اور کام میں کرول اور قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر شاہ نے ہی اس نکتہ کو سمجھ لیا تھا اور اپنی کمزوری اور اپنے ٹکوں، اور خاندان کی نالائقی کو بھی طرح سمجھتے تھے اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ صوبہ دار بخت خاں میں قہر کی قابلیت موجود ہے۔ اسی واسطے انہوں نے تمام اختیارات بخت خاں کے ہاتھ میں دیدئے تھے اور مسکولہ و گورنر بنا دیا تھا مگر قہر سے مرزا فضل اس نکتہ کو نہیں سمجھتے تھے۔ ان کو فوراً محتاج بادشاہ سید کا ضبط ہو گیا تھا اور خیال کرنے لگے تھے کہ بہادر شاہ چند دن کے جہان ہیں۔

ولی جہان کے سب انگریزوں کو میدان صاف ہے اب میرے سوا کون ہندوستان کا بادشاہ بن سکتا ہے؟ یہ نہ سمجھتے کہ بادشاہی کا حق ان کی ہے۔ اس پر سونا انسان نہیں ہے اور اسکے لئے جہان کی قابلیت و رور ہوا کرتی ہے۔

انہی یہ ہوا کہ مرزا فضل نے بخت خاں کے واسطے میں دکاؤ میں ڈالیں اور ان سے مخالفت شروع

کی اور بخت خاں پچاسے پورہ نعینوں کے مقابلہ کا بوجھ ٹوٹ پڑا۔ ایک طرف انگریز تھے دوسری طرف مرزا محفل۔ اسی کش مکش میں فوجیں قابو سے باہر ہو گئیں۔ انتظام کی مٹین ہو گئی، انگریزوں نے وہ فی فتح کر لی اور انقلاب کی سیکنم دھواں پھوٹا گئی۔

عمر کا الزم

ان تمام حالات کو سننے کے بعد آسانی سے نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ مقدمہ بہادر شاہ میں جن جنگیں ہوئی تھیں ان کا الزام لگایا گیا وہ محض بے قصور تھے سولے صوبہ دار بخت خاں کے بہادر شاہ نے جو تحریری بیان اپنا پیش کیا وہ ایک حد تک بالکل صحیح ہے یعنی غدر کی سازش سے انکو کچھ ہی تعلق نہ تھا، اور ان کو انقلابی تحریکوں کا سرپرست ثابت کرنا بالکل ناممکن ہے حضرت پیر زادے حسن عسکری صاحب کی نسبت یہ کہنا کہ انہوں نے غیبی اشارات کے سوا کسی بادشاہ کو غدر اور انقلاب پر آمادہ کیا، بالکل جھوٹ اور بہتان ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ حسن عسکری صاحب نے کچھ خواب بہادر شاہ کے سامنے بیان کئے ہوں گے اور بادشاہ ان خوابوں کی تعبیر سے خوش ہوئے لیکن یہ بات بالکل غلط ہے کہ محض خواب دیکھنے کی بنا پر اور حسن عسکری صاحب کے کہنے سے بادشاہ ایک ایسے عظیم الشان انقلاب کیلئے آمادہ ہوئے کیونکہ بادشاہ کی طاقت اور عقل اور ظاہری ذرائع اس بڑے منصوبے کے سراسر خلاف تھے۔ ہر آدمی اپنے تعلق کوئی اچھا خواب سن کر یا اچھی پیشین گوئی معلوم کر کے قدرتا خوش ہوا کرتا ہے مگر اس کے یقینی نہیں ہوتے کہ وہ خواب اور پیشین گوئی سے متاثر ہو کر اس قسم کے احمقانہ اور خلاف عقل افعال کے لئے بھی آمادہ ہو جائے۔ جیسا کہ بہادر شاہ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بالکل قرین عقل سے کہ شیدی قمبر کو ایران یا ترکی میں بھیجا گیا ہو مگر یہ کوئی ایسا جرم نہیں ہے کہ جس کو اسباب غدر میں شمار کیا جائے۔ اگر انگریز بہادر شاہ کی جگہ ہوتے اور بہادر شاہ نے ان کے موروثی ملک پر قبضہ کر لیا ہوتا تو کیا وہ پورے کے بادشاہ ہوں کو، دکھا بلا واندہ دیتے یا اس قسم کی خفیہ سفارتیں نہ بھیجتے! یہ ہر انسان کی فطرت ہے۔ اگر بہادر شاہ یا حسن عسکری نے ایسا کیا، تو کوئی جرم کی بات نہیں کی۔ کیونکہ اسباب غدر کو کسی وزیران سے کچھ متعلق

نہیں ہوا یعنی ترکوں نے ہندوستان کی کچھ مدد کی اور نہ ایرانیوں نے۔ بہادر شاہ نے اپنے تحریری بیان میں اپنی سرسجوبڑی کا اٹھارہ کیا ہے۔ ایک مقدمہ کی حالت میں انکو ایسا ہی کرنا چاہئے تھا مگر آج جبکہ سب معاملات ختم ہو چکے ہیں ایک مورخ یہ رائے دے سکتا ہے کہ بہادر شاہ اگرچہ مجبور سی باغی فوج کے ساتھ ہوئے اور ناجائز قتل و غارت گاہوں نے کبھی حکم نہیں دیا اور ظلم و ستم سے وہ صدورِ جناح تھے، تاہم انقلاب کی حالت دیکھ کر اور انگریزوں کی شکست کے آثار محسوس کر کے اپنے تاج و تخت کی بحالی کا انکو ضرور خیال آیا ہو گا اور انہوں نے فوج کے عبور کر نیچے بعد جب انقلاب کی سرسپتی قبول کی ہوگی تو وہ سچے دل سے چاہتے ہوں گے کہ انگریزوں کا پوری طرح قلع قمع ہو جائے اور ہندوستان میں ان کا نام و نشان کہیں بھی باقی نہ رہے۔

مضائق تاریخ کی نظر میں یہ خیال جرم نہیں ہے۔ ہر دور اور ہر انقلاب کے زمانہ میں یہ مسئلہ جائز قرار دیا گیا ہے اگر بہادر شاہ کا میاں ہو جاتے اور انگریز و پیراسی قسم کا مقدمہ قائم کیا جاتا، تو کیا مغل دربار کا سرکاری وکیل انگریزوں کو مجرم ثابت کرنے میں انگریزی وکیل سے کچھ کم رہتا یہ تو دنیا میں ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے جسکے بات میں لابی ہوتی ہے بھینس کی ملکیت کی ہزاروں دلیلیں جمع کر سکتا ہے،

اسلام و مسلمین

سرکاری وکیل نے جو دہواں دہاں تقریر و مذاام مقدمہ پر کی ہے اس کے تمام بڑے بڑے حصوں کا جواب میں سمجھتا ہوں۔ اشاروں ہی اشاروں میں میں نے دیدیا۔ صرف ایک چیز باقی ہے جسکو میں جداگانہ حیثیت سے رد کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ سرکاری وکیل نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ یہ غدرِ مسلمان کی سازش کا نتیجہ تھا۔ اور اسلام ابتدا سے اس قسم کی ناروا سازشوں اور خوں ریزیوں کا حامی و مددگار ہوتا رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ الزام کئی درجہ سے مسلمانوں اور اسلام پر لگایا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ بہادر شاہ مسلمان تھے اور تمام باغیوں کا مرکز بن گئے تھے۔ اور جب قدرنا جائز مظالم جاہل فوجیوں کے ہاتھ سے انگریز عورتوں اور بچوں پر ہوئے

انکا ذمہ وار دوسرے بہادر شاہ کے سوا دوسرا کون تھا دوسری وجہ یہ کہ فاتح قوم کو زیادہ کھٹکا
مسلمانوں کا رہتا تھا۔ کیونکہ ملک ملانوں ہی کے ہاتھ سے لیا گیا تھا اور ہندوستان کی دیگر
غیر مسلم اقوام کے مقابلہ میں مسلمان ہی سب سے زیادہ ماکانہ و سپاہیانہ قوتیں رکھتے تھے
تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ سرکاری وکیل ہندوستان کے اتحاد کو برٹش گورنمنٹ کے قبضے اور تفرقہ
ہندوستان کے خلاف سمجھتا تھا اور شاید اسن قائم کرنے کی ضرورت ہی اس امر کی متقاضی تھی کہ
ہندو مسلمانوں کے اتحاد میں تفرقہ ڈالا جائے اور وہ جب ہی ہو سکتا تھا کہ ایک فریق کی جانب اُٹھ
اور دوسرے پر الزامات رکھ دئے جائیں۔ میں ان تمام وجوہات کو پیش نظر لانے کے بعد سرکاری
وکیل کی آتش بیانی کو معاف کر دینا چاہتا ہوں، انہوں نے جو کچھ کہا اور جیسے حصے الزام مسلمانوں
اور اسلام پر لگائے اور جیسا سخت بوجھ اختیار کیا وہ اگرچہ صداقت کے اعتبار سے بالکل کمزور اور
بہت نامعلوم ہوتا ہے۔ تاہم ایک ایسے وقت جبکہ انگریزوں کے دلوں کے زخم ہر سٹھ غمہ نیا نیا
ہو چکا تھا۔ انگریزوں کو اپنی عورتوں اور بچوں کی دردناک داستانیں یاد تھیں تیموریہ قبائل بھارت
اسیری بحیثیت مجرم، عدالت کے کٹرے میں حاضر تھا۔ سرکاری وکیل اگر ایسی خشنما کہ تقریر
دکراتا تو میں سمجھتا کہ وہ آدمی نہیں سمجھتا۔ انسان جب مایوس ہو جاتا ہے، یا تو اس وقت زبان
درازی کرتا ہے اور یا جب ہر خطرہ سے محفوظ ہو جاتا ہے تب اس قسم کی باتیں کرنے کی جرات ہکو
پیدا ہوتی ہے۔ البتہ موجودہ نسلوں کے لئے یہ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سازش اور
بغاوت کا حامی نہیں ہے۔ غدر شہداء میں جس قسم کے ناجائز واقعات پیش آئے اسلام نے کہیں
بھی انکی اجازت نہیں دی۔ نیزہ سو برس سے آج تک تاریخ ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کرتی کہ
اسلام کی اجازت سے اس قسم کی کوئی حرکت کی گئی ہو جیسی غدر شہداء میں پیش آئی البتہ مسلمانوں
کے ذاتی افعال کا اسلام ذمہ وار نہیں ہے اگر کوئی مسلمان شراب پئے زنا کرے چوری اور جوئے کا
ارتکاب کرے سرزد ہو تو اس کا جواب وہ اسلام نہیں ہو گا بلکہ مسلمانوں کی بشری اور انسانی سرشت پر
اس کا الزام رکھا جائیگا۔ کیونکہ کوئی مذہب کسی آدمی کو سر اس پر نفس بنادینے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

اگر کوئی عیسائی کسی کے چہرہ پر ظلم کا ایک ٹھاپنچہ ماسے یا جبر سے کسی کو بیگاریں پکڑ کر لیجائے تو کیا اس کا الزام عیسائیت پر لگایا جاسکے گا۔ اگر گز نہیں کہ عیسائی مذہب تو یہ سکھاتا ہے کہ اگر کوئی تیرے زخا پر ایک ٹھاپنچہ ماسے تو دوسرا بھی اس کے آگے کرے کہ ایک اور مار لو! اور اگر جنگجو کوئی ایک میں بیگا میں لیجائے تو تو دو میں اس کے ساتھ چلا جا۔

بہر حال سرکاری وکیل کی پرچوش تقریر پر یہ حاشیہ کافی سمجھانا بیگا اور یہ سمجھنے میں کچھ دشواری نہوگی کہ سرکاری وکیل نے اسلام پر جھوٹا الزام لگائے وہ سب غلط اور ذاتی جو ش کا نتیجہ تھے

حضرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ بہادر شاہ میں پیر زادے حضرت حسن عسکری کا جگہ جگہ ذکر آیا ہے اور مقدمہ کی ضرورت سے انکا چال چلن مشتبہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے ناظرین کتاب ہذا کے سامنے میں صداقت سے شہادت دینی چاہتا ہوں کہ وہ بزرگ بالکل بے عیب اور پاک نفس تھے بادشاہ پر جو رسوخ ان کو حاصل تھا وہ ان کی جان لینے کا باعث ہوا۔ جناب نواب محمد خضر صاحب ہلوی پشتر تحصیلدار نے اپنے والد مرحوم کی روایت سے بیان کیا کہ حضرت حسن عسکری کی صورت ایسی نورانی تھی کہ جو انکو دیکھتا تھا سحر ہو جاتا تھا وہ حضرت شاہ سلیمان صاحب تونسویؒ کے غلیبہ تھے نواب خضر صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے والد نے مجھ سے ارشاد کیا کہ بیٹا اگر تم حضرت حسن عسکری کو دیکھتے تو تمکو یہ خیال ہوتا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی صحابی جا رہے ہیں۔

افسوس سے کہ حضرت حسن عسکری کو پچانسی دیدی گئی اور آج انکا ذکر نامناسب الفاظ میں کیا جاتا ہے، مگر دنیا کا انصاف اور ہندوستان کی اقوام حضرت حسن عسکریؒ کا نام کو بھیرے غرت کے ساتھ یاد رکھیں گی!

حکیم حسن الدخان صاحب مرحوم

مقدمہ بہادر شاہ میں حکیم حسن الدخان صاحب کا نام جگہ جگہ آیا ہے اور ان کی شہادت تمام مقدمہ کی جان ہے وہ دہلی کے ممتاز رئیسوں میں تھے طبی اور دینی معلومات اعلیٰ درجہ کی رکھتے تھے

میری میں ان کے دماغ کو خاص دستگاہ حاصل تھی۔ انکی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے دور اندیش شخص تھے۔ اور انہوں نے باغی افواج کے ابتدائی طرز عمل سے سمجھ لیا تھا کہ ان کا انگریزوں کے سامنے ٹھکانا ممکن ہو اور وہ وقت بہت جلد آئیگا۔ جبکہ انگریزوں کو دوبارہ فتح کر لیں گے اور ہندوستان پر ان کا پورا تسلط ہو جائیگا۔ اس واسطے انہوں نے اپنی پالیسی یہ مقرر کی کہ ایک طرف بادشاہ کو نیک صلاحیں دیے کہ اسے اور دوسری طرف انگریزوں سے بھی خفیہ میل جول قائم رکھا اور یہی وجہ ہوئی کہ باغی افواج نے ان کو انگریزوں کا آدمی سمجھ کر قتل و قید کا کئی مرتبہ ارادہ کیا اور انکا گروہ بھی لوٹا گیا اور یہی وجہ ہے کہ غدر سے لیکر آج تک دہلی میں ان کا نام نہایت نفرت و حسد سے لیا جاتا ہے اور بہادر شاہ کے نام سے چند اشعار بگڑ چکے ہیں۔ جن میں حکیم حسن الدین کو بہادر شاہ نے یہودی کہا ہے اور انکو اپنی اور اپنے خاندان کی تباہی کا باعث قرار دیا ہے۔

بچپن میں میں نے خود اپنے والدین سے خصوصاً والدہ صاحبہ سے حکیم حسن الدین کے خلاف بہت سخت اور بڑی بڑی روایتیں انگریزوں کی تائید کی سنی تھیں۔ مگر جب میں نے مقدمہ بہادر شاہ کو پڑھا تو کیا تا میری رائے یہ ہو گئی کہ حکیم حسن الدین مسلمانوں اور ہندوستان اور بہادر شاہ کے غدار نہ تھے۔ انہوں نے جو کام کیا ملک و قوم کی ہمدردی کی وجہ سے کیا۔ اس میں ان کی ذاتی غرض کو کچھ دخل نہیں تھا۔ تمام الوامات کی تردید ان کی شہادت کرتی ہے۔ جو شخص حکیم صاحب کے بیان کو غور اور انصاف سے پڑھے گا وہ فوراً سمجھ جائیگا کہ حکیم صاحب نے نہایت عقل مندی سے بادشاہ کو اور مسلمانوں کو الزامات و بناوت سے بچانے کی کوشش کی ہے اگر وہ انگریزوں کے دوست اور ملک و قوم کے دشمن ہوتے تو ان کی شہادت سرسری سرکاری وکیل کے حسب منشا ہوتی لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کا بڑا حصہ استغاثہ کے خلاف ہے۔ کہا جائیگا کہ شہادت کے بعض حصے مجرموں کے خلاف ہی پائے جاتے ہیں۔ میں اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اور انہی حصوں نے جو حکیم صاحب کی ایمانداری کا قائل کیا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں، ایمان اور سچائی سے کہتے ہیں۔ ایک طرف انہوں نے بادشاہ اور شاہی خاندان کو باغی الزامات سے صاف کیا۔

دوسری طرف جو اصلی قصہ تھے ان کا بھی اقرار کر لیا تو کیا انصاف سے آنکھ بند کر لی جائے اور کیا انقلاب پسندوں کے کسی ایسے جرم کو جو ان سے سرزد ہوا، بیان نہ کیا جائے، اور کیا غنیمت میں باغیوں سے جرائم سرزد ہوئے تھے۔ مجھے امید ہے کہ دہلی کی موجودہ نسل اور آئینوالی نسلیں حکیم جن الدغاں کیساتھ آئندہ حنا و اور نفرت کو دل میں نہ رکھیں گے کہ مقدمہ بہادر شاہ کی شہادت سے ان کو ملک و قوم کا اصلی دوست ثابت کر دیا۔

بہادر شاہ کے اشعار جو حکیم صاحب کی بھجوبیں پڑھے جاتے ہیں یا جو عام چرچے ان کے خلاف کئے جاتے ہیں انکا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ اشعار بہادر شاہ نے نہ کہے ہوں یا ممکن ہے کہ ان کو یہی کسی نے حکیم صاحب کی طرف سے پہنچا دیا ہو۔ اور عوام کی شہرت تو کسی اعتبار کے لائق نہیں ہے یہ تو ہمیشہ بات کا بتا کر بنایا کرتے ہیں، ان کے دربار میں اگر شبے گناہ کو گناہ لگا راور گناہ نگار کو بیگناہ بنایا جا چکا ہے جس کی مثالیں آج کل بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ جو لوگ حکومت سے ساز باز رکھتے ہیں ان کو پبلک کا خیر خواہ سمجھا جاتا ہے اور جہر پبلک کے خیر خواہ ہیں انکو حکومت کا خوشامدی

خطاب ملتا ہے

زینت محلن سیکم جہاں مرقومہ

یہ بہادر شاہ بادشاہ کی چاہتی بیوی تھیں۔ مرزا جواں نخت انہیں کے لڑکے تھے جن کی شادی دہلی میں نہایت دھوم دھام سے ہوئی تھی اور جن کے سہرے لکھنے میں ”غالب اور ذوق“ بھی چٹپٹک کے افسانے شمس العلماء آزاد نے انبیات میں لکھے ہیں۔ ایام غدر میں انہیں بھی شبہ کیا گیا تھا کہ انگریزوں سے ملی ہوئی ہیں اور انگریزوں نے ان سے جواں نخت کو بادشاہ بنانے کا وعدہ دیکر اپنی طرف مائل کیا ہے۔ اسی واسطے باغیوں نے انکی مرتبہ بہادر شاہ سے یہ مطالبہ کیا کہ زینت محل ہمارے سپرد کر دی جائیں تاکہ ہم ان کو اس جرم کی سزا دیں جیسا کہ بادشاہ نے اپنے بیان میں غور لکھا ہے۔

مگر مقدمہ کی روکراو سے اور انگریزوں کے ان خطوط نے جو غدر کے زمانہ میں ان کے آپن میں آتے جاتے تھے۔ اور جن کو حاضر کر کے میں نے چھاپ دیا ہے۔ کہیں زینت محل کے ساوا باز کا اٹھا

نہیں پایا جاتا۔ اور دشمنوں نے ان کی نیت عداوت سے بے پروا کی غلط فہمی تھی۔ سب سے بڑا ثبوت انگریزوں سے سازش نہ رکھنے کا یہ ہے کہ غدر کے بعد ان کے رہنے کا مکان ہمارا چٹیلہ کو دیر یا گیا جو آج تک ریاست پٹیالہ کے قبضہ میں ہے۔ لال کنوئیں اور فرشتخانہ کے وسط میں یہ عمارت اب بھی موجود ہے اسکا پہاٹک لب سرک نظر آتا ہے جس کے اوپر بہادر شاہ کی کھی ہوئی اور خاص ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تاریخ کندہ ہے۔ انگریزینٹ محل انگریزوں سے ساز باز رکھتی ہوئی تو ان کے رہنے کا مکان غیروں کو نہ دیا جاتا یا ان کے اور ان کے بچوں کے ساتھ کوئی ایسا سلوک ہوتا جیسا کہ مرزا الہی بخش کے ساتھ کیا گیا۔

مرزا الہی بخش صاحب مرحوم

مجھے تعجب ہے کہ مقدمہ بہادر شاہ میں مرزا الہی بخش صاحب کا نام کہیں نہیں آیا۔ حالانکہ انہوں نے انگریزوں کی بڑی مدد کی تھی جس کے صلہ میں غدر کے بعد بارہ سو روپے ماہوار ان کی پنشن مقرر کی گئی اور جوان کے تین لڑکوں مرزا سلیمان جاہ، مرزا جاہ، اقبال شاہ کو تقسیم ہو کر ملتی رہی۔ اور اب ان کی اولاد کو مل رہی ہے۔ تیوریہ خاندان کے جتنے لوگ دہلی میں ہیں کس کا ریشہ منشا سے مرزا الہی بخش صاحب کا خاندان ان لوگوں کا سرور ہر جہا جاتا ہے۔ جو روایتیں مرزا الہی بخش صاحب کی نسبت انگریزوں سے ساز باز کرنے کی مشہور ہیں۔ میں انکو لکھنا نہیں چاہتا۔ اسلئے کہ مقدمہ ہذا کی مسئل میں مرزا الہی بخش صاحب کا نام ہی کہیں نہیں آیا۔ لہذا میں یہی سکوت اختیار کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

بہادر شاہ مرحوم

بہادر شاہ کا کیریکٹر اس کتاب اور اسکے حصوں سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے لیکن ایک بات ایسی ہے جس کی بخت میں یہی اشارہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ وہ حالت اسیری میں بھی صیغہ دماغ رکھتے تھے اور دھرم میں ان کی جرح خاص قانونی نکتوں پر ہوتی تھی۔ حالانکہ بیٹوں اور پوتوں کی ہلاکت اور بڑھاپے میں لپٹے گھر بار کی تباہی کے بعد کوئی بوڑھا آدمی لپٹے غوا میں نہیں ہلکتا

مگر بہادر شاہ کی یہ خصوصیت قابل تعجب ہے کہ وہ آخر وقت تک مضبوط ہے اور مقدمہ میں ایسی جرح کی کہ گواہ لاجواب ہو ہو گئے۔ بعض ہندو اور انگریز گواہوں سے جو جرح انہوں نے ان کے بیان کو بناوٹی ثابت کرنے کے لئے گرفت نما انداز سے کی وہ معمولی دل وماغ کا آدمی نہیں کہتا میں سمجھتا ہوں کہ ہوش و حواس کی یہ سلامتی ایک حد تک انکو غدر کا شریک ثابت کرتی ہے۔ اگر موقع خلاف نہ ہو جاتا تو بہادر شاہ ضرور انقلاب سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اور باوجود جسمانی کمزوری کے ان کے دماغ میں صلاحیت طرانی کی موجود تھی۔

میرزا معسل مرحوم

بہادر شاہ کے بیٹے تھے جنکو باغی افواج کا کمانڈر بنایا گیا تھا۔ انہوں نے کوئی کام ایسا نہیں کیا جس سے ان کی فوجی قابلیت یا ملکی مدبری کا ثبوت مل سکتا بلکہ وہ صوبہ دار بخت خاں کے کاموں میں رخنہ انداز ثابت ہوئے اور انہی کی ضد اور جاہ پسندی نے انگریزوں کو دوبارہ قبضہ دہلی کا موقع دیا۔ اس واسطے ملکی نظریں وہ قابل ملامت اور سرکاری نگاہ میں قابل تعریف کہے جاسکتے ہیں۔

مکند لال صاحب سکریٹری

مقدمہ میں انکی شہادت معتبر مانی گئی تھی وہ بہادر شاہ کے میرمنشی تھے اور انکے اکثر راز جانتے تھے مگر انہوں نے کوئی ایسی بات بیان نہیں کی جس سے کوئی گرفت بادشاہ کے خلاف حاصل ہوتی۔

مسلمانوں کے خلاف جو کچھ ان کی زبان سے نکلا میرزا خاں ہے کہ انکی ذاتی خواہش ہے۔ بلکہ مقدمہ کی تیاری کے لئے استغاثہ فراہم کرنے والوں نے ان کو مجبور کر کے یہ بیان درایا ہوگا۔

